بسم الله الرحمن الرحيم

پاکستان میں دینی صحافت کا کردار

(۱۹۶۹ء—۱۹۸۸ء)

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

نگران:
پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی
صدر شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مقالہ نگار:
محمد افتخار کھوکھر
متعلم پی۔ ایچ۔ ڈی

اِنتساب

اُن لمحات کے نام!

جب میں نے حرم پاک کو

دِل کی گہرائیوں میں اُترتا ہوا محسوس کیا۔

اظہارِ تشکر

شکر اُس ذات کا !

جو اِس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے ۔

جس کے اِذن کے بغیر کائنات میں موجود کسی درخت کا ایک پتّہ بھی زمین پر نہیں گرتا ۔

شکر اُس قادرِ مطلق کا !

جس نے مجھ جیسے کم علم و کم فہم کو یہ توفیق بخشی ایک اہم دینی و علمی موضوع پر قرطاس و قلم کے ذریعے دینِ متین کی سربلندی کے لیے کچھ کام کر سکوں ۔

شکریہ !

اپنے محترم و مشفق استاد ڈاکٹر مسکین علی حجازی صاحب کا، کہ انہوں نے اِس مقالہ کی تیاری و تکمیل میں شروع سے لے کر آخر تک مشفقانہ انداز میں رہنمائی فرمائی ۔

اور شکریہ !

اُن اساتذہ کرام کا، جنہوں نے تحقیق و جستجو کے میدان میں نہ صرف میری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ علمی رہنمائی بھی فرمائی ۔ ان میں سب سے زیادہ ڈاکٹر سفیر اختر صاحب کا شکرگزار ہوں ۔

شکریہ !

اُن تمام دوست احباب کا جنہوں نے میری تمام تر مصروفیات کی وجہ سے منتخب دینی

پرچوں کے ہزاروں شماروں کو کھنگالنے میں میری مدد کی۔ اِن میں احمد مجاہد، عبدالرشید عاصم، محمد شعیب مرزا اور محمد سفینہ کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

شکریہ!

اپنی شریکِ حیات کا، کہ جس نے آج تک زندگی کی شراکت کا واقعی حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور شریکِ حیات کے بھرپور تعاون کے بغیر دورانِ تحقیق تمام تر دشوار مراحل طے کرنا آسان نہ ہوتا۔

آخر میں ایک بار پھر!

اُس خالق و مالک کا شکریہ، جس نے یہ توفیق بخشی کہ اُس کا، اور اس کے بندوں کا شکریہ ادا کر سکوں کہ یہ توفیق بھی اُسی کی طرف سے ملا کرتی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ ہ

فہرست ابواب

پیش لفظ

پاکستان، ۲۷ رمضان المبارک مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اسلامی نظریاتی مملکت کے طور پر وجود میں آیا۔ مملکتِ خدا داد پاکستان کی بقاء و سلامتی اور اس کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مدوجزر میں دینی صحافت کا کیا کردار رہا ہے؟ اس کے متعلق ملک کے دینی حلقوں کی رائے یہ ہے کہ دینی صحافت نے ملکی تاریخ کے ہر مشکل اور نازک دور میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ دینی حلقوں کے اس دعوے کا تجزیہ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ملک بھر سے شائع ہونے والے، مختلف مکاتبِ فکر کے مؤثر اور نمائندہ دینی رسائل وجرائد کو تفصیل سے دیکھا اور پرکھا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ ان رسائل نے ملکی تاریخ میں واقعی کوئی کردار ادا کیا ہے؟

اس مقصد کے لیے "پاکستان میں دینی صحافت کا کردار" (۱۹۶۹ء تا ۱۹۸۸ء) کے عنوان سے جو تحقیق و تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس کے ابواب کی ترتیب اس طرح سے ہے:

بابِ اوّل میں، صحافت کا معنی و مفہوم۔ قرآن مجید میں مذکور "صحیفہ" سے کیا مراد ہے؟ اور قرآن مجید میں یہ کن کن مواقع پر کتنی بار استعمال ہوا ہے۔ اسی باب میں دینی صحافت کے متعلق ملک کی معروف دینی و علمی شخصیات کی آراء کو یکجا کیا گیا ہے کہ اُن کے نزدیک، دینی صحافت سے کیا مراد ہے؟

دوسرے باب میں، برصغیر میں دینی صحافت کے آغاز وارتقار کا جائزہ لیا گیا ہے، اور اُن وجوہات کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جب عیسائی مشنری اداروں نے مسلمانوں کے دین اور تہذیب و ثقافت پر یلغار کی تو اس کے دفاع و تحفظ کے لیے مسلمانانِ ہند نے مشنری اداروں کا صحافت کے میدان میں مقابلہ کیا۔ اس باب میں برصغیر سے جاری ہونے والے عیسائی، قادیانی، اشتراکی اور دیگر نظریات کے حامل پرچوں کے آغاز وارتقار کا تذکرہ بھی اختصار سے کر دیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں اِس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ انگریزوں اور ہندوؤں کے پنجۂ استبداد سے نکلنے کے لیے مسلمانانِ ہند نے کیا جدوجہد کی، اور قیامِ پاکستان کے لیے دینی صحافت سے وابستہ رسائل نے کیا کردار ادا کیا، اور اس کے نتیجہ میں قیامِ پاکستان کی منزل کس حد تک قریب آئی۔ اس باب میں اُن علمار کرام اور مشائخِ عظام کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے، جنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کے شانہ بہ شانہ جدوجہد آزادی میں بھرپور حصّہ لیا۔

چوتھے باب میں تحقیقی مقالہ کے لیے منتخب دینی رسائل کے فنّی و معنوی معیار کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران اِن دینی پرچوں کا فنّی اور معنوی معیار کیسا تھا۔ اس سلسلہ میں منتخب دینی رسائل کے مدیران کو تفصیلی سوالنامہ بھجوایا گیا۔ جس کے جوابات کے نتیجہ میں دینی رسائل کے فنّی و معیاری معیار کی بڑی حد تک تصویر کشی ہو گئی ہے۔ اس سوالنامہ کے ذریعے یہ بھی اندازہ ہوا کہ دینی رسائل اپنے ظاہری گٹ اَپ کو بہتر بنانے کیلئے اُردو کمپیوٹر کمپوزنگ اور طباعت واشاعت کی جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کے لیے آمادہ و تیار ہیں۔

پانچویں باب میں ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیار الحق کے ادوارِ حکمرانی کا تنقیدی و تقابلی جائزہ لینے کے لیے منتخب دینی رسائل کے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران شائع ہونے والے ہزاروں کی تعداد

شماروں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ دینی رسائل نے ان دونوں اَدوار کے متعلق کن مثبت اور منفی آراء کا اظہار کیا ہے۔

چھٹے باب میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ تحقیقی مطالعہ کے لیے منتخب دینی رسائل نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران رونما ہونے والے سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل و واقعات پر کیا ردّعمل ظاہر کیا۔ اس باب کی طوالت و ضخامت کو ایک حد تک رکھنے کے لیے گرافوں کی مدد بھی لی گئی ہے کہ کس پرچے نے ان واقعات کا سرسری و اجمالی جائزہ لیا ہے اور کن رسائل نے تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

ساتویں اور آخری باب میں ماحصل و تجزیہ کے عنوان سے گذشتہ ابواب کا جائزہ لیتے ہوئے دینی صحافت کے کردار کا تعین کیا گیا ہے اور دینی صحافت کے مؤثر کردار کے لیے بعض امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔

اُمید کی جاتی ہے کہ پاکستان میں دینی صحافت کے کردار پر مبنی اس تحقیقی مقالہ کی روشنی میں دینی صحافت کے حال کو جاندار اور مستقبل کو تابناک بنانے کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا سکے گا۔

محمد افتخار کھوکھر

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ
بمطابق ۲، فروری ۱۹۹۵ء

۱

دینی صحافت
ایک تعارف

اردو زبان میں استعمال ہونے والا لفظ 'صحافت' - انگریزی لفظ JOURNALISM جرنلزم کا ترجمہ ہے ۔ جبکہ عربی زبان میں صحافت کا لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے ۔

"صحیفہ کے لغوی معنیٰ وہ چیز ہے جس پر لکھا جا سکے ۔ اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں ۔ جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ نامۂ اعمال، خط یا مکتوب، حکم یا فرمان، کتب سماویہ، سچے رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابوں اور احکام وہدایت کے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے ۔" [1]

" صحیفہ سے مراد کتاب، رسالہ، لکھا ہوا، اخبار، کتابچہ اور وہ چھوٹی کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں پر نازل فرمائیں ۔" [2]

صحافت کی ایک معروف کتاب EXPLORING JOURNALISM کے مصنفین - رولینڈ ای ۔ اولزلے اور لارنس آرکیمپ بل نے صحافت کی مختصر مگر جامع تعریف اِن الفاظ میں کی ہے :۔

"JOURNALISM IS THE SYSTEM AND RELIABLE DISSEMINATION OF PUBLIC INFORMATION, PUBLIC OPINION AND PUBLIC ENTERTAINMENT BY MODERN MASS MEDIA OF COMMUNICATION."

ترجمہ : صحافت جدید وسائلِ ابلاغ کے ذریعے عوامی معلومات، رائے عامہ اور عوامی تفریحات

کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے۔"[۳]

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کے بعد اولادِ آدم کو زمین پر بسایا تو اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے خالقِ کائنات نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو پیامبر بنا کر بھیجا اور انسانیت کی فلاح و کامرانی کے لیے الہامی تعلیمات پر مبنی صحیفے نازل فرمائے۔ قرآن مجید میں لفظ "صحیفہ" آٹھ مقامات پر آیا ہے:

۱۔ وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ ط اولم تاتہم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ ۝ (سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۱۳۳)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی یا معجزہ کیوں نہیں لایا، اور کیا اُن کے پاس اگلے صحیفوں کی تعلیمات کا بیانِ واضح نہیں آگیا۔

۲۔ ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ ۝ (سورۃ النجم۔ آیت ۳۶)

ترجمہ: کیا اُسے اُن باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی، جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے۔

۳۔ بل یرید کل امری منھم ان یؤتی صحفاً منشرۃ ۝ (سورۃ المدثر۔ آیت ۵۲)

ترجمہ: بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام کھلے خط بھیجے جائیں۔

۴۔ کلا انھا تذکرۃ ۝ فمن شاء ذکرہ ۝ فی صحف مکرمۃ ۝ مرفوعۃ مطھرۃ ۝ بایدی سفرۃ ۝ کرام بررۃ ۝ (سورۃ عبس۔ ۱۱ تا ۱۶)

ترجمہ: ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے۔ جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے، جو مکرّم ہیں، بلند ہیں، پاکیزہ ہیں، معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔

۵۔ واذا الصحف نشرت ۝ (سورۃ التکویر۔ آیت ۱۰)

ترجمہ: اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

٦ - ان ھذا لفی الصحف الاولی ہ (سورۃ الاعلیٰ - آیت ۱۸)

ترجمہ : یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی ۔

۷ - صحف ابراھیم و موسیٰ ہ (سورۃ الاعلیٰ - آیت ۱۹)

ترجمہ : ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں ۔

۸ - رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطھرۃ ہ (سورۃ البینۃ - آیت ۲)

ترجمہ : اللہ کی طرف سے ایک رسولؐ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے ۔

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہر دور میں آسمانی صحیفے نازل کیے جاتے رہے ۔ قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے ، جس میں کئی جگہ قلم کا ذکر موجود ہے ۔ بطور مثال صرف دو سورتوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے :

۱ - نٓ والقلم وما یسطرون ہ (سورۃ القلم - آیت ۱)

ترجمہ : ن ۔ قسم ہے قلم کی ، اور اس چیز کی ، جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں ۔

۲ - اقراء وربک الاکرام ہ الذی علم بالقلم ہ (سورۃ العلق - آیت ۳ ، ۴)

ترجمہ : پڑھو ! تمہارا رب بڑا کریم ہے ، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا ۔

قرآن مجید میں جن پیغمبروں کا ذکر آیا ہے ۔ اُن میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق عربی روایت ہے کہ ۔ " فنِ تحریر اور خیاطی کے موجد وہی تھے ۔ "[۴]

حضرت ایوب علیہ السلام مقامِ "عوص" میں رہتے تھے ۔ جو کلدانیوں کی سرزمین (ارضِ بابل) اور اہلِ سبا کے ملک یمن کے درمیان واقع تھی ۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا :

" ہے کوئی جو لائے اپنا قلم ، اور لوگ لکھ لیں میرا کلام ، ہے کوئی جو لائے ایک دفتر ، اور لوگ

قلمبند کرلیں لوہے کی قلم سے اور سیسہ کے پتھر پر ہمیشہ کے لیے کندہ کرلیں"۔ ۵؎

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتھر کی تختیوں پر کندہ احکام شریعت عطا کیے جانے کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے :

"پہلی نسلوں کو ہلاک کرکے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (پتھر کی تختیوں پر کندہ) کتاب عطا کی۔ لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سامان بناکر، ہدایت اور رحمت بناکر، تاکہ لوگ سبق حاصل کریں"۔ ۶؎

مولانا ابوالجلال ندوی کے مطابق ـــ

"موئن جو دڑو اور ہڑپا کی مہروں کے دریافت ہونے سے پہلے تک پاک و ہند میں پائے جانے والے قدیم نوشتوں کی قدامت ۲۵۰ قبل مسیح متعین کی جاتی تھی۔ ہڑپا کی مکتوب مہریں ایک ہزار قبل مسیح سے پہلے زمین میں دفن ہوگئی تھیں۔ ان کے وجود کا علم بیسویں صدی کے ابتداء تک کسی کو نہ تھا۔ عرب کے دیار میں جو تحریریں ملی ہیں۔ ان کی قدامت ۱۸۰۰ برس قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔ یونان میں ایک ہزار برس قبل مسیح تحریر کا فن رائج ہوا۔ مصر کی تحریروں کی قدامت ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح تک پہنچتی ہے"۔ ۷؎

انور علی دہلوی کی تحقیق کے مطابق ـــ

"پرانے وقتوں کے کتبے اور ستون، جن کا حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ خبر رسانی کی تاریخ کی گمشدہ کڑیاں ہیں۔ اس زمانہ میں ستونوں اور چٹانوں پر عبارتیں کندہ کرکے سرکاری قوانین، مذہبی احکام اور اخلاقی اصول لوگوں تک پہنچائے جاتے تھے۔ آگے چل کر ستونوں کی جگہ تانبے کی چادروں نے لے لی، جن پر عبارتیں درج کی جاتی تھیں۔ جن کے پڑھنے سے اس وقت کے معاشرتی اور اقتصادی حالات کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ چٹانوں اور ستونوں

پر عبارتیں کندہ کرنے کی مثالیں ہمیں دوسرے ملکوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں ۔ مثلاً بابل و نینوا کے شہروں میں بھی چٹانوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں ۔ اسی طرح کا ایک قدیم پتھر کا کتبہ القدس (بیت المقدس) کے جنوب مشرقی سرے کی ایک پہاڑی پر ملا ہے ۔ اس کی زبان انجیلی عبرانی ہے، اور کم و بیش سات سو سال قبل مسیح کا ہے ۔" ۸ے

محمد عتیق صدیقی کی رائے میں ۔

" حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش سے کوئی ۱۵۰ سال پہلے رومن راج میں روزانہ ایک قلمی خبر نامہ جاری کیا جاتا تھا ۔ جس میں سرکاری اطلاعات ، اور میدانِ جنگ کی خبریں بھی ہوتی تھیں ۔ اس قلمی خبرنامے کو " اِک ٹا ڈیوری نا " کہتے تھے ۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ تھا ۔ جو ACTA اور DURNA سے مرکب ہے ۔ اول الذکر کے معنی کاروائی اور موخر الذکر کے معنی ہیں روزانہ ۔" ۹ے

انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے آخری آسمانی صحیفے قرآن مجید کے نزول کا آغاز نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تدریج کے ساتھ نازل ہونے والے پیغاماتِ ربّانی کو قلمبند کروانے کا اہتمام فرمایا ۔ اصحاب رسولؐ میں سے جو لکھنا جانتے تھے ، انہوں نے اہتمام کے ساتھ کلامِ ربّانی کو ضبطِ تحریر میں لانے کا سلسلہ شروع کیا ۔

" تاریخِ عالم کی پہلی اسلامی ریاست مدینۂ منورہ میں وجود میں آئی تو اس وقت اطلاعات و اخبارات کا باقاعدہ نظام موجود نہیں تھا ۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اس سلسلہ میں کچھ پیشرفت ہوئی ، لیکن نظامِ مراسلت کا باقاعدہ آغاز کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا ۔ خلیفہ عبدالمالک کے دورِ اقتدار میں نظام البرید کو زیادہ بہتر انداز میں منظم

کیا گیا۔ خلافتِ عباسیہ کے معروف حکمران خلیفہ ہارون الرشید نے ایرانی النسل وزیر یحییٰ کی مدد سے خبر رسانی کے نظام کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ جس کے نتیجہ میں سلطنتِ عباسیہ کو مضبوط و مستحکم کرنے میں خاص مدد ملی۔" ۱۰ؔ

برصغیر پاک و ہند میں خبر رسانی کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ ــ

" اشوک کے عہد سے لے کر مغلوں کے دور تک خبروں کی ترسیل و اشاعت کا محدود پیمانے پر کوئی نہ کوئی نظام ہمیشہ موجود رہا، جو ہر زمانے میں فرمانرواؤں کو ملک کے حالات اور رعایا کے خیالات سے باخبر رکھنے کی خدمت انجام دیتا تھا۔ ہر دور کے ہندوستانی حکمرانوں نے خبر رسانی کے نظام کی ضرورت کو محسوس کیا۔ مغلوں نے خبر رسانی کو اعلیٰ پیمانے پر منظم کیا۔ اس مقصد کے لیے وقائع نگار، سوانح نگار، خفیہ نویس اور ہرکارے متعین کیے، جو سلطنتِ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔" ۱۱ؔ

انور علی دہلوی کے مطابق ــ

"شیر شاہ سوری کے عہد میں تو خبر رسانی کا ایسا نظام قائم تھا کہ اس کی مثال اس سے پیشتر کہیں نہیں ملتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی بادشاہوں نے خبر رسانی کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کر لیا تھا کہ ہر ضلع میں ایک اخبار نویس ضرور ہوا کرتا تھا۔ جو اپنے علاقے کی خبریں بادشاہ اور اُس کے وزیروں کو بھیجا کرتا تھا۔" ۱۲ؔ

مغلوں کے دورِ حکومت میں اخبار نویسی کے حوالے سے ابوالفضل نے "آئینِ اکبری" میں لکھا ہے :

" واقعات سلطنت کو قلمبند کرنا نہ صرف مملکت کی ترقی اور انتظام کے لیے ضروری ہے، بلکہ ہر طبقہ اور ہر مجلس کی رونق بحال رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں بھی اس طرح

کا پتہ چلتا ہے ۔ مگر اس کی اصلیت سے اہل زمانہ کو اس عہد مبارک (مغلیہ دور حکومت) ہی آگاہی ہوئی" ۔[۱۳]

ہندوستان کے ایک مؤرخ جادو ناتھ سرکار نے مغلوں کے عہد میں خبر رسانی کے انتظام کے سلسلہ میں اپنی کتاب "مغل ایڈمنسٹریشن" میں لکھا ہے کہ ۔

" مرکزی حکومت کو جن ذرائع سے خبریں حاصل ہوتی تھیں ۔ وہ وقائع نگار، سوانح نگار اور خفیہ نویس و ہرکارے تھے ۔ ہرکارے کے علاوہ باقی تینوں خبریں لکھ کر بھیجتے تھے، جبکہ ہرکارہ زبانی خبریں سناتا تھا ۔ وقائع نویس اور سوانح نگار میں فرق صرف یہ تھا کہ وقائع نویس زیادہ پابندی کے ساتھ خبروں کی اطلاع دیا کرتا تھا اور سوانح نگار کا کام خاص اور اہم واقعات کی اطلاعات دینا تھا" ۔[۱۴]

دُنیا میں مطبوعہ صحافت کا آغاز اور ارتقا ر کب اور کہاں سے ہوا، اس کے متعلق شعبہ ابلاغیات کے ماہر ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی تحقیق یہ ہے کہ ۔

" اصل معنوں میں دنیا کا پہلا اخبار "ٹی پاؤ" (محل کی خبریں) تھا ۔ جو اب سے ایک ہزار سال پہلے چین سے نکلا اور ۱۹۱۱ء تک "پیکن گزٹ" کے نام سے جاری رہا ۔ گویا کاغذ کی ایجاد، طباعت کی ایجاد اور سب سے پہلے اخبار کے اجراء کا سہرا چین کے سر ہے" ۔[۱۵]

مطبوعہ صحافت کا مغربی دنیا میں آغاز و اجراء کب ہوا، اس کے متعلق سید اقبال قادری کی رائے یہ ہے کہ ۔

"مغربی ممالک جہاں صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں دوسری مختلف قسم کی مشینیں بننے لگیں تو اس کے ساتھ ہی طباعت کی مشینیں بھی تیار ہونے لگیں ، جس سے فنِ طباعت کو صحیح معنوں میں فروغ حاصل ہوا ۔ ۱۴۵۵ء میں گٹن برگ نے طباعت کا آغاز سب سے پہلے انجیل چھاپ کر کیا ۔ اس کے لیے دیدہ زیب کتابت کے بلاک بنوائے گئے ۔ اس کے بعد ٹائپ ایجاد ہوا، جس سے طباعت میں مزید سہولت

ہو گئی ۔ ۱۴۷۰ء میں "جین سین" نے رومن ٹائپ تیار کیے ۔ انگلستان میں ولیم کاکسٹن نے ایجاد شدہ ٹائپ میں مزید خوبصورتی پیدا کی ۔ جس کے نتیجہ میں مطبوعہ کتابیں زیادہ آسانی سے پڑھی جانے لگیں ۔ اس کے بعد ایک اطالوی گیام باطستہ بو دونی نے مزید بہتر ٹائپ ایجاد کیے ۔ دستی پریس کے طویل دور کے ۱۸۱۱ء کو سٹیم انجن کی ایجاد ہوئی تو چھپائی کی مشینیں بھی بھاپ کی مدد سے کام کرنے لگیں ۔ جس کے نتیجہ میں چھپائی کی رفتار کئی گنا بڑھ گئی ۔ [۱۶]

ٹائپ کی طرزِ طباعت میں حروف کو پوری عبارت تیار کی جاتی تھی اور اس کی طباعت بھی چھوٹے سائز کے صفحہ پر ہوتی تھی ۔ اس لیے طباعت کے میدان میں تجربات کا سلسلہ جاری رہا ۔ انہی تجربات کے نتیجہ میں، بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید —

"۱۸۳۶ء میں ٹائپ کے مقابلے میں لیتھو کی طباعت شروع ہوئی ۔ اس طرزِ طباعت کے ذریعے ہاتھ سے لکھی جانے والی ہر قسم کی تحریر زیادہ بڑے سائز کے کاغذ پر اور کم قیمت پر چھپنے لگی ۔ اس لیے اس طرزِ طباعت کو بہت قبولِ عام حاصل ہو گیا ۔" [۱۷]

لیتھو طرزِ طباعت کا غلغلہ جاری تھا کہ نت نئے تجربات کے نتیجہ میں ونڈانگ طرزِ طباعت متعارف ہوئی ۔ اس کے نتیجہ میں کتابت و طباعت کی حسن و رعنائی میں اضافہ ہو گیا ۔ ونڈانگ طرزِ طباعت کے ساتھ ہی آفسیٹ طرزِ طباعت کو بھی فروغ ملا ۔ لیکن اس کا طرزِ کتابت قدرے مہنگا تھا ۔ کیونکہ پہلے بڑے سائز پر کتابت کی جاتی تھی ۔ اس کے بعد پازیٹو بنا کر چھوٹا کیا جاتا تھا ۔ اس عمل کے ذریعے کتابت بہت خوبصورت ہو جاتی تھی، اور طباعت بھی جاذبِ نظر ہوتی تھی ۔ لیکن اس سارے عمل میں بہت زیادہ اخراجات آتے تھے ۔

یہ طرزِ کتابت و طباعت اس وقت دم توڑنے لگا ۔ جب ہاتھ کی کتابت کی جگہ کمپیوٹر کمپوزنگ

(نوری نستعلیق) نے لے لی۔ ابتداء میں نوری نستعلیق بھی مہنگا طرزِ کتابت تھا۔ لیکن کمپیوٹر کی قیمتوں میں بتدریج کمی اور نوری نستعلیق کی طرز پر "شاہکار" اور "شیراز" جیسے نئے اور سستے پروگرام آنے کی وجہ سے یہ طرزِ کتابت (کمپیوٹر کمپوزنگ) ہاتھ کی کتابت سے بہتر اور ارزاں بھی ہوگیا ہے۔ ہاتھ کی کتابت کے مقابلے میں اسے برق رفتار طرزِ کتابت بھی کہا جا سکتا ہے۔

اُردو صحافت میں کمپیوٹر کے عمل دخل نے اسے نئی جہتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ کتاب کے ایک صفحے کی ترتیب سے لے کر اخبار کے پہلے صفحہ سے لیکر آخری صفحہ تک، سارا اخبار کمپیوٹر کے ذریعے تیار ہونے لگا ہے۔

دینی صحافت کا تعارف

دینی صحافت کیا ہے؟ اس کا معنی اور مفہوم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ملک بھر کی پچیس[25] سے زیادہ صاحب الرائے اور اہل علم شخصیات کی آراء معلوم کرنے کے لیے رابطہ کیا گیا۔ ان میں سے درج ذیل شخصیات نے دینی صحافت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق۔

"میرے نزدیک مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل کو دینی صحافت قرار دیا جاسکتا ہے۔"[18]

مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے میں۔

"اگرچہ مختلف مسالک و مکاتبِ فکر کے تشخص کے ساتھ رسالہ نکالنا پسندیدہ نہیں، لیکن جب کوئی شخص پاکستان کی دینی صحافت کے بارے میں علمی و تحقیقی کام کرے گا تو میری رائے میں ایسے رسائل کا ذکر ضروری ہے۔"[19]

محمد صلاح الدین کے مطابق ۔

"مختلف مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد کو دینی صحافت قرار دیا جاسکتا ہے۔" [۲۰]

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے نزدیک ۔

"دینی صحافت کے ضمن میں مذہبی مکاتب فکر کے رسالے ضرور شامل ہوں گے ۔ ان کے بغیر یہ موضوع ادھورا رہتا ہے ۔" [۲۱]

پیر محمد کرم شاہ کی رائے میں ۔

" وہ رسائل جو عقائد کے میدان میں تعمیر کی بجائے تخریب کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ ملّت کو متحد کرنے کی بجائے ان میں اختلافات کو ہوا دے کر ایک دوسرے کے خلاف دست بگریبان کرنے کے درپے ہیں، انہیں دینی صحافت میں شامل نہ کرنا ہی بہتر ہے ۔" [۲۲]

ڈاکٹر مسکین علی حجازی کے مطابق ۔

" دینی صحافت سے مراد وہ صحافت ہے ، جو دین کی تعلیمات اور اس کی تبلیغ ، تشریح و توجیہہ کے لیے مختص ہو ، خواہ یہ کام مختلف مسالک و مکاتب فکر کے زاویہ نگاہ ہی سے ہو ۔ اس کے علاوہ روزانہ اخبارات میں بھی دینی کالم شائع ہوتے ہیں ، جو غیر فرقہ وارانہ نوعیت کے ہوتے ہیں ، وہ بھی دینی صحافت کے زمرے میں آتے ہیں" ۔ [۲۳]

ڈاکٹر شیر محمد زمان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ۔

" دینی صحافت میں وہ تمام رسائل و جرائد شامل ہیں ، جو مسلک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں ۔ کسی مجلّہ یا جریدہ کی پالیسی سے اختلاف رائے کیا جاسکتا ہے ۔ لیکن انہیں دینی صحافت کے دائرے سے خارج نہیں کیا جاسکتا ۔" [۲۴]

جاوید احمد غامدی کی رائے میں ۔

" دین کی جس تعبیر کو بھی کوئی شخص اپنے فہم فکر کے مطابق صحیح سمجھتا ہے، وہ اگر اس کے اظہار یا اس کی دعوت و تبلیغ کے لیے کوئی رسالہ یا اخبار نکالتا ہے تو اسے دینی صحافت ہی قرار دیا جائے گا۔ اس وقت جو مکاتب فکر مسلمانوں میں موجود ہیں، وہ اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق دین کی تعبیرات ہی ہیں۔ ہم بے شک اپنی تحقیق کی بنیاد پر ان میں سے کسی کو غلط کہہ سکتے ہیں، یا اسے جزوی یا کلی طور پر اختلاف کرسکتے ہیں۔ لیکن اسے دینی صحافت کے عنوان ہی سے خارج قرار دینے کا حق تو ہم بہر حال نہیں رکھتے۔ " [۲۵]

مولانا گوہر الرحمٰن کے خیال میں ۔

" دینی صحافت کا کردار، دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے قیام و نفاذ کی جدوجہد کرنا ہے، تاکہ صالح معاشرے کی تشکیل ہو سکے۔ باقی رہی فقہی مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر کام کرنے والی صحافت، تو فروعی اور اختلافی مسائل کی بنیاد پر فرقہ وارانہ تعصبات پھیلانے والی صحافت کو کسی طرح بھی دینی صحافت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ " [۲۶]

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق ۔

" یہ چیز بڑی واضح ہے کہ مسالک و مکاتب فکر کے نمائندہ رسائل و جرائد بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ دینی رسائل و جرائد بالعموم مخصوص نظریات کی ترویج کے لیے کام کر رہے ہیں۔ " [۲۷]

ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی کی رائے یہ ہے کہ ۔

" مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد کے مثبت اور منفی کردار سے

انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ایسے تمام رسائل دینی صحافت میں شامل ہونے چاہئیں۔ "[۲۸]

ڈاکٹر سفیر اختر اس سلسلہ میں کہتے ہیں ۔

" اگر مسلک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد، دینی صحافت کے زمرے میں نہیں آتے تو پھر کن رسائل کو دینی صحافت قرار دیا جاسکتا ہے ؟ اس لیے میری رائے میں مسلک و مکاتبِ فکر کے ترجمان رسائل بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں"۔ [۲۹]

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے مطابق ۔

" مختلف مکاتب فکر کی طرف سے شائع ہونے والے رسائل وجرائد بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں۔ کیونکہ صحافت ۔ صحیفہ، صحف، لکھے ہوئے کاغذ کو اور سطحِ زمین کو اور تختی وغیرہ کو کہا جاتا ہے ۔ اس لغوی معنی کی مناسبت سے ہی عُرفی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے "۔ [۳۰]

■ ■ ■

حوالہ جات

[۱] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۔ جلد : ۵، صفحہ : ۵۴۵

[۲] سرہندی وارث ۔ علمی اُردو لغت (جامع) ۔ علمی کتب خانہ لاہور ۔ صفحہ ۹۷۵

[۳] قادری سید اقبال ۔ رہبر اخبار نویسی ۔ ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی ۔ صفحہ ۲۱

[۴] ندوی مولانا ابوالجلال ۔ انسان نے لکھنا کیسے سیکھا ؟ ۔ ابوالجلال ندوی اکیڈمی کراچی ۔ صفحہ ۱۶

[۵] ایضاً " " " "

[۶] مودودی، سید ابوالاعلیٰ ۔ ترجمہ قرآن مجید ۔ سورۃ القصص ۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۔ صفحہ ۹۸۸

۷ ندوی، مولانا ابوالجلال۔ انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی کراچی۔ صفحہ ۱۸

۸ دہلوی، انور علی۔ اُردو صحافت۔ اُردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۴

۹ صدیقی، محمد عتیق۔ ہندوستانی اخبار نویسی۔ انجمن ترقی اُردو، دہلی۔ صفحہ ۲۳

۱۰ ناز، ایم ایس۔ اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ۔ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور۔ ۱۹۸۸ء

۱۱ صدیقی، محمد عتیق۔ ہندوستانی صحافت کے دو سو سال۔ ماہنامہ آجکل دہلی شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء

۱۲ دہلوی، انور علی۔ اُردو صحافت۔ اُردو اکادمی دہلی۔ صفحہ ۱۵

۱۳ ایضاً۔ " " " صفحہ ۱۶

۱۴ ایضاً۔ " " " صفحہ ۱۷

۱۵ خورشید، عبدالسلام ڈاکٹر۔ داستانِ صحافت۔ مکتبہ کارواں، لاہور۔ صفحہ ۱۲

۱۶ نادری، سید اقبال۔ رہبر اخبار نویسی۔ ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی۔ صفحہ ۲۳

۱۷ خورشید، عبدالسلام ڈاکٹر۔ صحافت، پاک و ہند میں۔ مکتبہ کارواں، لاہور۔ صفحہ ۱۱

۱۸ اسرار احمد، ڈاکٹر۔ مدیر مسئول ماہنامہ "میثاق" لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت۔ ۸ فروری ۱۹۹۲ء

۱۹ عثمانی، محمد تقی مفتی۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ "البلاغ" کراچی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت۔ ۷ رجب ۱۴۱۲ھ

۲۰ صلاح الدین، محمد۔ مدیر اعلیٰ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت۔ ۱۷ اپریل ۱۹۹۳ء

۲۱ ظہور احمد، ڈاکٹر۔ شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت۔ ۱۱ اپریل ۱۹۹۳ء

۲۲ شاہ، پیر محمد کرم۔ سرپرست ماہنامہ ضیائے حرم لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت۔ ۲۱ اپریل ۱۹۹۳ء

۲۳ حجازی، مسکین علی ڈاکٹر۔ صدر شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ملاقات۔ ۲۵ اپریل ۱۹۹۳ء

۲۴ زمان، ایس ایم ڈاکٹر۔ سابق وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت۔ ۱۸ مئی ۱۹۹۲ء

۲۵ے غامدی، جاوید احمد ۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ "اشراق" لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت ۔ ۲۰ فروری ۱۹۹۲ء

۲۶ے گوہر الرحمٰن، مولانا ۔ شیخ الحدیث مدرسہ تفہیم القرآن مردان سے مقالہ نگار کی خط و کتابت ۔ ۱۲ / اپریل ۱۹۹۳ء

۲۷ے قادری، محمد طاہر ڈاکٹر ۔ سرپرست ماہنامہ منہاج القرآن لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت ۔ ۱۶ / جون ۱۹۹۲ء

۲۸ے صدیقی، محمد اسلم ڈاکٹر ۔ چیئرمین شعبہ مساجد، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت ۔ ۲۵ / مئی ۱۹۹۳ء

۲۹ے سفیر اختر، ڈاکٹر ۔ استاد شعبہ اصول الدین، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے مقالہ نگار کی ملاقات ۔ ۳۱ / جنوری ۱۹۹۲ء

۳۰ے ہزاروی، محمد عبد القیوم مفتی ۔ استاد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت ۔ ۲۱ / اپریل ۱۹۹۳ء

●—●—●

۲

برصغیر میں دینی صحافت
آغاز و ارتقاء کا جائزہ

برصغیر میں اسلام کا آغاز اُسی سال ہوگیا تھا، جس سال محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا سے اہلِ مکّہ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت پہنچایا تھا۔ برصغیر میں مالابار کے ساحل پر اہلِ عرب کی تجارت کی غرض سے قائم کردہ بستیاں پہلے سے موجود تھیں۔ جب انہیں مکّہ سے آنے والے اپنے تاجر ساتھیوں کے ذریعے نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ پاک کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس پیغام کو دل و جان سے اپنالیا، جو رشد و ہدایت کا ازلی و ابدی پیغام ہے۔ اس پیغام ہدایت کی روشنی میں ان عرب تاجروں نے اپنی زندگیوں کو ڈھالا تو جنوبی ایشیا کے ساحل مالا بار کے اردگرد مسلمانوں کی تہذیب نے جنم لیا۔

پہلی صدی ہجری کے آخری عشرہ میں ایک اہم واقعہ نے عرب مسلمانوں کو برصغیر کی طرف متوجہ کیا۔ سراندیپ (موجودہ سری لنکا) سے روانہ ہونے والے عرب تاجروں کے بحری جہازوں کو مخالف اور تند و تیز ہوا کی وجہ سے سندھ کی اُس دَور کی معروف بندرگاہ دیبل پر لنگرانداز ہونا پڑا، وہاں موجود بحری قزاقوں نے جہازوں کو لوٹ لیا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا۔ اس واقعہ پر ایک گرفتار لڑکی نے عرب کے مسلمان حکمرانوں کو مدد کے لیے پکارا۔ اُس وقت عراق کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ اس نے سندھ کے حکمران راجہ داہر کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا کہ وہ مسلمان عورتوں اور بچوں کو رہا کردے اور جہازوں سے لوٹا ہوا مال و اسباب بھی قزاقوں سے واپس دلوائے۔ لیکن راجہ داہر نے اس بات کی ذرا پرواہ نہ کی۔ اس پر حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن نبہان کو اسلامی فوج کا سپہ سالار بنا کر راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے بھیجا،

لیکن اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی اجازت سے حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو بارہ ہزار فوج کا سپہ سالار بنا کر راجہ داہر کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ محمد بن قاسم نے چھوٹی بڑی لڑائیوں میں کامیابی کے بعد ۱۰ رمضان المبارک ۹۳ ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۷۱۲ء کو فیصلہ کن لڑائی میں راجہ داہر کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔

محمد بن قاسم نے ساڑھے تین سال کے مختصر عرصہ میں سندھ کے وسیع و عریض علاقہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ ملتان کی سرزمین پر بھی اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ اس کے بعد سلطان محمود غزنوی، غیاث الدین بلبن، شہاب الدین غوری نے برصغیر کے وسیع و عریض علاقے کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں کے ساتھ مختلف بزرگانِ دین بھی آئے، جنہوں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مثالی اخلاق و کردار کے نتیجہ میں غیر مسلموں کی بہت بڑی تعداد کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ شیخ علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش، خواجہ معین الدین چشتی، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، شیخ بہاء الدین ذکریا، سلطان سخی سرور، حضرت مخدوم جہانیاں اور دوسرے بزرگانِ دین نے اشاعتِ اسلام کے لیے لازوال کردار ادا کیا۔

برصغیر میں مغلیہ خاندان نے اپنے طویل عرصہ حکمرانی کے نتیجہ میں یہاں کے باشندوں پر اسلامی تہذیب و معاشرت پر گہرے نقوش ثبت کیے۔ لیکن جب جلال الدین اکبر نے عنانِ حکومت سنبھالی تو اس نے غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لیے اپنے غیر مسلم مشیروں اور وزیروں کے مشورے سے "دینِ الٰہی" کی تحریک (جسے معروف معنوں میں دینِ اکبری کہا جاتا ہے) شروع کی۔ اسلام کے خلاف اس باغیانہ عمل کے خلاف اُس دور کی معروف دینی شخصیت حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی نے اصلاحِ احوال کے لیے علم بلند کیا۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے ہندوستان کے سیدھے سادے مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے رائج الوقت فارسی زبان میں قرآن مجید اور احادیثِ نبوی کا ترجمہ و تشریح کی۔ جس کے

نتیجہ میں مسلمانانِ ہند میں دینی شعور بیدار ہوا، اور انہوں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو بدلا اور مشرکانہ و ہندوانہ رسوم و رواج سے چھٹکارا حاصل کیا۔

مغلوں کے دور کو جنوبی ایشیا کی تاریخ کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ لیکن ۱۷۰۷ء میں مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوگیا۔ جو مختلف حالات و کیفیات سے گذرتا ہوا بہادر شاہ ظفر کے دور میں، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد عملاً ختم ہوگیا۔

"۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی نے مسلمانانِ برصغیر کو مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کے واقعات کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کے خلاف انتقامی کاروائیاں شروع کردیں۔ مسلمانوں کو علمی، تہذیبی، ثقافتی اور معاشی لحاظ سے کچل کر رکھ دیا گیا۔ اس مایوس کن صورتِ حال میں مسلمانانِ برصغیر کے چند اکابر نے کمال حکمت اور دانشمندی سے حربی محاذ کی بجائے علمی محاذ سنبھال لیا۔ سب سے پہلے سید احمد خاں (جنہیں بعد میں انگریزوں نے ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں سر کا خطاب دیا) نے مراد آباد میں ۱۸۵۹ء کو برصغیر کا پہلا نجی مسلم تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ جس میں اردو اور فارسی کے ساتھ انگریزی تعلیم کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ۱۸۶۳ء کو مسلمانوں کی مغربی علوم سے براہ راست واقفیت کے لیے غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی۔" [1]

"جن دنوں سر سید احمد خاں، انگریزوں سے محاذ آرائی کی بجائے صلح جوئی کے انداز میں مسلمانوں میں مغربی علوم کو عام کرنے میں مصروف تھے۔ اسی عرصہ میں ملتِ اسلامیہ کا درد رکھنے والے چند نفوسِ قدسیہ نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ذریعے ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو مغلیہ دور کی ایک مسجد چھتہ کے سامنے انار کے ایک درخت کے نیچے دیوبند میں ایک عربی مدرسے کی بنیاد رکھی۔" [2]

"سر سید احمد خاں کی تعلیمی و اصلاحی تحریک اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی دینی و تبلیغی تحریک کے ساتھ ہی ۱۸۸۴ء

میں لاہور کے چند دردمند مسلمانوں نے دینی و علمی تحریکوں کو آگے بڑھانے کے لیے انجمن حمایتِ اسلام قائم کی۔" ۳ے

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ۔" مولانا شبلی نعمانی نے اپنے رفقاء کار کے ساتھ مل کر ۱۸۹۴ء کو مغربی نظام تعلیم اور قدیم درس و تدریس کے امتزاج کا حامل ادارہ "ندوۃ العلماء" قائم کیا۔" ۴ے۔ اس کے بعد مسلمانانِ ہند نے جگہ جگہ مدارس کا جال بچھا دیا۔ جس کے نتیجہ میں برصغیر کے مسلمانوں میں پستی و ذلت سے نجات حاصل کرنے اور ہندوستان کی دوسری اقوام سے مقابلہ و مسابقت کی جرأت و ہمت پیدا ہوئی۔

دینی صحافت کا آغاز و ارتقاء

برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے بہت پہلے پندرھویں صدی کے آخر میں ۔" ۱۴۹۸ء کو واسکوڈی گاما نے ہندوستانی ساحل پر اپنا جہاز لنگرانداز کیا۔ اس کے تقریباً ۵۲ سال بعد ۱۵۵۰ء کو ایک پرتگالی جہاز مالابار کے ساحل پر پہنچا۔ اس جہاز کے سامان کے ساتھ لکڑی کے بنے ہوئے دو چھاپہ خانے بھی تھے۔ ایک مدت تک یہ چھاپہ خانے بیکار پڑے رہے۔ سات سال کے بعد ان میں سے ایک چھاپہ خانہ "گوا" میں لگایا گیا۔ پرتگیزی مشنریوں کو چونکہ مسیحیت کی تبلیغ کے لیے کتابوں کی ضرورت تھی۔ اس لیے انہوں نے "اصولِ مسیحیت" کے نام سے تامل زبان میں سب سے پہلی کتاب شائع کی۔ یہ کتاب ۱۵۵۷ء میں چھاپی گئی۔ یہ سینٹ فرانسس زیورس کی ایک مذہبی کتاب کا تامل زبان میں ترجمہ تھا۔ جو عیسائی مبلغوں کی قائم کردہ درس گاہ میں پڑھائی جاتی تھی۔ اس کتاب کے دوسرے مطبوعہ ایڈیشن ۱۵۵۹ء کا ایک نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔" ۵ے

احمد سعید ملیح آبادی کی تحقیق کے مطابق ۔

" ہندوستان میں چھاپہ خانہ کی آمد ۱۵۵۶ء میں ہوئی تھی۔ وہ بھی اتفاق اور غلطی سے۔ بتایا جاتا ہے کہ لکڑی کا ایک دستی پریس بحری تجارتی جہاز سے آبی سینا (حبش) کے لیے جا رہا تھا۔ ساتھ میں لکڑی کے حروف کی

چھپائی کا سامان بھی تھا ۔ لکڑی کا یہ چھاپہ خانہ یورپ سے حبشہ عیسائی مشن کے لیے بھیجا جا رہا تھا ۔ جہاز "گوا" میں لنگر انداز ہوا تو غلطی سے دوسرے سامان کے ساتھ لکڑی کا یہ پریس بھی اتار لیا گیا ۔ جب غلطی کا علم ہوا تو جہاز روانہ ہو چکا تھا ۔ گوا کے پرتگالی مشنریوں نے اسے غیبی مدد سمجھ کر پریس اپنے پاس رکھ لیا ، تاکہ اس پر عیسائی لٹریچر چھاپا جائے ۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں کلکتہ ، بمبئی اور مدراس میں سرکاری اور غیر سرکاری چھاپہ خانے کام کرنے لگے ۔" [6]

سید اقبال قادری کی تحقیق و جستجو نے بھی احمد سعید ملیح آبادی کی تائید کی ہے :

"ہندوستان میں طباعت کا کام سب سے پہلے پرتگالی مسیحی مبلغوں نے شروع کیا ۔ ۱۵۵۷ء کو "گوا" میں ایک چھوٹی سی کتاب شائع کی گئی ، جس میں مسیحی تبلیغی کام کرنے والوں کے لیے سوال و جواب کی صورت میں عیسائی مذہب کی اہم معلومات درج تھیں ۔" [7]

پرتگالی مشنریوں کے بعد انگریزوں نے بھی برصغیر کا رُخ کیا ۔ اس سلسلہ میں معین الدین عقیل کی تحقیق یہ ہے کہ ـــ

" انگریزوں نے برِعظیم کے ساتھ اپنا پہلا رابطہ اس وقت قائم کیا ، جب انگلستان میں الزبتھ اوّل اور ہندوستان میں اکبر کا دور تھا ۔ سب سے پہلا انگریز جو ہندوستان آیا ، پادری تھامس اسٹیونس تھا ۔ جو ۱۵۷۹ء کو "گوا" کے ساحل پر اترا ۔ جس نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں ۔" [8]

مارٹن مین نے برصغیر میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" برعظیم میں عیسائیت کی تبلیغ سولہویں صدی کے آغاز ہی سے شروع ہو گئی تھی ۔ پرتگالی ، فرانسیسی اور برطانوی مشنریاں بڑے جارحانہ انداز میں تبلیغ کر رہی تھیں ۔" [9]

عیسائی مشنری اداروں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدیداروں کی بھرپور تائید و حمایت حاصل تھی ۔

نلیس کے مطابق ۔

" انگریز عہدیداروں نے فوجوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی حوصلہ افزائی کی اور کمپنی کے ملازمین مسیح کے سپاہی بن کر مذہبی جہاد میں معروف رہے ۔ فوجوں میں عہدوں کی ترقی کا انحصار بڑی حد تک تبدیلیٔ مذہب پر رہ گیا ۔ انیسویں صدی کے نصف اوّل میں کمپنی کے حکام میں تبلیغی جوش و خروش عام تھا ۔" [10]

بنگال میں فارسی اخبارات و رسائل کے آغاز و ارتقار پر گہری نظر رکھنے والے عبدالعلی کی تحقیق کے مطابق ۔

" ۱۸۰۰ء میں تثلیث کے پرچار کے لیے تین عیسائی مشنریوں نے سی رام پور میں مشن قائم کیا۔ جس کا مقصد بنگالیوں میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت تھا ۔ بنگلہ اس زمانے میں محض بول چال کی زبان تھی۔ سی رامپور کے مشنریوں نے اس زبان میں ادب پیدا کیا، اور بنگالی زبان کے ٹائپ اور چھپائی کا انتظام کیا ۔ ان تینوں مشنریوں کے سربراہ ایورنڈ ولیم کیری، ڈاکٹر جو مارش مین اور ولیم وارڈ تھے ۔" [11]

سرسید احمد خاں نے اپنے رسالہ " اسبابِ بغاوتِ ہند " میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ۔

" عیسائی مبلغین کے طریقۂ کار سے اعلانیہ ظاہر ہوتا تھا کہ حکومت کی اعانت ان کو حاصل تھی ۔ سرکاری مدرسوں میں انجیل کی تعلیم لازمی تھی ۔ بعض قوانین کا مقصد صرف یہ تھا کہ عیسائیت قبول کرنے والوں کی مدد کی جائے ۔" [12]

ڈاکٹر معین الدین عقیل نے برصغیر میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ۔

" اعداد و شمار کے مطابق ۱۸۵۲ء تک برعظیم میں ۲۲ مشنری سوسائٹیاں، ۳۱۲ تبلیغی مراکز، ۴۳ تعلیمی ادارے، ۶۸۹ مقامی واعظین، ۳۳۱ کلیسا، جن میں ۱۴۸۱ مقامی پادری تھے ۔ مقامی پادریوں کے علاوہ ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد ۱۲،۱۹۱ ہو گئی تھی ۔ ہندوستان میں عیسائیت کے فروغ اور مسیحی لٹریچر کی اشاعت کے لیے ۲۵ چھاپہ خانے بھی کام کر رہے تھے ۔" [13]

عیسائی مشنری اداروں کی سائنٹفک اور جارحانہ سرگرمیوں نے ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں بے چینی اور تشویش کی لہر دوڑا دی تھی۔ مسلمانوں کے علاوہ اپنے دھرم سے عقیدت اور اس پر خلوصِ نیت سے عمل کرنے والے ہندو بھی اس یلغار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ عیسائی مشنری اداروں نے کتابوں کی اشاعت پر ہی انحصار نہیں کیا تھا، بلکہ رسائل وجرائد کو بھی تبلیغ کے لیے استعمال کیا۔ اس سلسلہ میں "اپریل ۱۸۱۸ء کو عیسائیت کے پرچار کے لیے بنگالی اور انگریزی زبانوں میں "ڈگ درشن" کے نام سے ماہوار رسالہ جاری کیا گیا۔ اس کا ایڈیٹر ڈاکٹر جو مارشمین تھا۔ ڈگ درشن کے فوراً بعد ۳۰ اپریل ۱۸۱۸ء کو سی رامپور مشنریوں نے "فرینڈز آف انڈیا" کے نام سے انگریزی رسالہ جاری کیا۔ ڈگ درشن کی طرح یہ بھی کتابی سائز پر چھپتا تھا۔ مارشمین نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ تھوڑے ہی دنوں بعد "سماچار درپن" کے نام سے ہفتہ وار پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۱۸ء کو جاری کیا۔ اس طرح چند ہی ماہ میں مارشمین نے مشنری جذبہ کے ساتھ مختلف زبانوں میں تین پرچے شروع کر دیئے۔" [۱۴]

"عیسائی مشنریوں کی یلغار کے سامنے سب سے پہلے ایک راسخ العقیدہ برہمن رام موہن رائے نے فارسی زبان میں "تحفۃ الموحدین" لکھ کر بند باندھنے کی کوشش کی۔ تحفۃ الموحدین میں عیسائیت کے علاوہ اس نے ہندو بت پرستی پر بھی شدید اعتراض کیے تھے۔ یہی کتاب اس کے والدین اور عزیز و اقارب سے کشیدگی اور دشمنی کا باعث بن گئی اور اسے گھر بار چھوڑنا پڑا۔" [۱۵]

عیسائی مشنریوں کا اصل ہدف مسلمان تھے، لیکن وہ ہندو مذہب کو بھی ہدفِ تنقید بنانے سے نہیں چوکتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی اُن کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے۔ رام موہن رائے اگرچہ ہندو مذہب سے پوری طرح متفق نہیں تھا، لیکن پھر بھی اس نے ہندو مذہب کی مدافعت اور عیسائیت کے مقابلہ کے لیے ۱۸۲۱ء کو "برہمنیکل میگزین" نکالا۔

سٹین ہوپ کے مطابق ۔

" برہمنیکل میگزین ' سیرام پور کی مشنریوں کے معاندانہ پروپیگنڈے کے جواب میں نکالا گیا تھا۔ " [۶۱]

ہندوؤں کے مدافعانہ انداز کے مقابلے میں مسلمانوں نے عیسائی مشنریوں کو براہ راست چیلنج کیا۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے مطابق ۔

" مسلمانوں میں تحریک ردِ عیسائیت انیسویں صدی کی نہایت اہم تحریک تھی۔ انگریز حکومت کے معاشی اقتدار کے نتیجے میں پست اور تباہ حال ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں کو اپنی مذہبی اور اخلاقی قدریں عزیز تھیں۔ مسلمانوں میں تحریک ردِ عیسائیت کسی مرکزی تنظیم کے تحت نہیں تھی۔ مگر اس کی وسعت اور اثر انگیز جدوجہد قابلِ ذکر ہے ۔ ردِ عیسائیت کی جدوجہد میں وہ مناظرے بڑی اہمیت رکھتے تھے، جو مسلمان علماء اور عیسائی مبلغین کے درمیان ہوئے ۔" [۶۲]

برصغیر میں صحافت کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے اور صحافت کے موضوع پر کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب "تاریخِ صحافت" کے مصنف امداد صابری نے برصغیر میں ردِ عیسائیت کے حوالے سے لکھا ہے ۔

" اُردو میں پہلی مطبوعہ کتاب جو ردِ عیسائیت کے سلسلے میں لکھی گئی " خلاصہ صولۃ الضیغم علی اعداء ابن مریم " تھی۔ اس کے مصنف عباس علی تھے۔ یہ کتاب ۱۲۵۸ ہجری مطابق ۱۸۴۵ ء میں طبع ہوئی۔ یہ پہلی مطبوعہ کتاب تھی، ورنہ اس سے پہلے نہ تو تحریری مناظروں کا رواج تھا اور نہ ہی ردِ عیسائیت میں کتابیں چھاپنے کا دَور تھا۔ " [۶۳]

ردِ عیسائیت کے لیے لکھی جانے والی عباس علی کی کتاب گویا بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا۔ اس کے بعد کئی مسلمان مصنفین نے عیسائیت کی تردید اور اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے کتب تصنیف کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ غلام مصطفیٰ خاں کے مطابق ۔

"مولانا الطاف حسین حالی نے پادری عمادالدین کی دو کتابوں ۔ "تاریخِ محمدی" اور "تحقیق الایمان" کی تردید میں "تریاقِ مسموم" لکھی ۔ اس کے علاوہ مولانا حالی نے دو رسالے "منصفانہ رائے" اور "شواہد الالہام" بھی ردِ عیسائیت میں لکھے ۔" [19]

برصغیر کے معروف ادبی پرچے "دلگداز" کے مدیر مولانا عبدالحلیم شرر نے ہندوستان میں عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف اپنے ناولوں سے بھرپور کام لیا ۔ امداد صابری نے لکھا ہے ۔

"مولانا عبدالحلیم شرر نے اپنے ناولوں کے ذریعے ردِ عیسائیت کا کام لیا ۔ اس ضمن میں ان کا ناول "فلورا فلورنڈا" مثالی ہے ۔ جس میں انہوں نے پادریوں اور کلیساؤں کی زندگی کے تاریک پہلو اجاگر کیے ہیں ۔ ان کی ایک کتاب "مسیح اور مسیحیت" بھی ردِ عیسائیت کے سلسلے کی کڑی ہے ۔" [20]

ڈاکٹر معین الدین عقیل نے مولانا محمد علی مونگیری کے حوالے سے لکھا ہے ۔

"مولانا محمد علی مونگیری، تحریک خلافت کے سرگرم کارکن تھے ۔ قومی اور مذہبی امور میں بڑی دلچسپی لیتے تھے ۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ ردِ عیسائیت میں صرف ہوا ۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک رسالہ بھی جاری کیا، جس کا نام "احمدیہ" تھا ۔" [21]

اس کے علاوہ ۔

"مولانا محمد عثمان فارقلیط، جو بہت مشہور صحافی تھے اور اخبار "الجمعیت" سے متعلق تھے ۔ اس کے علاوہ اخبار مدینہ، زمزم اور رسالہ فاران سے بھی وابستہ رہے، وہ ہمیشہ عیسائیوں کے خلاف برسرپیکار رہے انہوں نے "اصلاح المسلمین" کے نام سے تنظیم بھی بنائی، جو ردِ عیسائیت کے لیے کام کرتی تھی ۔ "ازابلا" کے نام سے تاریخی اور مذہبی داستان لکھی ۔ جس میں اسلام کی صداقت اور عیسائیت کے بطلان کے دلائل بیان کیے ۔" [22]

ردِ عیسائیت کے حوالے سے مولانا الطاف حسین حالی نے سر سید احمد خاں کے متعلق لکھا ہے ۔

"تحریک ردِ عیسائیت میں سر سید احمد خاں کی کوششیں قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے مناظرانہ انداز سے ہٹ کر استدلالی انداز میں "اسباب بغاوتِ ہند" لکھی۔ جس میں وہ عیسائی مشنریوں کو ہندوستان کی بغاوت کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ یہ بجا طور پر عیسائی مشنریوں اور ان کی سرگرمیوں پر سر سید احمد خاں کا موثر اور مدلل اعتراض تھا۔ سر سید احمد خاں کی ایک اور اہم کوشش "خطباتِ احمدیہ" ہے۔ جو سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" کے اعتراضات کے جواب میں بڑی دقتِ نظر اور جانفشانی سے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں اعتراضات کا جواب عام طریقے سے دینے کی بجائے تحقیقی انداز میں دیا گیا۔ خطباتِ احمدیہ کے ساتھ ساتھ سر سید احمد خاں نے گاڈ فرے ہگنس کی نایاب کتاب کا مولانا محمد احسن نانوتوی سے ترجمہ کروا کے "حمایت الاسلام" کے نام سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ لندن میں جان ڈیو یورٹ کی کتاب کا بھی ترجمہ کروایا، جو اس نے عیسائیوں کے خلاف اور اسلام کی حمایت میں لکھی تھی۔ اس کی طباعت و اشاعت اپنے ذمہ لے کر اچھے انداز میں طبع کروایا۔" [۲۳]

عیسائیت کے خلاف مناظرانہ بحث و مباحثہ اور معیری کتابوں کی صورت میں معرکہ آرائی کے بعد عیسائی مشنریوں کی طرح مسلمانوں نے بھی اخبارات و رسائل کو ذریعہ اظہار بنایا۔ اس سلسلہ میں امداد صابری بتاتے ہیں۔

"جس طرح عیسائی مشنریوں نے برعظیم میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہر وہ ذریعہ اپنایا، جو اُن کے کام کو آگے بڑھانے میں مدد دے سکتا تھا۔ ان ذرائع میں اخبارات و رسائل بھی ان کے مذہب کی تبلیغ کا اہم ذریعہ تھے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی اس جانب توجہ دی اور اخبارات و رسائل کے ذریعے عیسائی مشنریوں کے الزامات کے جوابات دیئے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد باقر کے اخبارات "دہلی اردو اخبار" اور "مظہر الحق" میں انگریزوں اور عیسائیت کے خلاف حقارت و نفرت کے جذبات کو بڑی ہوشیاری اور دانشمندی کے ساتھ اُبھارا تھا۔ اسی طرح "سراج الاخبار" اور "قطب الاخبار" بھی ردِ عیسائیت کیلئے

مشہور تھے اور حکومت کی نظروں میں ناپسندیدہ اخبارات تصور کیے جاتے تھے۔" ۲۴

انیسویں صدی کے دوران، عیسائی مشنریوں نے ہندوستان کے طول وعرض میں لاتعداد اخبارات ورسائل جاری کیے۔ یہاں صرف اُن اخبارات ورسائل کا اختصار سے تذکرہ کیا جارہا ہے۔ جنہوں نے برصغیر میں عیسائیت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

"۱۸۲۶ء کے اوائل میں ہفتہ وار اخبار "سیرام پوری" سیرامپور کے پادریوں نے جاری کیا۔ اس اخبار کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ اس کے چند سال بعد امریکن مشن لدھیانہ نے "لدھیانہ اخبار" شروع کیا۔ یہ ہفتہ وار اخبار تھا اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔" ۲۵

"خیر خواہ ہند۔ اردو زبان کا پہلا مسیحی پرچہ تھا۔ جو ۱۸۳۷ء میں پادری آرسی ماتھر کی زیرادارت مرزاپور سے جاری ہوا۔ یہ امریکن چرچ سوسائٹی کا پرچہ تھا۔ جس کا مقصد ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ اور مغربی علوم وفنون کی نشرواشاعت تھا۔ یہ پروٹسٹنٹ مسلک کا داعی اور وسیع المشربی کا علمبردار تھا۔" ۲۶

"پادری عمادالدین نے جنوری ۱۸۶۸ء کو امرتسر سے ماہنامہ "حقائق عرفان" جاری کیا۔ اس پرچے کا مقصد عام پڑھے لکھے لوگوں کو عیسائیت کے حقائق سے آگاہ کرنا اور انہیں مسیحی بنانے کی کوشش کرنا ہوتا تھا۔" ۲۷

"جولائی ۱۸۶۸ء کو الہ آباد سے پادری رلونڈ جے جے والش نے پندرہ روزہ "مخزن مسیح" جاری کیا۔ یہ رسالہ ہندوستانی عیسائیوں کے لیے بطور خاص جاری کیا گیا اور سستے داموں بیچا جاتا تھا۔ اس میں عیسائی مشنری اداروں اور سوسائٹیوں کی پیشرفت کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اسلام اور حضور اکرمؐ کے خلاف گستاخانہ تحریریں چھاپنا اس پرچے کی سرشت میں شامل تھا۔" ۲۸

"پادری ٹی کریون نے ۱۸۶۹ء کو لکھنؤ سے ہفتہ وار "کوکبِ ہند" جاری کیا۔ اس پرچے میں اسلام کے خلاف معاندانہ مضامین چھپتے تھے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اس اخبار کے خلاف سخت ردِ عمل پایا جاتا تھا۔" ۲۹؎

"یکم مارچ ۱۸۷۳ء کو بابو بنسی کی زیرِ ادارت لدھیانہ پریس مشن کی جانب سے "نور افشاں" جاری ہوا۔ اس پرچے کا پرنٹر پادری نیوٹن تھا۔ نور افشاں میں اسلام اور سکھ مذہب کے خلاف مضامین چھپتے تھے۔ سرکار کی سرپرستی کی وجہ سے اس پرچے میں دینِ اسلام پر معاندانہ حملے کیے جاتے تھے۔" ۳۰؎

"پادری رجب علی نے جنوری ۱۸۸۰ء کو عیسائیت کے فروغ کے لیے امرتسر سے ہفت روزہ "سفیرِ ہند" شروع کیا۔ جس میں عیسائیت کے فروغ کے علاوہ عام لوگوں کی دلچسپی کی چیزیں بھی چھاپی جاتی تھیں۔" ۳۱؎

عیسائی مشنری اداروں نے مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی عیسائیت کی تبلیغ کے لیے بطورِ خاص خواتین کے لیے پرچے جاری کیے۔ اس سلسلہ میں ۔

"۵ مارچ ۱۸۸۴ء کو پادری کریون نے پندرہ روزہ "رفیقِ نسواں"۔ اُردو، ہندی، بنگالی اور مدراسی چار زبانوں میں الگ الگ جاری کیا۔ اس پرچے میں سادہ لوح خواتین کو عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ نادار و غریب عورتوں کو یہ پرچہ مفت دیا جاتا تھا۔" ۳۲؎

"ہفت روزہ "سفیرِ ہند" کے علاوہ پادری رجب علی نے ۱۸۸۷ء کو امرتسر سے ماہانہ "پنجاب ریویو" جاری کیا۔ اس پرچے میں عیسائیت کے حوالے سے علمی مضامین شائع کیے جاتے تھے، اور دلائل کے ساتھ لوگوں کو مسیحیت کے لیے قائل کیا جاتا تھا۔" ۳۳؎

ڈاکٹر سفیر اختر کے مطابق ۔

"عیسائی مشنریوں نے یکم اکتوبر ۱۸۶۷ء کو آگرہ سے "آئینہ علم" جاری کیا۔ ۱۸۶۷ء ہی کو دہلی سے

"مواعظِ عقبیٰ" شروع کیاگیا۔ اس سے اگلے سال ۱۸۶۸ء کو میتھو ڈسٹ مشن کے آرگن "کوکبِ عیسوی" کا اجراء ہوا۔ جبکہ ۱۸۶۹ء کو پادری کریوں نے لکھنو سے پندرہ روزہ "شمس الاخبار" جاری کیا۔" ۳۴؎

——— . ——— . ———

ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائیت کی یلغار سے بچانے کے لیے علماء کرام اور مشائخ عظام نے مناظروں اور تقریروں کے ذریعے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ مسلمان اہل علم وقلم نے عیسائیت کے رد اور ابطال کے لیے کئی اہم کتب تصنیف کیں۔ لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں مشنری ادارے کتب کی طباعت واشاعت کے علاوہ اخبارات ورسائل کے ذریعے بھی عیسائیت کی ترویج میں مصروف تھے۔ ایسے میں ردِ عیسائیت کے لیے مسلمانوں کی جانب سے سب سے پہلا پرچہ دہلی سے مولوی کریم الدین نے شروع کیا۔

"مولوی کریم الدین، دہلی کالج میں پروفیسر تھے۔ مترجم، مولف اور مصنف کی حیثیت سے وہ معروف ہوئے۔ مولوی کریم الدین ایک سچے مسلمان اور بےلوث مجاہد تھے۔ اُن کے ایمان کی سچائی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ ان کے سارے خاندان نے دولت کے لالچ میں عیسائیت قبول کرلی، لیکن وہ دولت اور جبر کے ہر حربے سے بے نیاز ہوکر اسلام کو عزیزِ جاں بنائے رہے، اور اپنے جذبات کے اظہار اور ردِ عیسائیت کے لیے ۱۸۴۵ء کو دہلی سے "کریم الاخبار" جاری کیا۔" ۳۵؎

"عیسائی پرچے "مواعظِ عقبیٰ" کی اسلام کے خلاف شرانگیزی کے جواب میں ۱۸۵۰ء کو دہلی سے ہفتہ وار پرچہ "خیرالمواعظ" شروع ہوا۔ اس میں عیسائیت کے رد کے لیے اور عام مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو سنوارنے کے لیے اسلامی تعلیمات پر مبنی مضامین بھی شائع کیے جاتے تھے۔" ۳۶؎

"سید حسین خاں نے عیسائیت کی تردید اور اسلامی اقدار و روایات کی پاسداری کے لیے ۱۸۵۱ء کو لدھیانہ سے ہفتہ وار "نور علیٰ نور" نکالا۔ کافی عرصہ جاری رہنے کے بعد یہ پرچہ بند ہوگیا،

بعد میں مولوی نور محمد نے رسالے کی افادیت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ۱۸۹۳ء کو نئی آب و تاب کے ساتھ از سرِ نو جاری کیا۔" ۳۷؎

"۲۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کو منشی محمد بخش نے انبالہ سے ہفتہ وار "نیر اعظم" شروع کیا۔ یہ ایک معروف مذہبی اور علمی پرچہ تھا۔ لیکن اس میں ردِ عیسائیت کے حوالے سے تحریریں اہتمام سے چھاپی جاتی تھیں۔" ۳۸؎

ہندوستان میں عیسائیت کے خلاف قلمی معرکہ آرائی میں جس پرچے نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، اس کے متعلق جنا داس اختر کہتے ہیں ۔

"منشی محمد شریف نے بنگلور سے ۱۸۷۲ء کو "منشور محمدی" جاری کیا۔ یہ اخبار انگریز مشنریوں کے خلاف لکھتا تھا۔ مصر اور دوسرے اسلامی ممالک میں انگریزوں کے سامراجی ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرتا تھا۔ عیسائی اخبارات و رسائل۔ "نور افشاں" اور "کوکبِ ہند" نے اسلام دشمنی کی حد کر دی تھی۔ ان کو یہ دنداں شکن جواب دیا کرتا تھا۔" ۳۹؎

"۱۸۷۲ء کو دہلی سے سید میر حسن رضوی نے ہفتہ وار "خیر خواہ عالم" کا اجرا کیا۔ اس کے مدیر مرزا عبد الغنی تھے۔ یہ اخبار عیسائی مشنریوں کے جواب میں نکلا تھا۔ اس کے علاوہ انگریز حکمرانوں کی ہندوستانی باشندوں سے ظلم و زیادتیوں کی نشاندہی بھی کرتا تھا۔" ۴۰؎

"عیسائیوں کی تردید میں لاہور سے نادر علی شاہ یوسفی نے ۱۸۷۵ء کو "ناصر الایمان" شروع کیا۔ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے دینی موضوعات پر تحریروں کے علاوہ عیسائی مشنریوں کے معاندانہ پروپیگنڈے کا جواب بھی دیتا تھا۔" ۴۱؎

"مولانا عبد الرحمٰن ناسخ نے ۸ جنوری ۱۸۹۵ء کو دہلی سے ہفتہ وار پرچہ "افضل الاخبار" جاری کیا۔ یہ پرچہ مذہبی معاملات میں راسخ العقیدہ تھا۔ عیسائی مشنری اداروں کی خلافِ اسلام

سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیتا تھا۔ اس کے علاوہ عیسائی مبلغوں کی سرکاری سرپرستی پر ناقدانہ تحریریں لکھتا تھا۔"[۴۲]

سیالکوٹ سے منشی کریم بخش نے عیسائی مشنریوں کے مقابلے میں ۱۸۹۸ء کو پندرہ روزہ "انوار الاسلام" شروع کیا۔ عیسائیوں کے علاوہ دیگر مذاہب باطلہ کی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر ردّ عمل ظاہر کرتا تھا۔ غیر مسلموں کے غلط عقائد کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ "انوار الاسلام" مسلمان مرد و زن کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات بھی آسان اور عام فہم انداز میں پہنچاتا تھا۔ یہ بات بلا خوف و تردید کہی جا سکتی ہے کہ منشی کریم بخش کا پرچہ "انوار الاسلام" اسلام دشمنوں کے خلاف شمشیرِ بے نیام تھا۔"[۴۳]

ہفت روزہ "چودھویں صدی" کا آغاز قاضی سراج الدین احمد نے یکم مارچ ۱۸۹۵ء کو راولپنڈی سے کیا۔ اس پرچے میں ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل، اسلامی موضوعات پر تحریریں اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے حوالے سے تاریخی مضامین چھپتے تھے۔ اس پرچے کا مقصد یہ تھا کہ عیسائی مشنریوں کی جانب سے اسلام کے خلاف پھیلائے جانے والے غلط پروپیگنڈے کا رد کیا جا سکے۔ پرچے میں مشنریوں کی سرگرمیوں کا محاسبہ بھی کیا جاتا تھا۔"[۴۴]

برصغیر میں عیسائی مشنری اداروں کی جارحانہ سرگرمیوں اور ان کے مقابلے میں محکوم و مظلوم مسلمانانِ ہند کی جانب سے اسلام کی مدافعت اور مشنری اداروں کے الزامات و اعتراضات کے جواب کی ایک طویل داستان کی یہ ایک جھلک ہے۔ جس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے دورِ محکومی کے باوجود ایمان کی طاقت کے بل بوتے پر انگریز حکمرانوں کی سرپرستی اور اشیرباد کی حامل عیسائی مشنریوں کے جارحانہ عزائم کو خاک میں ملا کر برصغیر میں اسلام کا پرچم سر بلند رکھا۔

مسلمانانِ ہندوستان نے ابتداء میں تو صرف عیسائیت کی یلغار کو روکنے کے لیے رسائل وجرائد کا آغاز کیا۔ لیکن بہت جلد مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو سنوارنے اور ان کے اندر جذبۂ اسلامی پروان چڑھانے کے لیے اس مفید ذریعہ ابلاغ کا موثر استعمال شروع کر دیا گیا۔

ہندوستان میں آباد مسلمانوں کی اکثریت کا تعلق ملتِ اسلامیہ کے عظیم فقیہہ امام ابوحنیفہ کے مسلک سے تھا۔ اس کے علاوہ صرف قرآن و سنت کو ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ماننے والے اہلِ حدیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براہِ راست وابستگی اور تعلق کا دعویٰ کرنے والے شیعانِ علی بھی موجود تھے۔ امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنے والوں میں وقت گذرنے کے ساتھ بعض معاملات میں اختلافِ رائے پیدا ہوا تو دارالعلوم دیوبند سے وابستہ افراد، دیوبندی کہلائے۔ جبکہ مولانا احمد رضا خاں آف بریلی کے پیروکار بریلوی کہلائے۔ اس طرح برصغیر میں مسلمانوں کے چار معروف مکاتب فکر عوام الناس میں متعارف ہوئے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے ان میں سے جس کسی مکتب فکر کے عالم وادیب نے کوئی پرچہ نکالا، وہ اسی مسلک کے نام سے موسوم ہو کر رہ گیا۔ مکاتبِ فکر کے حوالے سے برصغیر میں دینی پرچوں کے آغاز و ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو صورتِ حال اس طرح سامنے آتی ہے۔

مسلک و مکتبِ فکر کے حوالے سے ہندوستان میں سب سے پہلے شیعہ مکتبِ فکر کی جانب سے رسالہ "مظہرالحق" جاری ہوا۔ نادر علی خاں کے مطابق۔

"اگست ۱۸۴۳ء کو مولوی محمد باقر کے والد مولوی محمد اکبر نے شیعہ عقائد ونظریات کی تائید و اصلاح اور ترویج و اشاعت کے لیے دہلی سے ماہنامہ "مظہرالحق" جاری کیا۔ اس پرچے کے اجراء کا اصل محرک دراصل بغداد کا وہ ہنگامۂ عظیم تھا، جس میں شیعہ حضرات کا زبردست جانی و مالی نقصان ہوا تھا۔ لیکن ہندوستان کے اہلِ سنت اس کے برعکس ثابت کرنے پر کمربستہ تھے۔ "مظہرالحق"

سات برس تک جاری رہنے کے بعد مالی مسائل سے دو چار ہو کر بند ہو گیا ۔" ۴۵

بریلوی مکتبِ فکر کے سب سے پہلے پرچے کے متعلق مولانا جلال الدین قادری کی تحقیق یہ ہے کہ ۔

" محمد فضل حسن صابری نے ۱۸۶۶ء کو رام پور سے ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" جاری کیا۔ جس میں اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے حالات و واقعات کو اہتمام کے ساتھ شائع کیا جاتا تھا ۔" ۴۶

ہندوستان میں اہل حدیث مکتبِ فکر کے سب سے پہلے پرچے کے متعلق ابو یحییٰ امام نوشہروی کی تحقیق و جستجو کے مطابق ۔

" مولانا محمد حسین بٹالوی نے اہل حدیث مکتبِ فکر کا سب سے پہلا رسالہ ' ماہنامہ "اشاعت السنۃ" بٹالہ ' ضلع گورداسپور سے ۱۸۷۷ء کو جاری کیا ۔ اس پرچے کا مقصد عوام الناس میں قرآن و سُنت پر مبنی تعلیمات کی ترویج و اشاعت تھی ۔" ۴۷

دیو بندی مکتبِ فکر کا آغاز ' دارالعلوم دیو بند سے ہوا ، جو ۳۰ رمئی ۱۸۶۷ء کو وجود میں آیا تھا ۔ بانیٔ دارالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی کی یاد میں مجلہ "القاسم" ' دارالعلوم دیو بند کے قیام کے تقریباً ۳۷ برس بعد ۱۹۰۵ء میں جاری ہوا ۔ لیکن اس سے پہلے ۔

" ۱۸۸۲ء کو مولانا غلام محمد سورتی نے دہلی سے ماہنامہ "برہان" جاری کیا ۔ مولانا غلام محمد سورتی ' دارالعلوم دیو بند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارادت مندوں میں شامل تھے ۔ ماہنامہ "برہان" میں مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لیے تحریریں شائع کی جاتی تھیں ۔" ۴۸

انیسویں صدی کے آخر تک جن بریلوی ، دیو بندی ، اہل حدیث اور شیعہ پرچوں نے اپنے عقائد و نظریات کے فروغ اور عام مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے لیے جو نمایاں کردار ادا کیا ۔ ان کا یہاں اختصار سے تذکرہ کیا جا رہا ہے :

بریلوی مکتبِ فکر

برصغیر میں بریلوی مکتبِ فکر کے اولین پرچے ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور کے بعد ۔

"ملتِ اسلامیہ کا درد رکھنے والے اور خاموش قومی کارکن مولوی عبدالرحمٰن شاکر نے ۹ فروری ۱۸۶۷ء کو کانپور سے رسالہ "فیضِ عام" نکالا۔ مختلف مسائل پر مناظرانہ انداز میں تحریریں شائع کی جاتی تھیں۔ بیس تراویح جیسے مسائل پر خوب لکھا جاتا تھا۔" ۴۹

"جنوری ۱۸۷۷ء کو مراد آباد سے ہفت روزہ "نیّرِ اعظم" جاری ہوا۔ اس کے مالک مولوی امجد علی اور مدیر قاسم علی ذکار تھے۔ پرچے میں مسلمانوں کے حقوق کی حمایت، ان کی فلاح و بہبود، اور بزرگانِ دین کے حالات و واقعات کو نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔" ۵۰

"پوٹھوار کے مرکز راولپنڈی سے مہر امین حنفی قادری نے ۱۸۸۵ء کو ماہنامہ "اشاعتِ اسلام" شروع کیا۔ اسلامی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہنچانا، غیر مسلموں کے عقائد و نظریات کا ناقدانہ جائزہ اور علماء و مشائخ کی مختلف تحریروں کو اہتمام سے شائع کرتا تھا۔" ۵۱

"۵ جنوری ۱۸۸۵ء کو مولوی فقیر محمد نے جہلم سے ہفت روزہ "سراج الاخبار" جاری کیا۔ اخبار میں اہلِ تشیع اور اہلِ حدیث حضرات کے خلاف اکثر و بیشتر مضامین شائع ہوتے تھے۔ شاید یہ اس لیے تھا کہ مولوی فقیر محمد کے پرچے کے قارئین ان کے مذہبی عقائد سے بخوبی آگاہ تھے اور مولوی صاحب اپنے قارئین کے مزاج کو سمجھتے تھے۔ مولوی فقیر محمد نے اپنے عقائد کی ترویج و اشاعت کے لیے تذکرہ علماءِ حنفیہ، آفتابِ محمدی، ردِ وہابیہ اور تقلید ائمہ اربعہ جیسی کتب بھی لکھیں۔" ۵۲

"شیخ ریاض الدین بریلوی نے ۱۵ جنوری ۱۸۸۶ء کو کراچی سے ہفت روزہ "معاونِ مجمع محمدی" کا آغاز کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت کو سنوارنے والی تحریریں ہوتی تھیں۔ بزرگانِ دین سے

عقیدت و محبت سے معمور مضامین بھی شاملِ اشاعت ہوتے تھے۔" ۵۳؎

"۱۰ رجنوری ۱۸۹۴ء کو منشی غلام نقشبند نے راولپنڈی سے ہفت روزہ "المسلم" جاری کیا۔ دینی معلومات اور بزرگانِ دین کے حالات اہتمام سے شائع کیے جاتے تھے۔" ۵۴؎

"ضلع رہتک کے شہر جھجر سے مولوی غلام احمد خاں بریاں نے ۱۸۹۵ء کو منظوم رسالہ "مداح النبیؐ" شروع کیا۔ آغاز سے لے کر آخر تک تمام تحریریں نعتیہ انداز لیے ہوتی تھیں۔" ۵۵؎

دیوبندی مکتبِ فکر

انیسویں صدی کے آخر میں شائع ہونے والے دیوبندی مکتبِ فکر کے صرف دو پرچوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک پرچہ دہلی سے مولانا غلام محمد سورتی نے ۱۸۸۲ء کو جاری کیا، جبکہ

"۱۸۹۳ء کو مولانا عبیداللہ سندھی نے سندھ کے علاقے امروٹ سے ماہنامہ "ہدایت الاخوان" کے نام سے نکالا۔ مولانا عبیداللہ سندھی انقلابی ذہن کے مالک تھے۔ اس لیے پرچے کی تحریروں میں انقلابی رنگ خوب جھلکتا تھا۔" ۵۶؎

اہلِ حدیث مکتبِ فکر

۱۸۷۷ء کو اہلِ حدیث مکتبِ فکر سب سے پہلے پرچے "اشاعت السنۃ" کے بعد۔

"یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو مولوی احمد حسن شوکت نے میرٹھ سے ہفت روزہ "شحنۂ ہند" کا اجراء کیا۔ اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے اس پرچے کی سید سجاد حسین زنجانی کے پرچے "طوطئ ہند" کے ساتھ قلمی جنگ رہتی تھی۔ دینی موضوعات کے علاوہ معلوماتی، تاریخی اور اصلاحی تحریریں بھی اس میں شائع ہوتی تھیں۔" ۵۷؎

"۱۸۸۳ء کو بنارس سے ماہنامہ "نصرۃ السنۃ" مولوی محمد سعید نے شروع کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں میں رائج مشرکانہ رسوم و رواج کے خلاف لکھا جاتا تھا، اور انہیں قرآن و سنت پر

مبنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی جاتی تھی ۔" ۵۸؎

" مولوی ضیاء الرحمٰن نے توحید و رسالت کی اشاعت اور مسلک اہل حدیث کی ترجمانی کے لیے ۱۸۹۰ء کو کلکتہ سے ماہانہ "ضیاء السنۃ" جاری کیا تھا۔" ۵۹؎

شیعہ مکتبِ فکر

انیسویں صدی میں شیعہ مکتبِ فکر کے پہلے اخبار "مظہرالحق" دہلی (۱۸۴۳ء) کے تقریباً ۳۹ برس بعد۔

" لکھنو سے مدرسہ ایمانیہ کے زیر اہتمام ہفتہ روزہ "اخبار الاخیار" ۱۸۸۲ء کو جاری ہوا۔ شیعہ مکتبِ فکر کے اس پرچے میں اہل تشیع کے نظریات کی ترویج و اشاعت کی جاتی تھی۔" ۶۰؎

" ۱۵؍ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو لکھنو سے دو روزہ "امامیہ" شروع ہوا۔ اس پرچے میں لکھنو میں آباد اہلِ تشیع کے حالات و واقعات اور ان کی دلچسپی و معلومات کیلئے تحریریں شائع ہوتی تھیں۔" ۶۱؎

" الٰہ آباد سے اہل تشیع کا ایک ہفت روزہ پرچہ "حسنین" کے نام سے نکلا۔ ۱۸۸۴ء کو جاری ہونے والے اس پرچے میں شیعانِ علی کے عقائد و نظریات کی اشاعت کی جاتی تھی۔" ۶۲؎

" سید جواد علی نے یکم جنوری ۱۸۸۶ء کو لاہور سے ہفت روزہ "معائنہ" کا آغاز کیا۔ اس پرچے میں اہلِ تشیع کی تحریروں کے علاوہ ہندوستان کے سیاسی و معاشرتی حالات کا تذکرہ ہوتا تھا۔" ۶۳؎

———•———•———

گذشتہ صفحات پر انیسویں صدی کے صرف اُن پرچوں کا تذکرہ ہوا، جو عیسائیت کے فروغ، عیسائیت کی تردید اور مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کی نمائندگی کرتے تھے۔ اب اُن رسائل و جرائد کا ذکر بھی ہو جائے جنہوں نے مسلمانانِ ہند کی دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت کے علاوہ حقوق و مسائل کے حوالے سے اُن کی آواز کو بلند کیا۔

"سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد کے دوران، ۱۸۳۰ء کو پشاور سے "الجہاد" کے نام سے پشتو پرچہ شروع ہوا۔ جسے عبدالغفار پشوری مرتب کرتے تھے۔ یہ ایک ایسے مصالحے پر چھپتا تھا، جسے ملوہ پریس کہتے تھے۔ اس پر اخبار کی کاپی جما دی جاتی تھی تو اس کے حروف کاغذ پر منتقل ہو جاتے تھے۔ اس اخبار میں جہاد میں معروف مجاہدین کے لیے ضروری اطلاعات اور ان کی اصلاح و تربیت کے لیے تحریریں ہوتی تھیں۔" ۶۴؎

"۱۸۵۹ء کو مدراس کے علاقہ ٹریلکن سے ہفت روزہ "شمس الاخبار" شروع ہوا۔ ابتداء میں اس کے مدیر سید عبدالستار تھے، بعد میں نصیر الدین گھٹالہ اس کے ایڈیٹر بنے۔ اس اخبار میں عالم عرب کے اخبارات سامرجا سے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا جاتا تھا۔ تحریکِ خلافت کے حوالے سے جب اخبار میں ترک حکومت کی مدد کی اپیل شائع ہوئی تو لوگوں نے جوق در جوق اس میں حصہ لیا۔" ۶۵؎

"منشی عبدالحکیم نے ۱۸۶۱ء کو میرٹھ سے "اخبارِ عالم" جاری کیا۔ میرٹھ کا علاقہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے حوالے سے بہت معروف تھا۔ اس لیے اخبارِ عالم میں تحریکِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے والے مجاہدین کے متعلق تحریریں شاملِ اشاعت ہوتی تھیں۔" ۶۶؎

"بنگلور سے سہ روزہ "قاسم الاخبار" ۱۸۶۱ء کو منشی محمد قاسم غم نے نکالا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لیے تحریریں شائع ہوتی تھیں۔ عوام کو درپیش مسائل پر بھی اس اخبار میں آواز اٹھائی جاتی تھی۔" ۶۷؎

اسی دور میں سرسید احمد خاں کے پرچوں "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" اور "تہذیب الاخلاق" کا آغاز ہوا، لیکن ان کا قدرے تفصیل سے تذکرہ آگے آئے گا۔

"۱۸۶۶ء کو سید فخرالدین نے دہلی سے "اکمل الاخبار" شروع کیا۔ اس اخبار میں جنگ آزادی کے

کے واقعات اور اس دوران گرفتار ہونے والے مجاہدین کا تذکرہ ہوتا تھا۔ یہ مسلمانانِ ہند کا بے باک اور نڈر ترجمان تھا، جو ہر حال میں سچی بات لکھتا تھا۔" ۶۹؎

"آگرہ سے بوستان علی اور خواجہ یوسف علی نے ۱۸۶۸ء کو ہفت روزہ "آگرہ اخبار" نکالا۔ یہ اخبار بڑی بے خوفی کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات و جذبات کی اشاعت کرتا تھا۔ آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے میں اس کا کردار نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔" ۷۰؎

"ماہنامہ "ندائے حرم" ۱۸۷۱ء کو دہلی سے مولوی ضیاء الدین نے شروع کیا۔ یہ پرچہ مدرسہ صولتیہ دہلی کا ترجمان تھا۔ اس میں مدرسہ کی کارکردگی کے علاوہ مفید علمی و دینی مضامین شائع ہوتے تھے۔" ۷۱؎

"لکھنؤ سے محمد وزیر نے ۱۸۷۵ء کو ماہنامہ "انجمن اسلام" نکالا۔ اس پرچے میں مذہبی اور اخلاقی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔" ۷۲؎

"۱۸۷۶ء کو سید مرتضیٰ شاہ قادری نے مدراس سے پرچہ "ظہیر الاسلام" جاری کیا۔ دینی مزاج کے اس پرچے میں مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لیے تحریریں شائع کی جاتی تھیں۔" ۷۳؎

"سید محمد مرتضیٰ نے ۱۸۸۱ء کو میرٹھ سے ہفت روزہ "طوطیٔ ہند" نکالا۔ اس کے مدیر سید کرار حسین تھے۔ اس میں قومی و بین الاقوامی حالات کی روشنی میں مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے تحریریں ہوتی تھیں۔" ۷۴؎

"ہفت روزہ "شوکتِ اسلام" حیدر آباد دکن سے جاری ہوا۔ ۱۸۸۲ء کو حیدر آباد سے جاری ہونے والا یہ پرچہ پہلے "پونا" سے نکلا کرتا تھا۔ اس کے مدیر حاجی محمد قاسم کرنان تھے۔ اس میں حکومت کی غلط پالیسیوں اور اقدامات پر تنقید کی جاتی تھی۔" ۷۵؎

"۱۸۸۴ء کو سید عبدالغفور شہباز نے کلکتہ سے ماہنامہ "نور البصیرت" کا اجراء کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کی دینی اقدار و روایات کے حوالے سے مضامین شاملِ اشاعت ہوتے تھے۔" ۷۶؎

"۱۸۸۴ء کو "آئینہ اخلاق" کے نام سے عوام الناس کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لیے مولوی عبدالعزیز نے لاہور سے ہفتہ وار پرچہ جاری کیا۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بھی اس میں دلچسپ اور بامقصد تحریریں ہوتی تھیں۔" [۷۷]

"انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے قیام کے ایک سال بعد ۱۸۸۵ء کو اپنے ترجمان "حمایتِ اسلام" کا اجرا کیا۔ اس ماہانہ پرچے میں مسلمانانِ ہند کی اصلاح و فلاح کے لیے اقدامات تجویز کیے جاتے تھے۔ مسلمانوں میں تعلیم کے فروغ کے لیے بھی اس پرچے نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۸۸۵ء کو جاری ہونے والا یہ پرچہ آج بھی جاری و ساری ہے۔" [۷۸]

"مولوی فضل الدین واعظ نے یکم جون ۱۸۸۴ء کو لاہور سے ہفت روزہ "ہدایت" جاری کیا۔ اس کے مدیر مولوی غلام علی قصوری تھے۔ پرچے میں مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے اور ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے تحریریں شائع کی جاتی تھیں۔" [۷۹]

"ماہنامہ "کلیدِ جنت" سردار علی اختر نے ۱۸۸۵ء کو لاہور سے نکالا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کو دنیا کے مقابلے میں آخرت سے ناطہ جوڑنے کے لیے آمادہ کیا جاتا تھا، تاکہ جنت ان کا مقدر ٹھہرے۔" [۸۰]

"۱۸۸۸ء کو پشاور سے مولوی نصیر احمد نے ماہنامہ "پیغام" جاری کیا۔ یہ مذہبی اقدار کا حامل پرچہ تھا۔ اس کا بڑا مقصد مسلمانوں کو دین کی تعلیم کی جانب راغب کرنا تھا۔ دینی تحریروں کے علاوہ اس پرچے میں ملکی حالات و واقعات کا تذکرہ بھی ہوتا تھا۔" [۸۱]

"پشاور ہی سے ۱۸۹۲ء کو ماہنامہ "حمایت الاسلام" شروع ہوا۔ یہ تعلیمی و تبلیغی رسالہ انجمن حمایت اسلام پشاور کے تحت چھپتا تھا۔ یہ انجمن لاہور میں قائم شدہ انجمن حمایت اسلام کے تحت کام کرتی تھی۔ "حمایت الاسلام" میں عام طور پر دینی و علمی نوعیت کی تحریریں چھپتی تھیں۔" [۸۲]

"مولوی عبدالجبار عمرپوری نے جبل پور سے ۱۵ر مئی ۱۸۹۳ء کو پندرہ روزہ "تبلیغ" جاری کیا۔ پرچے میں مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی اور ان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے والی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔" [۸۳]

"۱۸۹۵ء کو شیخ غلام محمد نے امرتسر سے سہ روزہ "وکیل" کا آغاز کیا۔ اس کے اولین مدیر مرزا حیرت تھے۔ جبکہ مجلسِ ادارت میں مولانا عبداللہ العمادی، مولوی انشاء اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی ممتاز شخصیات شامل تھیں۔ پرچے میں قومی و اسلامی دنیا کے حالات و واقعات کا جائزہ لیا جاتا اور مسلمانوں کے حقوق کی ترجمانی کو اوّلیت دی جاتی تھی۔" [۸۴]

"مولوی فتح محمد نے تحریک رجوع الی القرآن کے ترجمان کے طور پر نارنول (پٹیالہ) سے ۱۸۹۸ء کو ماہنامہ "تذکرۃ القرآن" نکالا۔ مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات کی طرف راغب کرنے کے لیے اس پرچے نے اہم کردار ادا کیا۔" [۸۵]

"ہفت روزہ "البشیر" اٹاوہ سے مولوی بشیرالدین نے ۱۸۹۹ء کو شروع کیا۔ یہ مسلمانوں کا زبردست ملّی و قومی آرگن تھا۔ مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کے لیے سرسید احمد خاں کی تعلیمی تحریک کا زبردست حامی تھا۔ "البشیر" کے صفحات دینی و اصلاحی تحریروں کے لیے وقف تھے۔" [۸۶]

انیسویں صدی کے آخری سال، ۱۹۰۰ء کو مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ہفتہ روزہ "المصباح" جاری کیا۔ مولانا آزاد نے برصغیر کی صحافتی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا۔ اس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

———•———•———

برصغیر میں ہندوستانی صحافت کے ماضی و حال پر گہری نظر رکھنے والے محقق شانتی رنجن بھٹا چاریہ کے مطابق:- "۱۸۲۲ء سے لے کر ۱۹۰۰ء تک پانچ سو سے زیادہ اخبارات و رسائل برصغیر

کے کونے کونے سے جاری ہوئے۔" ۸۷ے

لیکن اتنی بڑی تعداد میں شائع ہونے والے اخبارات و رسائل میں مسلمانوں کے رسائل و جرائد کی تعداد قابلِ رشک نہیں تھی۔ مسلمانوں کا سب سے پہلا اردو اخبار " دہلی اردو اخبار" ۱۸۳۷ء کو جاری ہوا تھا۔ ۱۸۳۷ء سے ۱۹۰۰ء کے دوران تقریباً ۶۳ برس میں مسلمانوں نے جو پرچے جاری کیے تھے۔ اُن میں سے اکثر ردِ عیسائیت اور مذاہبِ باطلہ کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ حملوں کے جواب میں ردِ عمل کے طور پر جاری ہوئے۔

اس طویل عرصہ میں صرف سر سید احمد خاں ایسی شخصیت تھی جس نے جذبات کی رَو میں بہنے کی بجائے شکست خوردہ مسلمانوں کو پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے نیا حوصلہ اور جذبہ عطا کیا۔ انگریزوں اور دوسری اقوام کے شانہ بہ شانہ چلنے کا عزم بخشنے کے لیے دو پرچے بھی جاری کیے۔

"سر سید احمد خاں نے ۱۸۶۶ء کو مسلمانوں میں علوم و فنون جدیدہ کو رواج و ترقی دینے کے لیے" علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ " کا اجراء کیا۔ اس دور میں شائع ہونے والے عام اخبارات و رسائل پر "انسٹی ٹیوٹ گزٹ" کا بہت اچھا اثر پڑا۔ انہوں نے بھی انسٹیٹیوٹ گزٹ کی طرح سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی مسائل و معاملات کو اپنے صفحات پر نمایاں انداز میں پیش کرنا شروع کر دیا۔" ۸۸ے

"سر سید احمد خاں ۱۸۵۸ء کو ہندوستان سے برطانیہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے تقریباً بارہ[۱۲] برس گذارے اس کے بعد ہندوستان واپس آئے تو ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو علی گڑھ سے پرچہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لیے سر سید کی جاری تعلیمی، مذہبی اور معاشرتی تحریک کو تقویت ملی۔ اس پرچے کا مقصد مسلمانوں کو اسلام کے ماضی سے آگاہ کرنا اور مستقبل کے لیے نوجوان نسل کو تیار کرنا تھا۔" ۸۹ے

مولانا الطاف حسین حالی نے حیاتِ جاوید میں لکھا ہے ۔

"تہذیب اخلاق کا حقیقی مقصد مسلمانانِ ہند کو کامل درجہ کی تہذیب سے روشناس کرانا تھا تاکہ اس تہذیب پر عمل پیرا ہو کر ان کا شمار معزز و مہذب اقوام میں ہو سکے ۔ چونکہ یہ پرچہ اسلام کو ایسی صورت میں ظاہر کرتا تھا ، جو مسلمانوں کے عام خیالات کے برخلاف تھی اور ان کے کان میں وہ صدائیں پہنچاتا تھا ، جو انہوں نے پہلے کبھی نہ سُنی تھیں ۔ اس لیے اوّل اوّل لوگ اس سے بہت بھڑکے ، مگر رفتہ رفتہ مسلمانوں کے محدود دائرے میں اس کا اثر پھیل گیا ۔ اَن پڑھ مسلمان جن کی تعداد ہمیشہ گری ہوئی قوم میں پڑھے لکھے لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ "تہذیب الاخلاق" کس جانور کا نام ہے ۔ مولویوں اور واعظوں پر اس کا منتر نہیں چل سکتا تھا ، کیونکہ وہ اس کو نہ صرف مذہب کے حق میں بلکہ شاید اپنے حق میں بھی مضر جانتے تھے ۔ امراء تک اس کی رسائی مشکل تھی ۔ کیونکہ اُن کو مسلمانوں کے تنزل کا یقین دلانا ایسا ہی مشکل تھا ، جیسا کہ مرغابی کو طوفان کا خوف دلانا ہے ۔ اس لیے "تہذیب الاخلاق" کا اثر صرف متوسط درجے کے لوگوں میں محدود رہا ۔ جو نہ محض جاہل تھے اور نہ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور مقدور کے لحاظ سے نہایت پست حالت میں تھے ، اور نہ اعلیٰ درجے کے ۔ لیکن اس کے باوجود اس کی آواز چونکہ زمانے کے موافق تھی ، اس لیے توقع سے زیادہ کامیابی حاصل کی ۔" ۹۰

"تہذیب الاخلاق" نے چھ سال سات ماہ عمر پائی ۔ اس عرصہ میں اس پرچہ میں مسلمانوں کی حالت سنوارنے کے لیے سینکڑوں مضامین چھپے ۔ یہ پرچہ بند ہونے کے بعد تین بار از سرِ نو جاری ہوا ۔ اس سارے عرصہ میں تہذیب الاخلاق نے برصغیر کی تہذیب پر بے پناہ اثرات مرتب کیے ۔ اس کے ذریعے مسلمانوں میں اسلامی اخوت اور مسلم قومیت کا احساس زندہ ہو گیا اور گوشے گوشے میں درس و تدریس کے اسلامی مراکز قائم ہونے لگے ۔ سرسید احمد خان کی جدت و اختراعات بعض دینی حلقوں کو پسند نہ آئی تو انہوں

نے اخبارات و رسائل کے ذریعے محاذ آرائی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن سرسید احمد خاں اپنی دُھن کے پکّے تھے' انہوں نے تمام تر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود اپنا مشن جاری رکھا' اور بالآخر ہندوستان کے کونے کونے تک اُن کا پیغام پہنچ گیا۔" ۹۱ے

سرسید احمد خاں نے اپنے جس مشن کا آغاز "تہذیب الاخلاق" کے ذریعے انیسویں صدی کے آخر میں کیا تھا' اس کے اثرات بیسویں صدی میں مسلمانانِ ہند کے ہر طبقہ زندگی پر مرتب ہوئے۔ اخبارات و رسائل نے مسلمانوں کے اندر جذبۂ بیداری پیدا کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔

سرسید احمد خاں کے پرچے "تہذیب الاخلاق" کے بعد جن رسائل و جرائد نے برصغیر کے مسلمانوں پر نمایاں اور دُور رس اثرات مرتب کیے' اُن میں مولانا ابوالکلام آزاد کا "الہلال" ہے۔

" مولانا ابوالکلام آزاد کی بے پناہ علمی قابلیت اور عدیم المثال ادبی صلاحیت کو زندہ رکھنے کے لیے "الہلال" کی فائلیں ہی کافی ہیں۔ یہ وہ پہلا اخبار ہے' جس نے بہت مختصر مدّت میں سارے ہندوستان میں ادب و صحافت کا سکہ جما دیا تھا۔ اس نے نہ صرف دوست دشمن سے آزاد کی قابلیت کا لوہا منوایا' بلکہ بڑے بڑے شہسوارانِ صحافت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوا۔ "الہلال" کے عنوانات کو فخر و مباہات کے ساتھ دیگر مدیران اپنے اخبار و رسائل میں اپنا لیتے تھے۔ "الہلال" کا غیر فانی کارنامہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کو کچھ اس طریقے سے پیش کیا کہ مسلمان کی سیاست' معاشرت اور تعلیم ساری باتوں کی بنیاد صرف مذہب اور قرآن کی تعلیم بتائی۔

"الہلال" کے علمی' ادبی' سیاسی مضامین نے نہ صرف مذہبی پیشواؤں اور علماء و مشائخ کو متاثر کیا' بلکہ نئی روشنی کے حامل انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے بھی نشانِ راہ کا کام کیا۔ مختصر یہ کہ تاریخِ ادبیاتِ ہند میں "الہلال" کا نام زرّیں حروف سے لکھا جائے گا۔" ۹۲ے

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۲ء میں جب "الہلال" کا اجراء کیا تو اس کے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا۔

"ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لیے نہیں بلکہ تلاش زیاں و نقصان میں آئے ہیں ۔ صلہ و تحسین کے لیے نہیں، بلکہ نفرت و دشنام کے طلبگار ہیں ۔ عیش کے پھول نہیں بلکہ خلش و اضطراب کے لیے کانٹے ڈھونڈتے ہیں ۔ دُنیا کے سیم و زر کو قربان کرنے کے لیے بلکہ خود اپنے تئیں قربان کرنے کے لیے آئے ہیں ۔" ۹۳

مولانا ابوالکلام آزاد نے صرف "الہلال" ہی نہیں نکالا تھا، بلکہ البلاغ، البلاغ، پیغام اور کئی دوسرے پرچے خود نکالے یا اُن کی معاونت سے جاری ہوئے ۔ غرضیکہ مولانا ابوالکلام آزاد نے میدانِ صحافت میں نئی روایات کو جنم دیا ۔ جس نے مسلمانوں کے تنِ مُردہ کو تڑپانے میں بنیادی کردار ادا کیا ۔ سر سید احمد خاں کے روشن خیال پرچے "تہذیب الاخلاق" اور ابوالکلام آزاد کے قدیم و جدید کے امتزاج "الہلال" سے متاثر ہوکر مختلف دینی پرچے جاری ہوئے ۔ جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ۔ ان میں سے چند پرچوں کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا ۔

" دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیرِ اہتمام ۱۹۰۲ء کو "الندوۃ" کے نام سے پرچہ جاری کیا گیا ۔ اس کے مدیر مولانا شبلی نعمانی اور معاون مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی تھے ۔ اس پرچے میں علوم اسلامیہ کی تجدید، عقل و نقل کی تطبیق، معقول و منقول اور قدیم و جدید کے موازنہ اور عربی نصابِ تعلیم کی اصلاح پر عالمانہ اور محققانہ تحریریں چھپتی تھیں ۔ مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقے پر اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوئے ۔ ۱۹۱۶ء کو بند ہونے کے بعد ۱۹۴۰ء کو دوبارہ جاری ہوا ۔" ۹۴

" دارالمصنفین اعظم گڑھ کے تحت مولانا سید سلیمان ندوی کی ادارت میں جولائی ۱۹۱۶ء کو ماہنامہ "معارف" شروع ہوا ۔ اس پرچے نے دنیائے صحافت کو نئے اسلوب سے متعارف کروایا ۔ پرچے کے آغاز میں اداریہ، تعلیمی و تحقیقی مضامین، تاریخی آثار اور نئی کتابوں اور رسائل و جرائد پر تبصرہ کی روایات "معارف" ہی نے متعارف کروائیں ۔ "معارف" اعظم گڑھ کے ساتھ جس پرچے کا ذکر کیا جا سکتا ہے، وہ

ماہنامہ "برہان" ہے۔ جسے ندوۃ المصنفین دہلی کے زیرِاہتمام مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے جاری کیا۔ "معارف" اور "برہان" کی طرح مولانا امین احسن اصلاحی کا پرچہ "الاصلاح" سرائے میر اعظم گڑھ، جاری شدہ ۱۹۳۶ء بھی اعلیٰ پائے کا دینی و علمی رسالہ تھا۔ اسے مولانا حمید الدین فراہی کی یاد میں قائم کردہ "دائرہ حمیدیہ" کی جانب سے شائع کیا جاتا تھا۔ ماہنامہ "معارف" اور "برہان" کے مضامین کے مشترکہ اشاریہ کو عابد رضا بیدار نے "علوم اسلامیہ کی انسائیکلو پیڈیا" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

" واقعہ یہ ہے کہ دونوں پرچوں نے اسلامی اور عمومی علمی موضوعات پر مستند اور ٹھوس مضامین کا اتنا بڑا ذخیرہ اُردو میں فراہم کر دیا ہے کہ اس کی مثال اسلامی دُنیا میں ملنا مشکل ہے۔" [۹۵]

" ماہنامہ "مولوی" دہلی، جسے ۱۹۱۲ء کو مولوی عبدالحمید خان نے جاری کیا، اور سرہند سے ۱۹۲۸ء کو حاجی ولایت علی شاہ کے جاری کردہ "مجدد اعظم" نے تبلیغ اسلام، ردِ بدعات اور اشاعت قرآن وسنت کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ "مجدد اعظم" نے حضرت مجدد الف ثانی کی سیرت و تعلیمات کے ترجمان کی حیثیت سے اسلام کی ترویج میں نمایاں حصہ لیا۔" [۹۶]

" ۱۹۳۳ء کو سید ابوالاعلیٰ مودودی نے حیدرآباد دکن سے ماہنامہ "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ اس سے پہلے ۱۹۳۲ء میں چند ماہ تک مولوی ابومحمد مصلح اس کے ابتدائی مدیر و مالک تھے۔" [۹۷]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی زیرِادارت ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے مولانا ابوالکلام آزاد کی طرح دین و دُنیا کی تفریق کو ختم کرنے اور علامہ اقبال کے پیغام "جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" کو عام کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں۔ "ترجمان القرآن" نے مسلمانانِ ہند کے تعلیم یافتہ افراد کے ذہن و قلب میں ہلچل مچا کر رکھ دی۔

محمد حبیب اللہ نے ۱۹۳۵ء کو لائل پور (فیصل آباد) سے ہفت روزہ "شریعت" جاری کیا۔ ماہنامہ "معارف"

اعظم گڑھ کے تبصرہ نگار کے مطابق ۔

" ہندوستان کے صاحب نظر مفکرین ، اسلامی ہند کے لیے ایک ایسے قانون کے اجراء کی ضرورت کا احساس ایک زمانہ سے کر رہے تھے ۔ جس میں مسلمانوں کے پرسنل لاء فقہ اسلامی کے مطابق ہوں ۔ چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر مولوی حافظ محمد عبداللہ ممبر اسمبلی نے شریعت بل مرتب کر لیا ہے ۔ جو اسمبلی کے اجلاس میں بھیجا جا چکا ہے ، اور اسلامی انجمنیں اور اخبار اس کی پُر زور حمایت کر رہے ہیں ۔ ہفتہ وار "شریعت" مولوی محمد عبداللہ کی نگرانی میں اس مقصد کی تبلیغ و اشاعت کے لیے چند ماہ سے جاری ہوا ہے ۔ ضرورت ہے کہ اس بل پر مسٹر محمد علی جناح کی تائید حاصل کر کے اسے جلد از جلد اسمبلی میں پیش کیا جائے ۔ یہ بل قانون بن جانے کے بعد مولوی حافظ محمد عبداللہ صاحب کی اسمبلی کی زندگی کا ناقابلِ فراموش کارنامہ ہوگا ۔ " ۹۸ ؎

بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں برصغیر میں سیاسی حالات کروٹ لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ۔ مسلمان طویل خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کی آواز کو عام کرنے کے لیے ہندوستان سے جابجا اخبارات و رسائل کے اجراء کا پتہ چلتا ہے ۔ مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لیے کئی پرچے منظرِ عام پر آئے ۔ اسی کی ایک مثال لاہور سے شائع ہونے والا رسالہ سہ روزہ "مسجد" بھی ہے ۔

" مصری شاہ لاہور سے ۱۹۳۶ء کو سید سرور شاہ گیلانی نے سہ روزہ "مسجد" جاری کیا ۔ اس کے متعلق ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نے اپنے مستقل سلسلہ نئے اخبارات و رسائل کے تعارف میں لکھا :

" اسلام کے عہدِ زریں کی اجتماعی زندگی کا مرکز مسجد تھی ۔ ان کے جملہ قومی و مذہبی امور اس مقدس ایوان الٰہی میں طے ہوتے تھے ۔ لیکن اور شعبوں میں انتشار کے ساتھ ساتھ مسجد کی مرکزیت بھی جاتی رہی ۔ سید ولایت

شاہ گیلانی نے مساجد کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق کو از سرِ نو قائم کرنے اور ان کی سماجی کی حیثیت کو بحال کرنے کے لیے تحریک شروع کی ہے۔ ہفت روزہ "مسجد" اسی تحریک کا آرگن ہے۔ اس تحریک کے فرائض نہایت مفید اور وسیع ہیں۔ جن مساجد کی حالت بہتر نہیں اس جانب توجہ دی جائے گی۔ اس کے علاوہ ائمۂ مساجد کی تعلیم و تربیت اور کتب خانوں کا قیام بھی مقاصد میں شامل ہے۔ یہ اخبار جمعہ میں پڑھنے کے لیے ہر ہفتہ کسی مفید مذہبی موضوع پر ایک خطبہ بھی شائع کرتا ہے۔" ۹۹ے

برصغیر پاک و ہند میں جہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مختلف اخبارات و رسائل کا اجراء ہوا، وہیں اسلام مخالف قوتوں نے بھی اپنی بساط کے مطابق اس محاذ پر کام کیا۔ مسلمانوں میں عقائد کا انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی خانہ ساز نبوت کا چکر چلایا، اور اس کی ترویج و فروغ کے لیے ہر ممکن تعاون بھی کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات و نظریات کو پھیلانے کے لیے قادیان سے کئی ایک رسائل و جرائد جاری کیے گئے۔ یہاں ان کا مختصر تذکرہ مناسب ہوگا۔

"قادیانیوں نے ۱۸۹۷ء کو "الحکم" کے نام سے قادیان ضلع گورداسپور سے یعقوب علی تراب کی زیرِ ادارت پرچہ شروع کیا۔ اس پرچے نے غلام احمد قادیانی کے خیالات کو پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔" ۱۰۰ے

"الحکم" کے اجراء کے چار سال بعد اردو، انگریزی زبانوں میں مشترکہ ایک پرچہ جاری کیا گیا۔

"ماہنامہ "ریویو آف ریلیجنز" ۱۹۰۲ء کو علی احمد اجمیری کی ادارت میں قادیان سے جاری ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات کے فروغ کے لیے اس نے نمایاں حصہ لیا۔" ۱۰۱ے

قادیانیوں نے بڑوں ہی کے لیے نہیں، بچوں کے لیے بھی پرچہ شروع کیا۔ "مرزا بشیر الدین محمود کی زیرِ ادارت ۱۹۰۵ء کو بچوں کی ذہنی نشوونما اور ابتداء ہی سے انہیں قادیانیت کی جانب راغب کرنے کے

لیے سہ ماہی "تشحیذ الاذہان" جاری کیا۔ بعد میں اسے ماہنامہ کر دیا گیا۔" [۱۰۲]

" انجمن احمدیہ قادیاں کے زیر اہتمام خواتین کی اصلاح و تربیت کے لیے قاضی ظہور الدین اکمل کی زیر ادارت پندرہ روزہ "مصباح" جاری کیا گیا۔" [۱۰۳]

" مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید خاص منشی قاسم علی نے ۱۹۱۰ء کو دہلی سے ہفت روزہ "الحق" جاری کیا، جو مرزا قادیانی کے خلاف عائد ہونے والے اعتراضات والزامات کا دفاع کیا کرتا تھا۔" [۱۰۴]

" قادیانیت کے فروغ کے لیے قادیاں ہی سے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو کار شیخ محمد یوسف نے پندرہ روزہ "نور" جاری کیا۔" [۱۰۵]

" خواتین کے لیے جاری شدہ قادیانی پرچے پندرہ روزہ "المصباح" کے علاوہ ۱۹۱۲ء کو شیخ یعقوب علی تراب کی زیر ادارت "احمدی خاتون" کا اجراء کیا گیا۔" [۱۰۶]

" قادیانی عقائد و نظریات کے پرچار کے لیے دیگر قادیانی رسائل و جرائد کے ساتھ ساتھ ماہنامہ "البدر" بھی شروع کیا گیا۔ اس میں قادیانی نقطۂ نظر سے اخلاق و تصوف کے موضوعات پر مضامین چھپتے تھے۔" [۱۰۷]

" لاہور سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک پرستار محمد اعظم علوی نے ۱۹۱۳ء کو ہفت روزہ "پیغام صلح" نکالا۔ اس پرچے کا مقصد عام مسلمانوں تک قادیانی نظریات و اعتقادات پہنچانا تھا۔" [۱۰۸]

" ۱۹۱۴ء کو مولوی نورالدین کی ادارت میں قادیاں سے ہفت روزہ "الفضل" جاری کیا گیا۔ جسے بعد میں روزنامہ کر دیا گیا۔ اس پرچے کے ذریعے وسیع پیمانے پر قادیانیت کی تشہیر کی جاتی تھی۔" [۱۰۹]

" قادیاں ہی سے مجلس داعیانِ مباہلہ کی جانب سے ۱۹۲۹ء کو ماہنامہ "مباہلہ" شروع کیا گیا۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات کا دفاع کیا جاتا تھا۔" [۱۱۰]

" مئی ۱۹۳۰ء کو مرزا محمد صادق کی زیر ادارت قادیاں سے سہ ماہی "جامعہ" کا اجراء کیا گیا۔

یہ اُردو اور عربی زبان میں قادیانیوں کا علمی اور تحقیقی پرچہ تھا۔ "[111]

اس کے علاوہ۔ ماہنامہ "فرقان" قادیان، سہ ماہی "المنار" ربوہ، ماہنامہ "خالد" ربوہ، ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ بھی قادیانیت کی ترویج و اشاعت کے لیے جاری کیے گئے۔ "[112]

روس کے اشتراکی انقلاب سے متاثر ہونے والے مسلمانوں نے بھی برصغیر میں معاشی عدم مساوات کے خلاف فضا ہموار کرنے کے لیے کئی ایک پرچے جاری کیے۔ ان پرچوں نے ہندوستان کی تمام پسماندہ اقوام کے افلاس و غربت میں پسے ہوئے لوگوں کو روس کے اشتراکی انقلاب اور سوشلزم و کمیونزم پر مبنی نظریات اور افکار کو عام کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ ان پرچوں میں سے چند ایک نمایاں رسائل و جرائد کا اجمالی تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

" کلکتہ سے ۱۹۳۱ء کو عبدالرزاق ملیح آبادی نے ہفت روزہ "ہند" جاری کیا۔ جس میں عام مسلمانوں کے اندر اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی انقلاب اور اشتراکی خیالات کو پروان چڑھانے والی تحریریں ہوتی تھیں، جبکہ مقالہ افتتاحیہ میں عام طور پر غربت و افلاس کے خلاف لکھا جاتا تھا۔ "[113]

" پھلواری شریف، ضلع پٹنہ سے سردار محمد اسلم خان نے مسلمانوں میں نسلی و نسبی تفاخر کے خاتمے اور سوشلزم کی ترجمانی کے لیے ماہنامہ "مساوات" جاری کیا۔ یہ پرچہ ۱۹۳۴ء کو شروع ہوا۔ "[114]

" سجاد ظہیر نے سوشلزم کے پرچار کے لیے ۱۹۳۸ء کو سہارنپور سے ماہنامہ "چنگاری" کا اجراء کیا۔ انقلاب روس سے پہلے وہاں کی سوشلسٹ پارٹی کا آرگن " اسکرا " (چنگاری) نکلتا تھا۔ اس پرچے نے روس میں انقلاب کا شعلہ بھڑکانے میں بڑی مدد دی۔ اسی خیال سے ہندوستان کے سوشلسٹ نوجوانوں نے یہ "چنگاری" سلگائی ہے۔ اتفاق سے اس کی ادارت سجاد ظہیر کے ہاتھوں میں ہے،

جنہیں "انگارہ" دہکانے کا کافی تجربہ ہے۔ اس لیے یہ "چنگاری" کسی دن شعلہ بن جائے گی۔ اس پرچے کا مقصد انقلابی خیالات کی اشاعت ہے۔" ۱۱۵ ؎

"لکھنؤ سے سید سبط حسن نے اشتراکیت کی ترویج و فروغ کے لیے ہفت روزہ "پرچم" ۱۹۳۸ء کو جاری کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کو سوشلزم کی جانب راغب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔" ۱۱۶ ؎

لکھنؤ ہی سے نکلنے والے ایک اشتراکی پرچے "آگ" کے متعلق ماہنامہ "معارف" کا تبصرہ نگار لکھتا ہے۔

"لکھنؤ کا سیاسی اکھاڑہ، آج کل اخبارات کا دنگل بن رہا ہے۔ جدید ہندوستان کا ہر نوجوان لینن اور ٹراٹسکی بننے کی آرزو رکھتا ہے۔ اس لیے رگوں میں جو آتشِ سیال بھر رہا ہے۔ اس سے یہ شعلہ بھی "آگ" کی طرح پھوٹتا ہے۔ جس کی ہر سطر سے شرارہ نکل رہا ہے۔ رجعت پسندانہ رسوم و رواج، ہندوستان کو تباہی کے کنارے پر لے آئے ہیں۔ "آگ" کے ناشرین کے مطابق۔ مذہب کی آڑ میں انسان کے پوتر (پاک) خون کی ہولیاں کھیلی جارہی ہیں۔ "آگ" رجعت پسندی کو جلا کر بھسم کر دینا چاہتا ہے۔ "آگ" کا اجراء ۱۹۳۸ء کو ہوا۔ اس کا مقصد بے مہار انقلاب اور روسی اشتراکیت کی تبلیغ ہے۔ اس سے قبل "پرچم" کے نام سے بھی ایک پرچہ شروع کیا گیا تھا۔" ۱۱۷ ؎

"۱۹۳۹ء کو لکھنؤ سے ایک اور اشتراکی پرچہ ماہنامہ "نیا ادب" سید سبط حسن کی ادارت میں نکلا۔" "معارف" اعظم گڑھ نے اگست ۳۹ء کی اشاعت میں لکھا۔

"سوشلزم کے عقائد و خیالات سے بحث نہیں، لیکن اب یہ عقیدہ اتنا عالمگیر ہو رہا ہے کہ دنیا کی فلاح اور اس کا امن و امان سوشلزم سے وابستہ کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں اس کے اثرات صرف سیاست تک محدود نہیں رہے، بلکہ ادب و لٹریچر میں بھی اس ذہنی انقلاب کے آثار نمایاں ہیں۔ لکھنؤ سے جاری ہونے والا پرچہ "نیا ادب" اسی انقلاب کا ترجمان ہے۔ جس کے ذریعے نئے پڑھنے والوں کو اشتراکی انقلاب کے افکار و نظریات سے روشناس کرایا جائے گا۔" ۱۱۸ ؎

قادیانی اور سوشلسٹ حضرات کے علاوہ مسلمانانِ ہند کے اندر ایک اور طبقے نے صحافت کے پردے میں نقب لگاکر لادینی محاذ کو تقویت پہنچائی۔ یہ طبقہ ایسے افراد پر مشتمل تھا جو حدیثِ نبوی کا انکار کرتا ہے اور صرف قرآن مجید کو نظامِ ربوبیت کا مظہر جانتا ہے۔ اس سلسلے میں جن پرچوں نے اس نظریے کو فروغ دیا، ان کا تذکرہ بھی اختصار سے یہاں کیا جارہا ہے۔

" ۱۹۲۴ء کو ڈاکٹر چوہدری علم الدین نے امرتسر سے ماہنامہ "بلاغ" جاری کیا۔ اس کا مقصد قرآنی نظام کے غلبہ کی جدوجہد تھا۔" [۱۱۹]

" مولوی محمد فاضل نے نظامِ ربوبیت کے پرچار کے لیے ۱۹۲۶ء کو لاہور سے ماہنامہ "بلاغ القرآن" کا اجراء کیا۔" [۱۲۰]

" اکتوبر ۱۹۳۵ء کو دہلی سے ماہنامہ "طلوعِ اسلام" جامعہ ملیہ دہلی کے سابق استاد سید نذیر نیازی کی زیرادارت نکلا۔ یہ ایک ملّی اور اسلامی رسالہ تھا۔ اس کا افتتاح ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نظم سے کیا گیا۔ رسالے کے اجراء کا اصل مقصد مسلمانوں کو اسلامی نصب العین اختیار کرنے کی دعوت دینا تھا۔ فاضل مرتب کے مطابق ملت اسلامیہ ہند کا قیام صرف آزاد ہندوستان ہی میں ممکن ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو سچّی تڑپ اپنے دل میں رکھنی چاہیے۔" [۱۲۱]

سید نذیر نیازی ایک راسخ العقیدہ عالم دین تھے۔ اس لیے "طلوع اسلام" قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنے کا ذریعہ تھا۔ بعض وجوہ کی بناء پر صرف تین سال بعد یہ پرچہ بند ہوگیا۔ اس کے بعد —

" ۱۹۳۸ء کو "طلوع اسلام" نئے انتظامات کے ساتھ حکیم ذکی احمد کی ادارت میں شروع ہوا۔ اب اس کا انتظام ایسی جماعت کے ہاتھ میں تھا۔ جس میں جمہور مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے مذہب اور سیاست دونوں میں، خصوصاً مذہبی خیالات و معتقدات میں، عام مسلمانوں کے مسلک کے بالکل خلاف تحریریں

چھپتی ہیں ۔ بعض اصول تو بالکل ناقابلِ فہم اور بعید از قیاس ہیں ۔" [۱۲۲]

درحقیقت "حدیثِ نبوی" کو چھوڑ کر صرف قرآن تک خود کو محدود کر کے اس پرچے کو نظامِ ربوبیت کا علمبردار بنا دیا گیا ۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی اور بعد ازاں ۱۹۴۸ء کو لاہور سے اس پرچے کی تجدید تو غلام احمد پرویز نے کی اور حدیثِ نبویؐ سے تعلق ختم کر کے مسلمانوں کے عمومی عقائد و نظریات کے برعکس اسے قرآن مجید تک محدود کر کے نظامِ ربوبیت کی علمبرداری کا دعویٰ کر دیا ۔

" ۱۹۲۹ء کو امرتسر سے ماہنامہ "البیان" جاری ہوا ۔ اس کے مدیر محمد حسن عرشی تھے ۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کے تبصرہ نگار کے مطابق ۔

" ماہنامہ "بلاغ" امرتسر، جماعت اہلِ قرآن کا مشہور رسالہ ہے ۔ غالباً جماعت کے اندرونی اختلافات کے باعث اس کے سابق ایڈیٹر و پبلشر علیم الدین "اُمتِ مُسلمہ" سے خارج کر دیے گئے ہیں ۔ اب ڈاکٹر علیم الدین اور "البلاغ" کی جگہ محمد حسن عرشی نے لے لی ہے ۔ "بلاغ" کے مقاصد اور خصوصیات معلوم و مشہور ہیں ۔ "البیان" اس کا مثنیٰ ہے ۔ صرف نام بدل گیا ہے ۔ باقی مضامین کی نوعیت وہی ہے ۔" [۱۲۳]

برصغیر میں اُردو صحافت کا یہ اجمالی سا جائزہ ہے ۔ جس کے ذریعے ہندوستان میں دینی صحافت کے آغاز و ارتقاء کا پتہ چلتا ہے ۔ انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی عیسائی مشنری اداروں نے صحافت کے محاذ پر جارحانہ انداز میں مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر حملہ کیا تو اس کے ردِّعمل کے طور پر مسلمانانِ ہند نے ۱۸۳۰ء سے ۱۹۰۰ء کے دوران ۸۶ اخبارات و رسائل جاری کیے جبکہ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۶ء تک ۲۴۱ سے زائد پرچے جاری کیے ۔ اس باب کی طوالت کے پیشِ نظر مسلمانوں کے دینی پرچوں کے علاوہ معروف عیسائی، قادیانی، اشتراکی اور دیگر نظریات کے حامل اخبارات و رسائل کی فہرست کو مقالہ کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر شامل کر دیا گیا ہے ۔

حوالہ جات

۱ے شاہد، مہر ریاض ۔ تحریک پاکستان ۔ مکتبہ القریش اردو بازار، لاہور ۔ صفحہ ۱۹ ۔ ۱۹۸۳ء

۲ے ارشد، عبدالرشید" ماہنامہ الرشید ۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر ۔ صفحہ نمبر ۱۰ ۔ ۱۹۸۰ء

۳ے شاہد، مہر ریاض ۔ تحریک پاکستان ۔ مکتبہ القریش اردو بازار، لاہور ۔ صفحہ ۲۲ ۔ ۱۹۸۳ء

۴ے ایضاً " " " " صفحہ ۲۴ "

۵ے CAREY : EXIBITION OF EARLY PRINTING CATALOGUE

۶ے ملیح آبادی، احمد سعید ۔ اردو صحافت اور کتابت ۔ ماہنامہ آجکل دہلی ۔ اردو صحافت نمبر ۔ نومبر دسمبر ۱۹۸۳ء

۷ے قادری، سید اقبال ۔ رہبر اخبار نویسی ۔ ترقی اردو بیوروئی دہلی ۔ صفحہ ۳۴ ۔ ۱۹۸۹ء

۸ے عقیل، معین الدین، ڈاکٹر ۔ تحریک آزادی میں اردو کا حصہ ۔ انجمن ترقی اردو، کراچی ۔ ۱۹۷۶ء

۹ے MARSHMAN : LIFE OF CAREY. P: 191.

۱۰ے PHILIPS : EAST INDIA COMPANY. P: 161

۱۱ے ABDUL ALI : PERSIAN PAPERS OF CALCUTTA. P: 297.

۱۲ے خان، سر سید احمد ۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند ۔ صفحہ نمبر ۲۷

۱۳ے عقیل، معین الدین، ڈاکٹر ۔ تحریک آزادی میں اردو کا حصہ ۔ انجمن ترقی اردو کراچی ۔ ۱۹۷۶ء

۱۴ے CATALOGUE OF NEWS PAPERS N.L. CALCUTTA. P: 230

۱۵ے HOME : RAM MOHAN ROY & PROGRESSIVE MOVEMENT. P: 282.

۱۶ے STAN HOPE : INFLUENCE OF PRESS IN BRITISH INDIA. P: 35.

[17] عقیل، معین الدین، ڈاکٹر۔ تحریک آزادی میں اردو کا حصہ۔ انجمن ترقی اردو، کراچی۔ ۱۹۷۶ء

[18] صابری، امداد۔ فرنگیوں کا جال۔ مکتبہ امداد صابری، چوڑیوالان۔ دہلی۔ ۱۹۴۹ء

[19] خان، غلام مصطفیٰ۔ حالی کا ذہنی ارتقاء۔ اعلیٰ کتب خانہ، کراچی۔ ۱۹۵۶ء

[20] صابری، امداد۔ فرنگیوں کا جال۔ مکتبہ امداد صابری چوڑیوالان، دہلی۔ ۱۹۴۹ء

[21] عقیل، معین الدین، ڈاکٹر۔ تحریک آزادی میں اردو کا حصہ۔ انجمن ترقی اردو کراچی۔ ۱۹۷۶ء

[22] صابری، امداد۔ فرنگیوں کا جال۔ مکتبہ امداد صابری، چوڑیوالان دہلی۔ ۱۹۴۹ء

[23] حالی، الطاف حسین، مولانا۔ حیاتِ جاوید۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۷۲

[24] صابری، امداد۔ تاریخ صحافت۔ مکتبہ امدادی صابری چوڑیوالان دہلی، جلد اول۔ صفحہ ۱۱۱

[25] زیدی، نیلر حسین، ڈاکٹر۔ برصغیر کی ابتدائی صحافت۔ مکتبہ اسلوب کراچی۔ صفحہ ۲۰

[26] خان، نادر علی۔ اردو صحافت۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ ۱۹۸۹ء

[27] شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

[28] محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخبارات ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار۔ لاہور۔ ۱۹۰۳ء

[29] صابری، امداد۔ تاریخِ صحافت۔ جلد دوم۔ مکتبہ امداد صابری چوڑیوالان دہلی۔ صفحہ ۲۹۳

[30] محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخبارات ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار۔ لاہور۔ ۱۹۰۳ء

[31] شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

[32] محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخبارات ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور۔ صفحہ ۴۵۔ ۱۹۰۳ء

[33] شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

[34] سفیر اختر، ڈاکٹر۔ مقالہ: دینی صحافت ماضی و حال کے آئینے میں۔ دو روزہ سیمینار، دعوۃ اکیڈمی۔ اپریل ۱۹۹۴ء

۳۵؎ ناز، ایم ایس - اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ - سنگ میل پبلیکیشنز لاہور - صفحہ ۱۶۲ - ۱۹۸۸ء

۳۶؎ عقیل، معین الدین، ڈاکٹر - تحریک آزادی میں اردو کا حصہ - انجمن ترقی اردو کراچی، صفحہ ۶۶۱ - ۱۹۷۶ء

۳۷؎ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر - کتابیات اردو اخبارات و رسائل - مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد - ۱۹۸۷ء

۳۸؎ ایضاً " " " " "

۳۹؎ اختر، جناداس - ماہنامہ آج کل نئی دہلی - اردو صحافت نمبر - شمارہ: نومبر دسمبر ۱۹۸۳ء

۴۰؎ محبوب عالم، منشی - فہرست اخبارات ہند - کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور - صفحہ ۴۱ - ۱۹۰۳ء

۴۱؎ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر - کتابیات اردو اخبارات و رسائل (جلد دوم) مقتدرہ قومی زبان - ۱۹۸۵ء

۴۲؎ محبوب عالم، منشی - فہرست اخبارات ہند - کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور - صفحہ ۷ - ۱۹۰۳ء

۴۳؎ فوق، محمد الدین، منشی - اخبار نویسوں کے حالات - ادارہ کشمیری میگزین لاہور، صفحہ ۹ - ۱۹۱۲ء

۴۴؎ محبوب عالم، منشی - فہرست اخبارات ہند - کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور - صفحہ ۲۹ - ۱۹۰۳ء

۴۵؎ خان، نادر علی - اردو صحافت کی تاریخ - ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ - ۱۹۸۷ء

۴۶؎ قادری، جلال الدین، مولانا - خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس - مکتبہ رضویہ، گجرات

۴۷؎ نوشہروی، امام ابویحییٰ - ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات - مکتبہ نذیریہ، چیچہ وطنی

۴۸؎ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر - کتابیات اردو اخبارات و رسائل - مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد - ۱۹۸۷ء

۴۹؎ ماہنامہ اخبار اردو کراچی - مقتدرہ قومی زبان - کراچی - ۱۹۸۲ء

۵۰؎ صابری، امداد - تاریخ صحافت، جلد سوم - مکتبہ صابری چوڑی والان، دہلی، صفحہ ۵۶ - ۱۹۷۲ء

۵۱؎ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر - کتابیات اردو اخبارات و رسائل - مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد - ۱۹۸۷ء

۵۲؎ فوق، محمد الدین، منشی - اخبار نویسوں کے حالات - ادارہ کشمیری میگزین، لاہور - صفحہ ۵۸ - ۱۹۱۲ء

۵۳ے شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اُردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۵۴ے ایضاً " " " " " " " " "

۵۵ے ایضاً " " " " " " " " "

۵۶ے ایضاً " " " " " " " " "

۵۷ے محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور۔ ۱۹۰۳ء

۵۸ے شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اُردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۵۹ے محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور۔ ۱۹۰۳ء

۶۰ے صابری، امداد۔ تاریخ صحافت، جلد دوم۔ مکتبہ صابری چوڑیوان، دہلی۔ صفحہ ۴۳۷

۶۱ے صابری، امداد۔ تاریخ صحافت، جلد سوم۔ مکتبہ صابری چوڑیوان، دہلی صفحہ ۲۲۱

۶۲ے فوق، محمد الدین، منشی۔ اخبار نویسوں کے حالات۔ ادارہ کشمیری میگزین، لاہور۔ ۱۹۱۲ء

۶۳ے شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر، کتابیات اُردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۶۴ے ملک، اجمل۔ صحافت صوبہ سرحد میں۔ قومی پبلشرز، لوئر مال لاہور۔ صفحہ ۲۳۔ ۱۹۸۰ء

۶۵ے صابری، امداد۔ تاریخ صحافت، جلد دوم۔ مکتبہ صابری چوڑیوان، دہلی۔ صفحہ ۱۶۴۔

۶۶ے بھٹاچاریہ، رنجن شانتی۔ ماہنامہ آجکل نئی دہلی۔ اُردو صحافت نمبر۔ شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۸۳ء

۶۷ے محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور۔ صفحہ ۵۵۔ ۱۹۰۳ء

۶۸ے عقیل، معین الدین، ڈاکٹر۔ تحریک آزادی میں اُردو کا حصّہ۔ انجمن ترقی اُردو کراچی۔ صفحہ ۲۵۶ - ۱۹۷۶ء

۶۹ے صابری، امداد۔ تاریخ صحافت۔ جلد دوم۔ مکتبہ صابری، چوڑیوان، دہلی۔ صفحہ ۲۳۲

۷۰ے ایضاً " " " صفحہ ۲۸۱

۷۱ے نئے اخبارات و رسائل۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ اگست ۱۹۴۱ شمارہ ۲، جلد ۴۸

۷۲ے بھٹناچاریہ رجنی شانتی۔ انیسویں صدی کے اخبار و رسائل۔ ماہنامہ آج کل نئی دہلی۔ شمارہ نومبر و دسمبر ۱۹۸۳ء

۷۳ے فوق، محمد الدین، منشی۔ اخبار نویسوں کے حالات۔ ادارہ کشمیری میگزین، لاہور۔ ۱۹۱۲ء

۷۴ے محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور۔ صفحہ ۵۷۔ ۱۹۰۳ء

۷۵ے کاظمی، تمکین، سید۔ حیدرآباد دکن کے اخبارات و رسائل۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، شمارہ ۵، ۲ جلد ۳۹

۷۶ے بھٹناچاریہ رجنی شانتی۔ انیسویں صدی کے اخبار و رسائل۔ ماہنامہ آجکل نئی دہلی شمارہ نومبر و دسمبر ۱۹۸۳ء

۷۷ے شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۷۸ے محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور۔ ۱۹۰۳ء

۷۹ے شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۸۰ے ایضاً " " " " "
" " " "

۸۱ے ملک، اجمل۔ صحافت، صوبہ سرحد میں۔ قومی پبلشرز، لوئر مال لاہور۔ صفحہ ۳۶۔ ۱۹۸۰ء

۸۲ے ایضاً " " " " "
" " " "

۸۳ے بھٹناچاریہ رجنی، شانتی۔ انیسویں صدی کے اخبار و رسائل۔ ماہنامہ آجکل نئی دہلی، شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۸۳ء

۸۴ے صابری، امداد۔ تاریخ صحافت، جلد سوم۔ مکتبہ صابری، چوڑیوالان، دہلی۔ صفحہ ۶۵۸

۸۵ے شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۸۶ے محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور۔ صفحہ ۹۔ ۱۹۰۳ء

۸۷ے بھٹناچاریہ رجنی، شانتی۔ انیسویں صدی کے اخبار و رسائل۔ ماہنامہ آجکل نئی دہلی۔ اردو صحافت نمبر۔ ۱۹۸۳ء

۸۸ے ابوعاصم، سید۔ برصغیر میں اردو صحافت کا ارتقاء۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ نومبر ۱۹۴۲ء

۸۹ـ اکرام، محمد شیخ۔ موجِ کوثر ۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور۔ صفحہ ۸۷۔ ۱۹۵۸ء

۹۰ـ حالی، الطاف حسین۔ حیاتِ جاوید۔ عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔ صفحہ ۲۲۱۔ ۱۹۶۵ء

۹۱ـ ناز، ایم ایس۔ اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔ صفحہ ۲۲۵۔ ۱۹۸۸ء

۹۲ـ راشدی، وفا۔ بنگال میں اردو صحافت۔ مکتبہ اشاعتِ اردو، حیدر آباد سندھ۔ ۱۹۵۵ء

۹۳ـ آزاد، ابوالکلام مولانا۔ "الہلال"۔ شمارہ: ۱، جلد: ۱، ۲۷ر جولائی ۱۹۱۲ء

۹۴ـ کھوکھر، ضیاء اللہ۔ ضیاء ریسرچ لائبریری، ۸۳۔ بی، ماڈل ٹاؤن۔ گوجرانوالہ

۹۵ـ سفیر اختر، ڈاکٹر۔ مقالہ: دینی صحافت، ماضی و حال کے آئینے میں۔ دو روزہ سیمینار دعوۃ اکیڈمی اپریل ۱۹۹۴ء

۹۶ـ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۹۷ـ ایضاً " " " " " " "

۹۸ـ نئے اخبارات و رسائل۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔ شمارہ: ۴ جلد: ۳۵

۹۹ـ ایضاً " " " اپریل ۱۹۳۷ء۔ شمارہ: ۴ جلد: ۳۷

۱۰۰ـ صابری، امداد۔ تاریخ صحافت، جلد سوم۔ مکتبہ صابری چوڑیوالان دہلی۔ صفحہ ۷۱۰۔

۱۰۱ـ محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند۔ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور۔ صفحہ ۴۷۔ ۱۹۰۳ء

۱۰۲ـ فوق، محمد الدین، منشی۔ اخبار نویسوں کے حالات۔ ادارہ کشمیری میگزین، لاہور۔ ۱۹۱۲ء

۱۰۳ـ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۷ء

۱۰۴ـ صابری، امداد۔ تاریخ صحافت، جلد چہارم۔ مکتبہ صابری چوڑیوالان دہلی۔ صفحہ ۸۱۹

۱۰۵ـ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات، اردو اخبارات و رسائل۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۷ء

۱۰۶ـ ایضاً " " " " " "

۱۰۷ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل - مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

۱۰۸ ایضاً " " " " " "

" " " "

۱۰۹ ایضاً " " " " "

" " " "

۱۱۰ ایضاً " " " " "

" " " "

۱۱۱ ایضاً " " " " "

" " " "

۱۱۲ نقوی، عارف حسین۔ ذاتی لائبریری۔ پرنسپل فیڈرل گورنمنٹ ہائی سکول ایف ۶ اسلام آباد

۱۱۳ نئے اخبارات و رسائل۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ۔ جنوری ۱۹۳۵۔ شمارہ: جلد:

۱۱۴ ایضاً " " " اکتوبر ۱۹۳۵ء، شمارہ: جلد:

۱۱۵ ایضاً " " " " اگست ۱۹۳۹ء۔ شمارہ: جلد:

۱۱۶ ایضاً " " "

" " " " "

۱۱۷ ایضاً " " " " "

" " " " "

۱۱۸ ایضاً " " " " "

" " " " "

۱۱۹ ککوکر، ضیاء اللہ۔ ضیاء ریسرچ لائبریری۔ ۸۳۔ بی، ماڈل ٹاؤن۔ گوجرانوالہ

۱۲۰ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل، مقتدرہ قومی زبان۔ ۱۹۸۷ء

۱۲۱ ککوکر، ضیاء اللہ۔ ضیاء ریسرچ لائبریری۔ ۸۳۔ بی، ماڈل ٹاؤن۔ گوجرانوالہ

۱۲۲ فوق، محمد الدین، منشی۔ اخبار نویسوں کے حالات۔ ادارہ کشمیری میگزین، لاہور۔ ۱۹۱۲ء

۱۲۳ شاہجہانپوری، ابوسلمان، ڈاکٹر۔ کتابیات اردو اخبارات و رسائل مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۸۷ء

●—●—●

۳

قیام پاکستان میں دینی صحافت کا کردار

قیامِ پاکستان میں دینی صحافت کا کیا کردار تھا۔ ایک عام قاری کے لیے یقیناً یہ عجیب سا سوال ہے۔ لیکن تاریخ و صحافت سے گہری وابستگی اور تعلق رکھنے والے افراد اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں دینی صحافت کا بہت اہم اور نمایاں کردار ہے۔ اس کردار کے پس منظر میں وہ علماء و مشائخ اور دینی و علمی شخصیات تھیں، جن کی زیرِ سرپرستی سے ہندوستان بھر سے دینی رسائل و جرائد کا اجراء ہوا۔

حکیم آفتاب حسن قرشی، تحریکِ پاکستان کے نمایاں اور سرگرم رہنما تھے۔ اُن کے مطابق ـــ

"برصغیر جنوبی ایشیا میں اسلام کا فروغ، اشاعت اور اسلامی تمدّن کا رواج علماء اور مشائخ کا رہینِ منت ہے۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخ نے ہمیشہ حق و صداقت کے پاسبان اور اسلام کی عظمت کے علمبردار رہے ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد انگریزوں کا تسلط قائم ہوا تو علماء و مشائخ نے ان کی مخالفت کی۔ بنگال میں حاجی شریعت اللہ اور تیتو میر نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔ سید احمد شہید نے سرحد کے ایک علاقے میں اسلامی حکومت قائم کرکے سکھوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔" [1]

"سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد کے دوران ۱۸۳۰ء کو پشاور سے مجاہدین کی تربیت و رہنمائی اور ضروری اطلاعات کے لیے "الجہاد" کے نام سے پرچہ جاری کیا۔ جس کے مدیر عبدالعزیز پشوری تھے۔" [2]

"۱۸۵۷ء میں جن علماء نے انگریزوں کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا، اُن میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عبدالرشید گنگوہی، حافظ ضامن علی شہید، مولانا فضل حق

خیرآبادی اور سید احمد اللہ مدراسی خاص طور پر مشہور ہیں ۔ تحریکِ آزادی کی جدوجہد میں متعدد علماء دار ورسن کی آزمائش سے گذرے "۔ ۳ے

انیسویں صدی، ہندوستان پر انگریزوں کے بھرپور غلبے اور تسلط کی صدی قرار دی جاسکتی ہے ۔ اس صدی میں ہندوستان کی تمام اقوام کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی گئی، مسلمانوں نے نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ مصائب و مشکلات کو برداشت کیا اور اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ کے لیے جدوجہد جاری رکھی ۔

" بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں نے سیاسی کروٹ لی تو علماء و مشائخ اس قومی بیداری میں پیش پیش تھے ۔ جب کانپور کی مسجد کا ایک حصّہ برطانوی حکومت نے ۱۹۱۳ء میں گرایا تو علماء و مشائخ نے بڑی پامردی سے حکومت کے اس اقدام کی مخالفت کی ۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں دینی رہناؤں نے مسلمانوں کی رہنمائی کی ، اور ترکوں کی مدد کے لیے چندہ جمع کیا ۔ جنگِ عظیم اوّل کے بعد جب تُرکی اور خلافتِ عثمانیہ کو بچانے کے لیے تحریک چلی تو اس میں علماء اور دینی رہناؤں نے بھرپور حصّہ لیا ۔ اگرچہ خلافت تو نہ بچ سکی لیکن برصغیر کے مسلمانوں میں اس تحریک نے اسلامی سیاسی شعور پیدا کردیا "۔ ۴ے

" جب قائدِاعظم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے برصغیر میں اسلامی ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا تو کانگریسی علماء کے علاوہ دیگر علماء و مشائخ نے اس جدوجہد میں بھرپور حصّہ لیا ۔ درگاہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین دیوان آلِ رسول ، مولانا اشرف علی تھانوی ، مولانا شبیر احمد عثمانی ، مفتی محمد شفیع ، مولانا ظفر احمد عثمانی ، میر ابن حسن رضوی بارچوی ، مولانا ثناء اللہ امرتسری ، مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی ، مولانا عبدالحامد بدایونی ، پیر غلام مجدد سرہندی اور امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف جیسے علماء و مشائخ نے تحریکِ آزادیٔ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ۔ " ۵ے

تحریکِ آزادی جو بتدریج تحریکِ پاکستان میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ اس تحریک کے لیے برصغیر کی دینی صحافت نے آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کیا۔ انگریز حکومت کی تمام تر مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود ان رسائل و جرائد نے تحریکِ آزادی کے لیے جد و جہد جاری رکھی۔

حصولِ آزادی کے لیے دینی صحافت نے آغاز میں قدرے حکمت کے ساتھ مسلمانوں کی آواز حکمرانوں تک پہنچائی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ خود مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مسلمانانِ ہند کو جس ہزیمت اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑا، وہ اپنی جگہ بہت بڑا المیہ تھا۔ لیکن اس پر مستزاد یہ کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی طرف سے اس تحریک میں ہراول دستے کا کردار ادا کرنے پر انہیں سخت ترین سزائیں دیں تاکہ مسلمانوں کی ہمت و جرأت کو ہمیشہ کے لیے کچل کر رکھ دیا جائے۔ انگریزوں نے برصغیر میں اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا، اس لیے اُسے حقیقی خطرہ بھی مسلمانوں ہی سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو ہر ممکن طریقے سے صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور تمام تر مصائب و آلام کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر ہندوستان میں اپنے وجود کا احساس دلانے کے لیے صحافت کے میدان میں قدم رکھا۔

"سید عبدالستار نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے صرف دو برس بعد ۱۸۵۹ء کو مدراس سے ہفت روزہ "شمس الاخبار" جاری کیا۔ جس میں اسلامی ممالک کی خبروں کے علاوہ ہندوستانی مسلمانوں میں جوش و جذبہ اور بیداری پیدا کرنے کے لیے خبریں شائع ہوتی تھیں۔" [٦]

"۱۸۶۰ء کو "خیر خواہ خلق" جاری ہوا۔ اس میں حکومت کی پالیسیوں اور حاکمانہ عملیوں پر تنقید کی جاتی تھی۔ مسلمانوں میں جذبہ آزادی بیدار کرتا تھا۔ اس وجہ سے حکومت کو اس کی روش پسند نہ آئی اور انتقامی طور پر اخبار کی اشاعت ممنوع قرار دے دی گئی۔" [٧]

"شعلۂ طور" کے نام سے ۱۸۶۰ء سے پرچہ جاری ہوا۔ اس میں معاشرتی اور سیاسی واقعات پر تحریریں چھپتی تھیں۔ ایسی خبریں نمایاں انداز میں چھاپی جاتی تھیں، جن میں ہندوستانی مسلمانوں پر انگریزوں کی جانب سے چلائے جانے والے مقدمات کا تذکرہ ہوتا تھا۔" ۸ے

"منشی عبدالحکیم نے ۱۸۶۱ء کو میرٹھ سے "اخبار عالم" جاری کیا۔ میرٹھ وہ علاقہ تھا، جہاں جنگِ آزادی میں بے شمار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ اخبار عالم تحریک جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والے مجاہدین کے واقعات کو نمایاں انداز میں شائع کرتا تھا۔" ۹ے

"۱۸۶۶ء کو سید فخرالدین نے دہلی سے "اکمل الاخبار" شروع کیا۔ یہ ایک بے باک اور نڈر اخبار تھا۔ سچی بات لکھنے سے کبھی نہیں چوکتا تھا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کی گرفتاری اور ان پر چلائے جانے والے مقدمات کو نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔" ۱۰ے

"آگرہ شہر سے بوستان علی نے ہفت روزہ "آگرہ اخبار" نکالا۔ اس میں بڑی بے خوفی کے ساتھ مسلمانانِ ہند کے جذبات کی عکاسی کی جاتی تھی، اور آزادی کی تحریک کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرتا رہا۔" ۱۱ے

"سرسید احمد خاں کا رسالہ "تہذیب الاخلاق"۔ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں میں جینے اور زندہ رہنے کی اُمنگ اور تڑپ پیدا کردی۔ اس پرچے کا اجراء ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو ہوا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی گئی اور دو قومی نظریہ کے متعلق شعور و آگہی پیدا کی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں اسلامی اخوت اور مسلم قومیت کا تصور زندہ ہوگیا۔" ۱۲ے

"مسلمانوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے والا پرچہ ہفت روزہ "نصرت الاخبار" مولوی سید نصرت علی کی زیر ادارت ۱۸۷۳ء کو جاری ہوا۔ بڑا بے باک پرچہ تھا۔ ولایتی مصنوعات کے مقابلے میں دیسی مصنوعات کے فروغ کا زبردست حامی تھا۔" ۱۳ے

"یکم اکتوبر ۱۸۷۲ء کو گورکھ پور سے منشی سید ریاض الدین نے علم و ادب کے فروغ کے لیے سہ روزہ "ریاض الاخبار" نکالا۔ علم و ادب کے علاوہ اس میں اُس وقت کے حالات پر تبصرہ و تنقید بھی کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں کسی قسم کی رو رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے احساسات و جذبات کو حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ تھا۔" [14]

" سنجیدہ لب و لہجے کا اخبار، ہفت روزہ "مہر نیم روز" بجنور سے حافظ کریم اللہ نے شروع کیا۔ سرسید احمد خاں کی علمی تحریک کے ہمنوا اس پرچے نے علمی مضامین کے علاوہ حالاتِ حاضرہ کا جائزہ اور سرکاری پالیسیوں پر جرأت مندانہ تنقید کے ذریعے مسلمانوں میں اپنے حلقۂ قارئین میں خاصی وسعت پیدا کی۔" [15]

"انگریزوں اور ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اُن میں تعلیمی شعور پیدا کرنے اور فلاحی و رفاہی کاموں کے لیے مولوی کریم بخش اور ان کے ساتھیوں نے ۱۸۸۴ء میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور قائم کی۔ "حمایتِ اسلام" اسی انجمن اور مسلمانانِ ہند کے احساسات و جذبات کا ترجمان تھا۔ یہ پرچہ ۱۸۸۵ء میں جاری ہوا۔" [16]

" سرمور ریاست کے شہر ناہن سے قاضی سراج الدین احمد نے ۱۸۸۷ء کو "سرمور گزٹ" کا آغاز کیا۔ پرچے کے پہلے صفحہ کی لوح پر یہ عبارت مستقل طور پر درج ہوتی تھی۔ خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ آپ اپنی حالت نہ بدلے۔ مسلمانوں میں آزادی کے حصول کا جذبہ بیدار کرنے میں اس پرچے نے نمایاں کردار ادا کیا۔" [17]

" مولانا عبدالحلیم شرر نے لکھنو سے اگست ۱۸۹۰ء کو "مہذب" جاری کیا۔ سیاسی اعتبار سے سرسید احمد خاں کی ملی تحریک سے متاثر تھے۔ اس لیے وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ مسلمان کانگریس سے دُور رہیں

۲۳ اگست ۱۸۹۰ء کے "مہذب" میں انہوں نے مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرار دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ۔ اگر ہندو اور مسلمان پرامن ہمسایوں کی طرح رہنے کے لیے تیار نہیں تو پھر ہندوستان کو ہندو اور مسلم صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے"۔ [18]

"۱۸۹۱ء کو منشی عبدالعزیز مراد آبادی نے مسلمانوں کے حقوق کی ترجمانی کے لیے بریلی سے ہفت روزہ روہیل کھنڈ کا اجراء کیا۔ اپنے بیباک مؤقف کی وجہ سے مسلمانوں میں بے حد مقبول پرچہ تھا۔" [19]

" انجمن حمایت اسلام لاہور کی طرح پشاور میں بھی اسی انجمن کی شاخ اور اس کے ترجمان "حمایت الاسلام" کا اجراء ۱۸۹۲ء کو ہوا۔ ملی و قومی مسائل و معاملات اور مسلمانوں کی آزادی کے حوالے سے تحریریں شائع ہوتی تھیں۔" [20]

" ہفت روزہ "چودھویں صدی" راولپنڈی، قاضی سراج الدین احمد کی زیر ادارت یکم مارچ ۱۸۹۵ء کو جاری ہوا۔ اخبار میں مسلمانوں کے مسائل اور عالم اسلام پر تحریریں ہوتی تھیں۔ حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف کیے جانے والے معاندانہ اقدامات پر سخت ردعمل ظاہر کیا جاتا تھا۔" [21]

" شیخ غلام محمد نے ۱۸۹۵ء کو امرتسر سے ہفت روزہ "وکیل" جاری کیا، جو بعد میں سہ روزہ ہو گیا۔ اس پرچے کو ایسے نابغہ روز مسلمان صحافی میسر آئے، جنہوں نے مسلمانوں کے حقوق کی آواز بلند کر کے "وکیل" کو مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔" [22]

" ۱۸۹۹ء کو اٹاوہ کے مقام سے ملی و قومی درد رکھنے والے مولوی محمد بشیر الدین کی ادارت میں ہفت روزہ "البشیر" شروع ہوا۔ مولوی بشیر الدین مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کے لیے سرسید احمد خان کی تحریک کے زبردست حامی تھے۔ ان کا پرچہ نہ صرف تعلیم کے حوالے سے بلکہ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے لیے بھی معروف تھا۔" [23]

"فروری ۱۹۰۰ء کو دہلی سے مرزا حیرت نے ہفت روزہ "کرزن گزٹ" جاری کیا۔ پالیسی کے اعتبار سے یہ پرچہ حکومت اور اس کے وفاداروں کا زبردست ناقد تھا۔ مرزا حیرت جرأت مند اور بیباک صحافی تھے۔ اس لیے حق گوئی کی خاطر ہر تکلیف برداشت کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔" ۲۴ے

"مسلمانوں میں دینی حمیت و جذبہ بیدار کرنے اور اپنی آزادی جیسی نعمت کی قدر و قیمت سے آگاہ کرنے کے لیے ۱۹۰۰ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ "الصباح" کا اجراء کیا۔" ۲۵ے

"مولوی انشاء اللہ خاں نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے، اور اُن کی آواز کو بلند کرنے اور تحریکِ خلافت کو تقویت پہنچانے کے لیے جنوری ۱۹۰۱ء کو لاہور سے ہفت روزہ "وطن" جاری کیا۔ انگریزوں کی جانب سے خلافتِ عثمانیہ کے سلسلہ میں پھیلائی جانے والی غلط خبروں کے مقابلے میں مسلمانانِ ہند کو ترکی کے اصل حالات سے بھی آگاہ کیا جاتا تھا۔" ۲۶ے

"۷ رجون ۱۹۰۳ء کو سید نظام الدین نظامی بدایونی نے ہفت روزہ "ذوالقرنین" بدایوں سے شروع کیا۔ اس پرچے کا شمار آزادی پسند اخبارات میں ہوتا تھا۔ اس اخبار نے علیگڑھ کی تعلیمی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ "ذوالقرنین" کی ملّی و قومی خدمات کا اعتراف اُس دَور کے نامور مسلم زعما نے بھی کیا۔" ۲۷ے

"منشی مولا بخش کشتہ، ملّی جذبہ اور قومی دردِ دل رکھنے والی شخصیت تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۵ء کو امرتسر سے ہفت روزہ "ضیاء الاسلام" جاری کیا۔ جس کے ذریعے وہ نہ صرف انتشار و افتراق میں مبتلا مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے تھے، بلکہ مسلمانوں کو انگریزوں کے طوقِ غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی آمادہ کرتے تھے۔" ۲۸ے

"۱۹۰۹ء کو پشاور سے سید مہدی علی شاہ نے ہفت روزہ "افغان" نکالا۔ اس کے مدیر سیّد عبداللہ شاہ تھے۔ اس پرچوں میں ترکوں کی حمایت اور انگریزوں کے خلاف کھلم کھلا لکھا جاتا تھا۔

اس کے نتیجہ میں ۱۹۱۰ء کے پریس ایکٹ کے تحت حکومت نے کاروائی بھی کی ۔" ۲۹ے

" امرتسر سے ۱۰ / فروری ۱۹۱۲ء کو سردار محمد اسلم نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لیے اور باہمی بھائی چارے کو پروان چڑھانے کے لیے "اخبار المعین" کا اجراء کیا۔" ۳۰ے

" مسلمانوں کے ملّی اور قومی شعور کو بیدار کرنے کے لیے مولانا ظفر علی خاں نے کرم آباد وزیر آباد سے ۱۶ / اگست ۱۹۱۶ء کو ہفت روزہ "ستارۂ صبح" جاری کیا ۔" ۳۱ے

" شیخ عبداللہ نومُسلم نے "نومسلم" کے نام سے ۱۹۱۷ء کو پرچہ جاری کیا ۔ ان کے خیالات اور نظریات بڑے حرّیت پسندانہ تھے ۔ مسلمانوں کی بجائے وہ غیر مسلموں تک اسلام کا آفاقی پیغام پہنچانے کے لیے "نومسلم" کے ذریعے مصروفِ عمل رہے ۔" ۳۲ے

" مسلمانوں میں انقلابی روح بیدار کرنے اور جذبہ آزادی پروان چڑھانے کے لیے شیخ محمد سلیمان نے حیدر آباد سے "الحق" کے نام سے پرچہ جاری کیا ۔ " ۳۳ے

" مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی جانب سے چلائی جانے والی فتنۂ ارتداد اور شدھی تحریک کے مقابلہ اور انگریزوں کی مسلمانوں کے خلاف معاندانہ کاروائیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لیے مولانا زاہد القادری نے ۱۹۲۱ء کو دہلی سے ماہنامہ "الہلال" کا اجراء کیا ۔" ۳۴ے

" پیر جماعت علی شاہ آف علی پور سیداں ، تحریکِ پاکستان کے بڑے پُرجوش حامی تھے ۔ ان کے مریدوں کا سلسلہ ہندوستان بھر میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص پھیلا ہوا تھا ۔ پیر جماعت علی شاہ کے خیالات و افکار کی تشہیر کے لیے عبدالعزیز مخدومی نے امرتسر سے ۱۹۲۴ء کو ماہنامہ "جماعت" شروع کیا ۔" ۳۵ے

" صوبہ سرحد کے شہر پشاور سے تحریکِ آزادی کے معروف رہنما اور بے باک صحافی اللہ بخش یوسفی

نے ۱۹۲۵ء کو "سرحد" کے نام سے پرچہ جاری کیا۔ جس میں انگریزوں کے خلاف اور مسلمانوں کی تحریک آزادی کے لیے بھرپور جدوجہد کی گئی۔" ۳۶؎

" بلند پایہ صحافی اور مورخ مولانا دین محمد بقائی نے ۱۹۲۶ء کو سکھر سے "المغرب" کے نام سے ہفت روزہ شروع کیا۔ جس میں انگریزوں اور خصوصاً قادیانیوں کے غلط نظریات کی نقاب کشائی کی جاتی تھی۔" ۳۷؎

" محمد عبدالسلام نے ۱۹۲۷ء کو راولپنڈی سے ماہنامہ "مجاہد" شروع کیا۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی ظالمانہ اور جابرانہ کارروائیوں کے خلاف مسلمانوں کو اٹھ کھڑا ہونے کی تلقین کرتا تھا، تاکہ مسلمان بے کسی و بے بسی کی بجائے اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں۔" ۳۸؎

" ماہنامہ النجم لکھنو سے مولوی عبدالمومن فاروقی نے ۱۹۳۰ء کو جاری کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کو جذبۂ جدوجہد آزادی کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ حکومت کی جانب سے سزا کے طور پر اس کو پریس ایکٹ کے تحت بند کر دیا۔" ۳۹؎

" شاکر علی خان نے ریاست بھوپال سے ۲۵ دسمبر ۱۹۲۳ء کو ہفت روزہ "صبح وطن" شروع کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والی تحریریں شائع کی جاتی تھیں۔" ۴۰؎

" کلکتہ سے محمد اسحاق امرتسری نے مسلمانوں کی سیاسی و دینی شیرازہ بندی کے لیے "مسلم گزٹ" جاری کیا۔ یہ پرچہ اسلامی ہند کے سیاسی و دینی حقوق کا ترجمان، بنگال کے مسلمان مرد و زن کا ہمدرد اور انسانیت کے نام پر اچھوت تحریک کا حامی تھا۔ مولوی محمد عثمان مصری، مولوی عبداللہ مصری اور ارشد عظیم آبادی جیسی علمی و ادبی شخصیات کا قلمی تعاون "مسلم گزٹ" کو حاصل تھا۔" ۴۱؎

" ۱۹۳۲ء کو حکیم عبدالرفیق نے بھوپال سے ہفت روزہ "خدام وطن" مسلمانوں کے اندر ملی اور سیاسی شعور پیدا کرنے کے لیے جاری کیا گیا۔" ۴۲؎

"ابن نیاز جمیل نے سہسوان سے ۱۹۳۴ء کو ہفت روزہ "انیس" شروع کیا۔ روہیل کھنڈ میں یہ اسلامی سیاسیات کے ترجمان کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔ مسلمانوں کو اسلامی تہذیب و معاشرت قائم کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ "انیس" اسلامی سیاسی حقوق کا زبردست حامی تھا۔" ۴۳ے

"مئی ۱۹۳۴ء کو عبدالحفیظ خان نے بھوپال سے ہفت روزہ "رہبر وطن" جاری کیا۔ ملک و قوم کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرتا تھا۔ مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق پر زور دیتا تھا۔" ۴۴ے

"کراچی سے غلام محمد دریا خان نے ۱۹۳۵ء کو ہفت روزہ "نجات" کا اجراء کیا۔ یہ اخبار سندھ اور بلوچستان کے مسلمانوں کے حقوق کا ترجمان تھا۔" ۴۵ے

"قاضی عبدالغفار مراد آبادی نے مئی ۱۹۳۵ء کو حیدر آباد دکن سے ماہنامہ "پیام" جاری کیا۔ یہ اخبار ہندوستان کی تحریک آزادی کا زبردست حامی و موید تھا۔ ملکی حالات و واقعات کے علاوہ اس میں اسلامی ممالک کے متعلق بھی خبریں شائع ہوتی تھیں۔" ۴۶ے

"دارالسلام جمالپور ضلع پٹھانکوٹ سے سید محمد شاہ کی زیرادارت ۱۹۳۷ء کو ماہنامہ "پیغام حق" جاری ہوا۔ پیغام حق، مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ رہ کر جدوجہد آزادی کے لیے آمادہ کرتا تھا، اور اس بات پر زور دیتا تھا کہ مسلمان علیحدہ قوم کی حیثیت سے خالص مذہبی بنیادوں پر حصولِ آزادی کی کوشش کریں۔" ۴۷ے

"محمد ابراہیم صدیقی نے تحریک جدوجہد آزادی کو تقویت پہنچانے کے لیے ۱۹۳۷ء کو صوبہ بہار کے دور افتادہ ضلع پورنیہ سے ہفتہ وار "آئینہ" کا اجراء کیا۔ صوبہ بہار کے مسلمانوں کو حصول آزادی پر آمادہ کرنے کے لیے اس پرچے نے نمایاں کردار ادا کیا۔" ۴۸ے

"ضلع گجرات کے ایک چھوٹے سے مقام ہیلاں سے ۱۹۳۹ء کو پیر فضل علی شاہ نے ماہنامہ

"شکر گنج" جاری کیا۔ جس میں دینی موضوعات پر تحریروں کے علاوہ مسلمانانِ برصغیر میں اُمتِ مسلمہ سے متعلق شعور بیدار کرنے کے لیے تحریریں شائع کرتا تھا۔ علامہ اقبال اور مولانا روم کی جذبہ ملّی سے معمور نظمیں اور مثنوی بھی شائع کرتا تھا۔" [۴۹]

"سلطان محمد خادمِ کعبہ نے مسلمانانِ سرحد میں جذبۂ جدوجہدِ آزادی بیدار کرنے کے لیے ہفت روزہ الجمعیت سرحد شروع کیا۔ یہ پرچہ انگریزوں اور ہندوؤں کی عیاری اور مکاری سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا تھا۔" [۵۰]

"ہفت روزہ "الاسلام" ۱۹۳۹ء کو مولانا عبدالکریم نے کوئٹہ سے جاری کیا۔ اس کے بانی قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ تھے۔ اس کا نصب العین مسلمانانِ بلوچستان میں حصول آزادی کا شعور اور اسلام سے محبت پیدا کرنا تھا۔ اس پرچے کا رہنما اصول تھا ؎

خدا و مصطفیٰ کا نام لے اور کام کرتا جا — مبارک ہے یہ خدمت، خدمتِ اسلام کرتا جا۔" [۵۱]

"نصراللہ خاں عزیز نے لاہور سے ۱۹۴۰ء کو سہ روزہ "مسلمان" جاری کیا۔ مذہب و ملت کے ساتھ ہندوستان کی آزادی اس کا نصب العین تھا۔ مختلف دینی اور معاشرتی و سیاسی موضوعات پر معیاری تحریریں شائع کرتا تھا۔" [۵۲]

"مسلمانوں کے مُوقف کی حمایت میں علی گڑھ سے ظفر احمد صدیقی نے ۱۹۴۱ء کو ماہنامہ "اقبال" نکالا۔ سوشلسٹوں اور قوم پرستوں کے مقابلے میں دینی اقدار کا علمبردار تھا۔ مسلمانوں کے لیے ہندوؤں سے آزاد وطن کی جد وجہد میں پیش پیش رہتا تھا۔" [۵۳]

"سردار اورنگ زیب خان نے مولانا رشید اختر ندوی کی زیرِ ادارت ۱۹۴۲ء میں سرحد سے روزنامہ "ملت" جاری کیا۔ اس پرچے نے ملتِ اسلامیہ کو بیدار کرنے میں نہایت مؤثر کردار ادا کیا۔ کانگریس

کے حربوں اور ہتھکنڈوں کا مؤثر توڑ کرتا تھا۔ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نہایت احسن اور مجاہدانہ طریقے سے جدوجہد کرتا تھا۔" ۵۴؎

"صوبہ سرحد کے علاقہ مانسہرہ سے مولانا شمس الہدیٰ نے "الجہاد" کے نام سے ۱۹۴۴ء کو ہفت روزہ جاری کیا۔ اس پرچے میں مسلمانوں کو جذبۂ جہاد پر آمادہ کیا جاتا تھا۔" ۵۵؎

یہ وہ پرچے تھے جنہوں نے قدرے حکمت و تدبر کے ساتھ انگریزوں کی چیرہ دستیوں سے بڑی حد تک محفوظ رہتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور جذبۂ جدوجہد آزادی پروان چڑھانے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔

اب ان رسائل وجرائد کا تذکرہ ہو جائے، جنہیں معروف معنوں میں خالصتاً دینی صحافت میں شمار نہیں کیا جا سکتا، لیکن وسیع تر مفہوم میں وہ برصغیر کے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے تھے، اور ان رسائل وجرائد کے مدیران براہِ راست جدوجہدِ آزادی کے لیے سرگرم عمل تھے۔ ان پرچوں نے جن پر مذہب کے ساتھ سیاست کا رنگ بھی غالب تھا، جارحانہ اور جنگجویانہ انداز میں انگریز حکومت کے خلاف جدوجہد کی۔ تمام تر مصائب و آلام سے بے پرواہ ہو کر ان رسائل وجرائد نے تحریکِ آزادی کے موہوم خواب کو حقیقت کا روپ دیا۔

"مولانا حسرت موہانی نے جولائی ۱۹۰۳ء کو علی گڑھ سے "اردوئے معلیٰ" جاری کیا۔ اردوئے معلیٰ مولانا حسرت موہانی کی شخصیت کا آئینہ دار تھا۔ مولانا حسرت بیک وقت سیاست دان، مجاہدِ آزادی اور شاعر تھے، اور رسالہ بھی انہی خصوصیات کا حامل تھا۔ یہ پہلا رسالہ تھا، جس نے نہایت بے خوفی و بے باکی سے آزادی کی جنگ لڑی۔ حکومت پر کھل کر تنقید کی اور مسلمانوں کے سیاسی شعور کو بیدار

کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ جس کے نتیجہ میں مولانا حسرت موہانی کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں اور رسالے پر پابندی بھی لگی۔" ۵۶؎

" مولانا حسرت موہانی، کامل آزادی کے علمبردار تھے۔ وہ انگریزوں سے ہر قیمت پر آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ احمد آباد، یکم جنوری ۱۹۲۲ء کو خطبۂ صدارت میں کامل آزادی اور ہندوستان کی متوازی حکومت کا مطالبہ بھی کیا۔" ۵۷؎

مولانا حسرت موہانی کے "اُردوئے معلیٰ" کے بعد مولانا ظفر علی خاں کا تذکرہ کیا جائے گا کہ اس کے بغیر تحریک پاکستان کی جدوجہد صحافتی میدان میں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

" زمیندار، جون ۱۹۰۳ء کو پہلے پہل مولانا ظفر علی خاں کے والد منشی سراج الدین نے لاہور سے زمینداروں اور کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کے لیے جاری کیا۔ نومبر ۱۹۰۹ء کو منشی سراج الدین کے انتقال کے بعد مولانا ظفر علی خاں نے اس کی ادارت سنبھالی اور اسے بام عروج تک پہنچایا۔ زمیندار نے چند سال کے عرصے میں وہ کام کیا، جو بڑی سے بڑی طاقت نے صدیوں میں انجام نہیں دیا تھا۔ انہوں نے کھلم کھلا آزادیٔ فکر، آزادیٔ عمل اور آزادیٔ تحریر کے لیے ایک عظیم جہاد پچاس۵۰ برس تک جاری رکھا۔" ۵۸؎

مولانا محمد علی جوہر، تحریک پاکستان کے مشاہیر کی کہکشاں کا روشن تر ستارہ ہے، جس نے تمام تر مادی فوائد اور آسائشوں کو ترک کر کے مسلمانوں کی آزادی کے لیے سیاست و صحافت کے میدانِ کارزار میں اترنے کا جرأت مندانہ فیصلہ کیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے انگریزی زبان میں کامریڈ اور اُردو زبان میں ہمدرد جاری کر کے جدوجہد آزادی کو جلا بخشنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

" مولانا محمد علی جوہر نے "ہمدرد" اس وقت جاری کیا، جب "زمیندار" اپنے تمام تر معاصرین پر چھایا ہوا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر نے انگریزی ہفت روزہ "کامریڈ" کے ذریعے انگریز حکومت تک مسلمانوں

کے احساسات و جذبات پہنچانے کے لیے بنیادی فریضہ انجام دیا۔ جبکہ مسلمانانِ ہند کے لیے اُردو زبان میں "ہمدرد" جاری کیا تاکہ انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرکے حصولِ آزادی کے لیے تیار کیا جاسکے۔ کامریڈ اور ہمدرد کے ذریعے انگریز حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کے نتیجہ میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے اخبارات کو قید و بند کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا، لیکن انہوں نے زندگی کے آخری سانس تک اپنا مشن جاری رکھا۔ اور غلامی کی موت مرنے کی بجائے بیت المقدس میں دفن ہونے پر ترجیح دی۔" ۵۹؎

مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا محمد علی جوہر کی طرح ایک نابغہ روزگار شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز المصباح سے کیا۔ اس کے بعد "لسان الصدق" جاری کیا۔ بعد ازاں "وکیل" امرتسر کی ادارت سنبھالی۔ اس کے بعد برصغیر کی صحافت کا شہرۂ آفاق پرچہ "الہلال" ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے جاری کیا۔ کانگریس میں شمولیت سے پہلے آزادیٔ وطن کے حوالے سے ابوالکلام آزاد کے خیالات و نظریات کیا تھے۔ درجِ ذیل اقتباس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"الہلال" برعظیم کے مسلمانوں کی مذہبی، ذہنی اور سیاسی زندگی کا ایک موثر ثابت ہوا مسلمانوں میں دینی اور تمدنی تحفظ اور استقامت کے نصب العین پر مبنی تھا۔ ابوالکلام، سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے قائل نہیں تھے۔ سیاست میں الہلال کے ذریعے انہوں نے ابتدا میں یہ دعوت دی کہ نہ تو گورنمنٹ پر بے جا اعتماد کیجئے اور نہ ہندوؤں کے حلقۂ درس میں شریک ہو جائیے۔ صرف اس راہ پر چلیے جو اسلام کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جائز آزادی کے حصول کے لیے کوشش کریں۔ پارلیمنٹری حکومت انہیں جب تک نہ مل جائے، اپنے اصولِ مذہب کی خاطر چین سے نہ بیٹھیں۔" ۶۰؎ مسلمانانِ ہند نے تو ان کی اس بات پر عمل کرکے الگ وطن "پاکستان" حاصل کرلیا، لیکن وہ خود ہندوؤں کی حکومت سے وابستہ ہو گئے۔

"مولانا محمد علی جوہر کے معتمد و رفیق محمد جعفری نے "ہمدرد" کی بندش کے بعد "ملت" کے نام سے پرچہ نکالا، جو مسلمانوں کی آزادی کا علمبردار تھا۔ اس کے علاوہ بمبئی سے خلافت کمیٹی نے تحریک خلافت کو تیز تر کرنے کے لیے "خلافت" کے نام سے پرچہ جاری کیا۔ اس کے مدیر مولانا شوکت علی تھے۔ اس اخبار نے خلافت اور تحریک موالات کو تقویت پہنچانے اور حصولِ آزادی کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ "ہلال" بمبئی نے جدوجہد آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔" [61]

"اردوئے معلّیٰ"، زمیندار، کامریڈ، ہمدرد اور الہلال کی طرح کئی دوسرے پرچوں نے مسلم قومیت کے احیاء اور جدوجہد آزادی کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ "عصرِ جدید" بھی انہی جرائد میں شامل ہے۔

"کلکتہ سے مولانا شائق احمد عثمانی نے "عصرِ جدید" کے نام سے پرچہ شروع کیا۔ عصرِ جدید نے بنگال کے مسلمانوں میں دینی و سیاسی شعور بیدار کرنے کے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ کلکتہ ہی سے مولانا محمد اکرم نے "زمانہ" جاری کرکے مسلمانانِ بنگال کے ملی و قومی شعور کو بیدار کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔" [62]

"تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے جن پرچوں نے جرأت و بے باکی کے ساتھ نمایاں کردار ادا کیا، اُن میں پرچہ "ایمان" بھی شامل ہے۔ یہ پرچہ ضلع لاہور کے ایک مقام "پٹی" سے مولانا عبدالمجید کی ادارت میں چھپتا تھا۔ اس کے سرورق پر مستقل طور پر لکھا ہوتا تھا۔ "تحریک پاکستان کی آواز" "ایمان" نے اپنی عام اشاعتوں کے علاوہ "پاکستان نمبر" کے عنوان سے تین مخصوص نمبر بھی نکالے۔" [63]

"مولانا عبیداللہ خان نے "کلمۃ الحق" کے نام سے ایک پرچہ کوئٹہ، بلوچستان سے جاری کیا۔ اس پرچے کی پیشانی پر لکھا ہوتا تھا۔ "افضل الجہاد عند اللہ کلمۃ الحق عند سلطان الجائر"۔ ظالم بادشاہ کے خلاف حق بات کہنا جہاد افضل ہے۔ اس قول پر عمل کرتے ہوئے "کلمۃ الحق" نے ہمیشہ ملی و قومی امور پر کسی بھی قسم کے دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہمیشہ حق بات کا اظہار کیا۔

قیام پاکستان اور تحریک آزادی کے لیے سندھ کے رسائل و جرائد نے بھی بے مثال کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان کے ترجمان کی حیثیت سے انہوں نے سندھ کے عوام کو جذبۂ آزادی اور ایک متحد مسلم اُمّت کا واضح تصور بخشا۔ مسلم سندھی اخبارات، خصوصاً "الوحید" اور "الحق" نے مسلمانوں کے مفاد کے حصول کے لیے اپنی بساط سے بڑھ کر حصّہ لیا۔

قیام پاکستان کی ولولہ انگیز تحریک میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد نے جو نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کی ایک جھلک گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں یہ بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کی تحریک میں دینی صحافت کے کردار کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

■ ■ ■

حوالہ جات

۱؎ قریشی، آفتاب حسن حکیم۔ تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا حصّہ۔ مطالعہ پاکستان (B.A)۔ یونٹ نمبر ۶۔ A.I.O.U

۲؎ ملک، اجمل۔ صحافت صوبہ سرحد میں۔ قومی پبلشرز نونہال لاہور۔ ۱۹۸۰ء

۳؎ قریشی، آفتاب حسن، حکیم۔ تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا حصّہ۔ مطالعہ پاکستان (B.A)۔ یونٹ نمبر ۶۔ A.I.O.U

۴؎ ایضاً " " " " "

۵؎ ایضاً " " " " " "

۶؎ محبوب عالم، منشی۔ فہرست اخباراتِ ہند، کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور۔ صفحہ ۵۵۔ ۱۹۰۳ء

۷؎ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ تحریک آزادی میں اُردو کا حصّہ۔ انجمن ترقی اُردو، کراچی۔ صفحہ ۶۵۵۔ ۱۹۷۶ء

۸؎ صابری، امداد۔ تاریخ صحافت جلد دوم۔ مکتبہ صابری، چوڑیوان، دہلی۔ صفحہ ۱۳۸۔

۹؎ ایضاً " " " " صفحہ ۱۶۴۔

۱۰؎ صابری، امداد ۔ تاریخِ صحافت، جلد دوم ۔ مکتبہ صابری چوڑیوالان، دہلی صفحہ ۲۲۳ ۔

۱۱؎ ایضاً " " " " " صفحہ ۲۸۱ ۔

۱۲؎ ناز، ایم ایس ۔ اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ ۔ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور ۔ صفحہ ۲۲۵ ۔

۱۳؎ سراج الدین فوق، منشی ۔ اخبار نویسوں کے حالات ۔ ادارہ کشمیری میگزین، لاہور ۔ ۱۹۱۲ء

۱۴؎ محبوب عالم، منشی ۔ فہرست اخباراتِ ہند ۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور ۔ ۱۹۰۳ء

۱۵؎ ایضاً " " " " " "

۱۶؎ ایضاً " " " " " "

۱۷؎ نوشاہی، گوہر، ڈاکٹر ۔ ذاتی لائبریری ۔ ناظم درسیات، مقتدرہ قومی زبان ۔ اسلام آباد

۱۸؎ محبوب عالم، منشی، فہرست اخباراتِ ہند ۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور ۔ ۱۹۰۳ء

۱۹؎ سراج الدین فوق، منشی ۔ اخبار نویسوں کے حالات ۔ ادارہ کشمیری میگزین، لاہور ۔ ۱۹۱۲ء

۲۰؎ ملک، اجمل ۔ صحافت، صوبہ سرحد میں ۔ قومی پبلشرز، لوئر مال، لاہور ۔ ۱۹۸۰ء

۲۱؎ نوشاہی، گوہر، ڈاکٹر ۔ ذاتی لائبریری ۔ ناظم درسیات، مقتدرہ قومی زبان ۔ اسلام آباد

۲۲؎ خورشید، عبدالسلام، ڈاکٹر ۔ صحافت، پاک و ہند میں ۔ مکتبہ کارواں، لاہور ۔ صفحہ ۳۲۲

۲۳؎ محبوب عالم، منشی ۔ فہرست اخبارات ہند ۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور ۔ ۱۹۰۳ء

۲۴؎ ایضاً " " " " " "

۲۵؎ خورشید، عبدالسلام، ڈاکٹر ۔ داستانِ صحافت ۔ مکتبہ کارواں، لاہور ۔ ۱۹۸۲ء

۲۶؎ محبوب عالم، منشی، فہرست اخبارات ہند ۔ کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور ۔ ۱۹۰۳ء

۲۷؎ صابری، امداد ۔ تاریخ صحافت، جلد چہارم ۔ مکتبہ صابری، چوڑیوالان، دہلی ۔ صفحہ ۱۴۷

۲۸ے محبوب عالم، منشی - فہرست اخبارات ہند - کارخانہ پیسہ اخبار، لاہور - ۱۹۰۳ء

۲۹ے ملک، اجمل - صحافت، صوبہ سرحد میں - قومی پبلشرز، لوئر مال، لاہور - ۱۹۸۰ء

۳۰ے فوق، محمد الدین، منشی - اخبار نویسوں کے حالات - ادارہ کشمیری میگزین، لاہور - ۱۹۱۲ء

۳۱ے شاہجہانپوری، ابو سلیمان، ڈاکٹر - کتابیات اردو اخبارات و رسائل - مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد - ۱۹۸۷

۳۲ے کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر - قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر - سعد پبلیکیشنز، کوئٹہ - صفحہ ۲۰۲

۳۳ے ایضاً " " " " صفحہ ۲۰۳

۳۴ے ماہنامہ اخبار اردو کراچی - مقتدرہ قومی زبان، کراچی - اگست ۱۹۸۲ء

۳۵ے شاہجہانپوری، ابو سلیمان، ڈاکٹر - کتابیات اردو اخبارات و رسائل - مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۷ء

۳۶ے ملک، اجمل - صحافت، صوبہ سرحد میں - قومی پبلشرز، لوئر مال لاہور - ۱۹۸۰ء

۳۷ے کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر - قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر - سعد پبلیکیشنز، کوئٹہ - صفحہ ۲۰۴

۳۸ے نوشاہی، گوہر، ڈاکٹر - ذاتی لائبریری - ناظم درسیات، مقتدرہ قومی زبان - اسلام آباد

۳۹ے نئے اخبارات و رسائل - ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ - جنوری ۱۹۳۵ء شمارہ : ۱ جلد : ۳۵

۴۰ے فخری، حبیب - مدھیہ پردیش میں اردو اخبارات و رسائل - اخبار اردو، اسلام آباد - مئی ۱۹۹۴ء

۴۱ے نئے اخبارات و رسائل - ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ - اکتوبر ۱۹۳۵ء شمارہ : ۴ جلد : ۳۶

۴۲ے فخری، حبیب - مدھیہ پردیش میں اردو اخبارات و رسائل - اخبار اردو، اسلام آباد - مئی ۱۹۹۴ء

۴۳ے نئے اخبارات و رسائل - ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ - اکتوبر ۱۹۳۵ء شمارہ : ۴ جلد : ۳۶

۴۴ے فخری، حبیب - مدھیہ پردیش میں اردو اخبارات و رسائل - اخبار اردو، اسلام آباد - مئی ۱۹۹۴ء

۴۵ے نئے اخبارات و رسائل - ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ - اکتوبر ۱۹۳۵ء شمارہ : ۴ جلد : ۳۶

۴۶ے نئے اخبارات و رسائل ۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ ۔ اکتوبر ۱۹۳۵ شمارہ : ۴ جلد : ۳۶

۴۷ے گکھڑ ضیاء اللہ ۔ ضیاء ریسرچ لائبریری ۔ ۸۳ ۔ بی ، ماڈل ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

۴۸ے نئے اخبارات و رسائل ۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ ۔ جنوری ۱۹۳۸ ۔ شمارہ : ۱ جلد : ۴۱

۴۹ے گکھڑ ضیاء اللہ ۔ ضیاء ریسرچ لائبریری ۔ ۸۳ ۔ بی ، ماڈل ٹاؤن ، گوجرانوالہ

۵۰ے ملک اجمل ۔ صحافت ، صوبہ سرحد میں ۔ قومی پبلشرز ، لوئر مال ۔ لاہور ۔ ۱۹۸۰ء

۵۱ے سیمابی ، عارف ۔ "قائد اعظم بلوچستان میں" ۔ ماہنامہ ماہِ نو ، لاہور ۔ دسمبر ۱۹۷۶ء

۵۲ے نئے اخبارات و رسائل ۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ ۔ فروری ۱۹۴۱ ۔ شمارہ : ۲ جلد : ۴۷

۵۳ے ایضاً " " " " " " "

۵۴ے خورشید عبدالسلام ، ڈاکٹر ۔ صحافت ، پاک و ہند میں ۔ مکتبہ کارواں لاہور ، صفحہ ۸۶ تا ۔ ۱۹۶۳ء

۵۵ے ملک اجمل ۔ صحافت ، صوبہ سرحد میں ۔ قومی پبلشرز ، لوئر مال ۔ لاہور ۔ ۱۹۸۰ء

۵۶ے مسعود ، طاہر ۔ اردو صحافت کی نادر تاریخ ۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور ، صفحہ ۵۹ ۔ ۱۹۹۲ء

۵۷ے معین الدین عقیل ، ڈاکٹر ۔ تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ ۔ انجمن ترقی اردو ، کراچی ، صفحہ ۶۶۸ ۔ ۱۹۷۶ء

۵۸ے زیدی ، نظیر حسنین ۔ ظفر علی خاں بحیثیت صحافی ۔ مکتبہ اسلوب ، کراچی ۱۹۸۵ء

۵۹ے معین الدین عقیل ، ڈاکٹر ۔ تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ ۔ انجمن ترقی اردو ، کراچی ، صفحہ ۶۷۱ ۔ ۱۹۷۶ء

۶۰ے ایضاً " " " " صفحہ ۶۷۲ ۔ ۱۹۷۶ء

۶۱ے خورشید عبدالسلام ، ڈاکٹر ۔ داستانِ صحافت ۔ مکتبہ کارواں کچہری روڈ ، لاہور ۔ ۱۹۸۳ء

۶۲ے شاہد ، ایم ایس ۔ تاریخِ صحافت ، یونٹ نمبر ۲ ، ترقیاتی صحافت ۔ A.I.O.U ، صفحہ 115 ، ۱۹۸۸ء

۶۳ے معین الدین عقیل ، ڈاکٹر ۔ تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ ۔ صفحہ ۶۸۲ ۔ ۱۹۷۶ء

□□□

۲

منتخب دینی جرائد کا تعارف
اور فنی و معنوی معیار کا جائزہ

پاکستان کی دینی صحافت کے فنی و معنوی معیار کا جائزہ' ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے درمیانی عرصہ پر مشتمل ہے۔ جبکہ اس وقت ۱۹۹۵ء میں طباعت و اشاعت میں بے شمار انقلابی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ جن سے بیشتر دینی رسائل و جرائد نے کسی نہ کسی حد تک استفادہ شروع کر دیا ہے۔ ۱۹۸۸ء تک نوری نستعلیق کمپوزنگ بہت مہنگا طرزِ کتابت تھا۔ لیکن اب یہ طرزِ کتابت اتنا عام اور سستا ہو گیا ہے کہ کئی بڑے دینی اداروں کے تحت شائع ہونے والے دینی رسائل نے کمپوزنگ کے لیے کمپیوٹر خرید لیے ہیں۔

۱۹۸۸ء سے قبل بیشتر دینی رسائل و جرائد کے سرورق ایک یا دو رنگ پر مشتمل ہوتے تھے، لیکن اب اکثر رسائل کا سرورق چار رنگ میں آرٹ پیپر پر چھپتا ہے۔ دینی رسائل کے اندرونی صفحات پر کمپیوٹر کی اردو کمپوزنگ کی وجہ سے کتابت میں یکسانیت و خوبصورتی کی وجہ سے صفحات کا 'لے آؤٹ' (LAY OUT) جاذبِ نظر محسوس ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر طباعت و اشاعت کی جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے والے دینی رسائل و جرائد کے ظاہری حسن میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران طبع ہونے والے دینی رسائل ہیں، اس لیے ان کے ظاہری حسن کا ناقدانہ جائزہ بھی اسی پس منظر میں لیا جا رہا ہے۔

جبکہ معنوی حسن کا تعلق جدید و قدیم طرزِ طباعت و اشاعت سے نہیں ہے۔ بہت سیدھے سادے انداز میں طبع ہونے والے بعض دینی رسائل کا علمی معیار اتنا بلند ہوتا ہے کہ اہلِ ذوق ظاہری حسن سے قطع نظر

اس کے معنوی حسن کی وجہ سے اس کے گرویدہ ہوتے ہیں ۔ لیکن پھر بھی اعلیٰ اور معیاری دینی وعلمی جرائد اپنے ظاہری حسن کی طرف توجہ دیں تو سونے پر سہاگے والا معاملہ ہوسکتا ہے ۔

زیرِنظر مقالہ " پاکستان میں دینی صحافت کا کردار (۱۹۶۹ء تا ۱۹۸۰ء) کی تیاری کے سلسلہ میں تحقیق کے لیے منتخب پندرہ رسائل کو ایک سوالنامہ جون ۱۹۹۲ء کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا گیا ۔ صرف پانچ رسائل نے دو تین ماہ کے اندر سوالنامہ پُر کرکے بھجوایا ، جبکہ باقی دینی رسائل کو وقتاً فوقتاً یاد دہانی کیلئے جوابی لفافہ کے ساتھ سوالنامہ بھی بھجوایا جاتا رہا ۔ اس جہدِ مسلسل کے نتیجہ میں اگست ۱۹۹۴ء ، یعنی دو سال کی کوشش کے بعد پندرہ میں سے تیرہ [۱۳] رسائل سے سوالنامہ کے جوابات وصول کرنے میں کامیابی حاصل ہوسکی ۔

دو دینی رسائل ۔ ماہنامہ " محدث " لاہور اور ماہنامہ " تعلیم القرآن " راولپنڈی کے مدیران کی خدمت میں دو سال سے زیادہ عرصہ کے دوران کم از کم پچیس [۲۵] ، پچیس [۲۵] خطوط ، سوالنامہ اور جوابی لفافے کے ساتھ بھجوائے جاتے رہے ۔ لیکن ان دونوں رسائل کے مدیران کی جانب سے نہ تو ارسال کردہ خطوط — " مکتوب الیہ لینے سے انکاری ہے " کے ساتھ محکمہ ڈاک کی طرف سے واپس ملے اور نہ ہی دو سال سے زائد عرصہ میں دونوں مدیران رسائل نے پچیس [۲۵] سے زیادہ خطوط میں سے کسی ایک بھی خط کا جواب دینا پسند کیا ۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مقالہ نگار نے ذاتی طور پر مختلف ذرائع سے ماہنامہ " محدث " لاہور ، اور ماہنامہ " تعلیم القرآن " راولپنڈی کے متعلق بنیادی معلومات جمع کیں ، اور نوشابہ حمید کے مقالہ " پنجاب کے دینی رسائل کا جائزہ " سے بھی استفادہ کیا ۔ اگلے صفحات پر پندرہ [۱۵] منتخب دینی رسائل کے فنی ومعنوی معیار کا جائزہ لیا گیا ہے ۔ ہر پرچے کے متعلق بنیادی معلومات کے علاوہ آغاز میں ان کے سرورق کو بھی شامل کردیا گیا ہے ۔

دار العلوم جامعہ نعیمیہ کا مذہبی اور اخلاقی مجلّہ

ماہنامہ عرفات لاہور

مدیر اعلیٰ

مفتی محمد حسین نعیمی

ادارہ عرفات جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

عرفات

ایوب خاں کے مارشل لار سے تقریباً ڈیڑھ برس پہلے فروری ۱۹۵۷ء کو مفتی محمد حسین نعیمی نے جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کے زیر اہتمام ماہنامہ "عرفات" جاری کیا۔ پرچے کا ماٹو ہے :

؎ مظہر عرفان و تعلیماتِ ما ـــــ درس گاہ دینی ما عرفات ما

جبکہ سرورق پر لوح کے اوپر یہ عبارت مستقل طور پر درج ہوتی ہے : دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کا مذہبی اور اخلاقی مجلہ۔ پرچے کے اندرونی سرورق کے اوپر یہ لکھا ہوتا ہے :-

یادگار' صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ۔ "عرفات" کے مدیر اعلیٰ مفتی محمد حسین نعیمی، مدیر اعزازی محمد سرفراز نعیمی الازہری ہیں۔ جبکہ مدیر معاون علامہ احمد حسن نوری ہیں۔

"عرفات" کے مندرجات میں اداریہ سب سے نمایاں ہوتا ہے۔ جس میں ملک کے سیاسی معاشی اور معاشرتی مسائل پر مؤقف پیش کیا جاتا ہے۔ دیگر موضوعات میں مختلف اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے حالات "یادِ رفتگاں" کے عنوان سے شائع کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف دینی مضامین بھی وقتاً فوقتاً شائع کیے جاتے ہیں۔

ماہنامہ "عرفات" کا سرورق عام طور پر سادہ اور سفید کاغذ پر ایک رنگ میں طبع ہوتا ہے، جبکہ اندرونی صفحات کے لیے نیوز پرنٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ پرچے کا سائز ۲۰×۲۶/۸ اور ضخامت عام طور پر ۳۲ صفحات ہوتی ہے۔

بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے اس پرچے کی پالیسی بہت مستقل ہے۔ "عرفات" کی انتظامیہ

کے مطابق پرچے کا مقصد مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنا، پاکستان کے بارے میں اغیار کی سازشوں سے پردہ اٹھانا اور پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے زمین اور ذہن تیار کرنا ہے۔

"عرفات" میں ملکی حالات کے علاوہ ملی مسائل اور واقعات پر بھی تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران سوشلزم کے خلاف بہت واضح موقف اختیار کیا۔ بھٹو حکومت کی مختلف اصلاحات اور اقدامات کی مخالفت کی، جبکہ جنرل ضیاء الحق کے لیے "عرفات" کے صفحات پر ہمدردانہ جذبات پائے جاتے ہیں۔ ضیاء الحق کی جانب سے اسلامائزیشن پر سست روعملدرآمد کے باوجود ضیاء الحق کے لیے خیرخواہانہ جذبہ واضح انداز میں دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= رجب المرجب ۱۳۷۶ھ بمطابق فروری ۱۹۵۷ء، لاہور سے جاری ہوا۔

- پرچے کا ماٹو، نصب العین کیا ہے؟

= مظہر عرفان و تعلیماتِ ما۔ درس گاہ دین ما عرفاتِ ما، دعوت قرآن و سنت کی اشاعت اور پاکستان میں حیاتِ اسلامی کی نشو و نما کے امکانات کو اجاگر کرنا۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= شیخ الحدیث مفتی محمد حسین نعیمی

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/ مدیران کے نام؟

= مفتی محمد حسین نعیمی۔ محمد سرفراز نعیمی۔

۔ موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ؟

= ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، ایم اے عربی۔ ایم اے اسلامیات، پی ایچ ڈی، فاضل درس نظامی، الشہادۃ لدعوۃ الاسلامیہ الجامعہ الازہر۔ مصر

۔ پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنا۔ مذہبی، سیاسی، اخلاقی اعتبار سے رہنمائی کرنا، پاکستان کے بارے میں اغیار کی سازشوں سے پردہ اٹھانا اور نظام اسلام کے لیے کوشش کرنا۔

۔ پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= مذہبی دینی رہنما، صنعت و تجارت سے منسلک دین پسند طبقہ، مختلف اہم اور مشہور یونیورسٹیاں کالجز اور لائبریریاں۔

۔ پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں)

= تقریباً ایک ہزار ماہانہ اشاعت ہے۔

۔ پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فیصد ہیں ؟

= پرچہ جامعہ نعیمیہ کے آرگن کی حیثیت سے شائع ہوتا ہے۔ کاروباری نقطۂ نظر سے نہیں، بلکہ عموماً تبلیغی نقطۂ نظر سے ترسیل کیا جاتا ہے۔ پھر بھی تقریباً ۵ فیصد سالانہ خریدار ہیں۔

۔ خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں ؟

= اکثر مسلکی افراد ہیں۔

۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں ردّ و بدل ہوتا رہا ہے ؟

= کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ البتہ دینی و فقہی موضوعات میں اور جدید درپیش مذہبی سیاسی

اقتصادی مسائل کے پس منظر میں موضوعاتی توسیع ہوتی رہتی ہے۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے اندر جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل ؟

= ۱۹۶۴ء میں تعلیم نمبر، میلاد نمبر، قرآن نمبر ۔ ۱۹۶۷ء میں صدیقِ اکبرؓ نمبر ۔ ۱۹۶۹ء میں غوث الاعظم نمبر، ۱۹۷۰ء میں اعلیٰ حضرت نمبر ۔ ۱۹۷۲ء میں شاہ جیلانی نمبر، عید میلاد و جلوس نمبر، غوث الاعظم نمبر، ۱۹۷۳ء میں مدینۃ الاولیاء لاہور اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نمبر ۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی نمبر ۔ ۱۹۷۵ء میں لاہور کے قدیم دینی مدارس نمبر ۔ گلدستہ جامعہ نعیمیہ نمبر، ۱۹۷۶ء میں میلاد النبیؐ نمبر ۔ ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کا تعلیمی و تربیتی خدمات نمبر، ۱۹۸۵ء میں مولانا تاج الدین قادری نمبر ۔ ۱۹۸۶ء میں مساجد و مقابر تاریخی مقامات گڑھی شاہو نمبر، علامہ اقبال کا خواجگان چشت سے عقیدت نمبر ۔ غزالیٔ دوراں، رازیٔ زماں سید احمد سعید کاظمی نمبر، ۱۹۸۷ء میں علامہ اقبال اور نقشبندی بزرگانِ دین نمبر، قابلِ ذکر ہیں۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہلِ قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش ۔ مولانا غلام محمد ترنم ۔ علامہ ابوالحسنات قادری ۔ مفتی احمد یار خان، علامہ غلام رسول سعیدی ۔ مولانا محمد بخش مسلم ۔ مولانا منظور احمد رضوی ۔ علامہ اقبال احمد فاروقی، حافظ بشیر احمد غازی ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان ۔ ڈاکٹر دوست محمد شاکر، پروفیسر عارف نعیمی ۔ پروفیسر سرور شفقت اور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر شامل ہیں۔

- آپ طباعت و اشاعت کے دور میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= کمپیوٹر کمپوزنگ کی وجہ سے فنی معیار بلند ہوا ہے ۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= فنی معیار سے مطمئن نہیں۔ "عزمات" کو آفسیٹ پرنٹنگ کے ساتھ ساتھ کمپوزنگ کے اعتبار سے پرچے کو مکمل طور پر کمپیوٹرائز کرنے کے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے پرچے کا سائز اور ضخامت ایک ہی رہی ہے؟

= ایک ہی سائز ۸/۲۰×۲۶ رہا ہے۔ ضخامت، ۳۲ صفحات ہوتی ہے۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے؟

= پرچہ دینی ادارے۔ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کی ملکیت ہے۔

- پرچے کے اجراء کا مقصد کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ ہے؟

= نہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران آپ کے پرچے نے دینی اقدار، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے؟

= یہ دعویٰ کرنا تو غیر مناسب ہوگا کہ ماہنامہ "عزمات" نے اس عرصہ میں انقلابی کردار ادا کیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اپنے حلقۂ اثر میں حتی المقدور دینی اقدار کے فروغ، معاشی طور پر غیر اسلامی نظریات کی بیخ کنی۔ معاشرتی بیماریوں کے خاتمہ، معاشرتی آداب کے پس منظر میں اسلامی تعلیمات سے آشنائی اور میدانِ سیاست میں سیاسی قائدین اور رہنماؤں کے ملک دشمنی پر مبنی اقدامات خصوصاً مذہبی سیاسی رہنماؤں کی غیر اسلامی ترجیحات پر تنقید برائے اصلاح ضروری گئی ہے۔

- کوئی اور بات، جو آپ بتانا پسند کریں؟

= اولاً عالمی احوال کے نشیب و فراز کی بناء پر، ثانیاً دینی رسائل و صحافت کی فرقہ وارانہ

کردار ادا کرنے کی بنا پر دینی صحافت اپنی اثر انگیزی کھو رہی ہے۔ جس پر غور و فکر کرنا انتہائی ضروری ہے، اور ایسی تجاویز و آراء کا پیش کیا جانا ضروری ہے، جن کے ذریعے دینی صحافت اپنی کھوئی ہوئی و گم گشتہ منزل کو حاصل کر سکے۔

●-●-●



ماہنامہ
ضیائے حرم
لاہور

ضیائے حرم

"فقرِ غیور اور عشقِ خود آگاہ کا نقیب" کے ماٹو کے ساتھ ۱۹۷۰ء کی آخری سہ ماہی میں پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ کی سرپرستی میں لاہور سے ماہنامہ "ضیائے حرم" کا آغاز ہوا۔

یہ وہ دور تھا جب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ملکی تاریخ کے پہلے عام انتخابات کی تیاریاں آخری مراحل میں تھیں۔ سیاسی فضا دو واضح گروہوں سوشلزم اور اسلام میں بٹی ہوئی تھی۔ دائیں اور بائیں بازو میں محاذ آرائی اپنے عروج پر تھی۔ سیاست کی طرح صحافت بھی دائیں اور بائیں بازو کے چکر میں بٹ چکی تھی۔ ایسے میں "ضیائے حرم" نے صحافتی میدان میں دائیں بازو کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

ماہنامہ "ضیائے حرم" کے اجراء سے پہلے دینی پرچوں کا ظاہری و معنوی حسن (ایک دو پرچوں کو چھوڑ کر) قابلِ رشک نہیں تھا۔ سرورق سے لے کر اندرونی صفحات تک کتابت و طباعت کا معیار بہت معمولی درجے کا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ مضامین اور دوسری تحریریں بھی معمولی نوعیت کی ہوتی تھیں۔ اس کے مقابلے میں "ضیائے حرم" پہلا دینی پرچہ تھا جس نے آرٹ پیپر پر چار رنگ میں خوبصورت سرورق کا آغاز کیا۔ اس کے علاوہ اندرونی صفحات کا LAY OUT بھی خاصا متاثر کن تھا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی سرپرستی میں جاری ہونے والے ماہنامہ "ضیائے حرم" کے پہلے مدیر خواجہ عابد نظامی تھے۔ جو اپنی معتدل مزاجی کی وجہ سے دینی و علمی حلقوں میں معروف تھے۔ اس معتدل مزاجی کے اثرات "ضیائے حرم" میں اس صفحات پر جا بجا دیکھے جا سکتے تھے۔ بریلوی مکتبِ فکر کے علاوہ دیگر مکاتبِ فکر کے اہلِ علم و قلم کی تحریریں بھی ضیائے حرم میں جگہ پاتی تھیں۔ اعتدال پسندی کی اس پالیسی کی وجہ سے

"ضیائے حرم" تمام دینی حلقوں میں مقبولیت حاصل کرتا چلا گیا۔ خواجہ عابد نظامی کے بعد جو احباب یکے بعد دیگرے ضیائے حرم کی مجلسِ ادارت میں شامل ہوئے، وہ دوسرے مکاتبِ فکر کے اہلِ علم و قلم کے لیے زیادہ وسعتِ نظری کا مظاہرہ نہیں کر سکے۔ اس لیے اب ضیائے حرم پر بریلوی مکتبِ فکر کی چھاپ بہت نمایاں انداز میں محسوس کی جا سکتی ہے۔

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور اولین دینی پرچہ ہے، جو اپنے آغاز سے لے کر اب تک چار رنگا خوب صورت سرورق لیے منصۂ شہود پر آتا ہے۔ مجلس ادارت میں مختلف ادوار میں تبدیلی کے باوجود اندرونی لے آؤٹ میں بھی نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ضیائے حرم کے اداریئے کا عنوان "سرِ دلبراں" ہے، جس میں ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر قلم آرائی کی جاتی ہے۔ حمد و نعت اور کبھی کبھار دینی سوچ کی حامل نظمیں بھی پرچے کی زینت بنتی ہیں۔ علماء و مشائخ کا تذکرہ "یادِ رفتگاں" کے عنوان سے کیا جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں آف بریلی کی تعلیمات کو بھی نمایاں جگہ دی جاتی ہے۔ سیاسی اور معاشرتی موضوعات کے علاوہ بین الاقوامی حالات و واقعات پر بھی اکثر و بیشتر تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔

ضیائے حرم، ذوالفقار علی بھٹو دور کا سخت ناقد رہا، جبکہ جنرل محمد ضیاء الحق کے لیے اور ان کے دورِ حکومت کے لیے ہمیشہ نرم گوشہ موجود رہا ہے۔ "ضیائے حرم" میں صدر ضیاء الحق کی جانب سے اسلامائزیشن کے لیے کیے جانے والے اقدامات کی بھرپور تائید و حمایت کی جاتی رہی ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف "ضیائے حرم" کے صفحات ہمیشہ وقف رہے۔ ضیائے حرم میں دوسری دلچسپیوں کے علاوہ قارئین سے مؤثر رابطہ کے لیے ان کے خطوط کو "بات آشنائی کی ہے" کے عنوان کے تحت شائع کیا جاتا ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا ؟

= اکتوبر ۱۹۷۰ء کو لاہور سے جاری ہوا ۔

- پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے ؟

= دینِ اسلام کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانا ، خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو ، سیاست سے ہو ، معاملات سے ہو ، یا اخلاقیات سے ہو ۔

- پرچے کے بانی کا نام ؟

= جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر / مدیران کے نام ؟

= خواجہ عابد نظامی ۔ گل محمد فیضی ۔ محمد امین الحسنات شاہ ۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ؟

= محمد رضا الدین صدیقی ۔ فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ۔ فاضل عربی ۔ فاضل اُردو گولڈ میڈلسٹ بہترین شاعر اور ادیب ۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= خدمتِ دین ۔ دینِ اسلام کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانا ، مسلک حقہ اہلِ سنت کے نظریات کی ترویج و اشاعت اور ان کے حقوق کے لیے آواز اٹھانا ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= عوام الناس سے لے کر قابلِ قدر علماء کرام، مشائخ عظام اور جدید علوم سے آراستہ افراد پرچے کے حلقۂ اثر میں شامل ہیں۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فیصد ہیں؟

= تقریباً ۷۰ فی صد

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں؟

= اکثریت اہلِ سنت سے وابستہ ہے، تاہم دوسرے مکاتب فکر کے سنجیدہ افراد بھی شامل ہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے عرصہ میں پرچے کی پالیسی ایک ہی رہی ہے؟

= جی ہاں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران، جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= عید میلاد نمبر۔ سیرت النبیؐ نمبر۔ ختم نبوت نمبر۔ اقبال نمبر۔ فاروق اعظم نمبر۔ صدیق اکبر نمبر۔ خواجہ شمس العارفین نمبر۔ مولانا احمد رضا خاں نمبر اور شیخ الاسلام نمبر۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= نواب مشتاق احمد خاں۔ نعیم صدیقی۔ سید نظر زیدی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ قاضی عبدالنبی کوکب۔ صاحبزادہ نصیر الدین گولڑوی۔ عبدالحکیم شرف قادری۔ خواجہ عابد نظامی۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ۔ ڈاکٹر محمد طفیل۔ پیرزادہ امداد حسین۔ سید عبدالمتین ہاشمی۔ رائے محمد کمال۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل کے معیار سے مطمئن ہیں؟

= عمومی طور پر دینی پرچوں کا معیار بہتر نہیں ہے۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= قابلِ قبول ہے۔ لیکن بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ کاغذ کا معیار بہتر بنانے کا سوچا جا رہا ہے۔ اسی طرح سرخیوں کی مزید تزئین کا ارادہ ہے۔ لیکن سنجیدگی اور شائستگی کی حدود میں رہتے ہوئے تبدیلی کی جائے گی۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کا سائز ایک ہی رہا ہے؟

= سائز ایک ہی رہا ہے۔

- پرچے کا سائز اور ضخامت کتنی ہے؟

= پرچے کا سائز ۲۳x۳۳/۱۶ اور ضخامت ۹۶ صفحات ہے۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے؟

= پرچے کا ڈیکلریشن پیر مہر کرم شاہ صاحب کے نام ہے۔ لیکن اس کی آمدنی پرچے کی بہتری کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

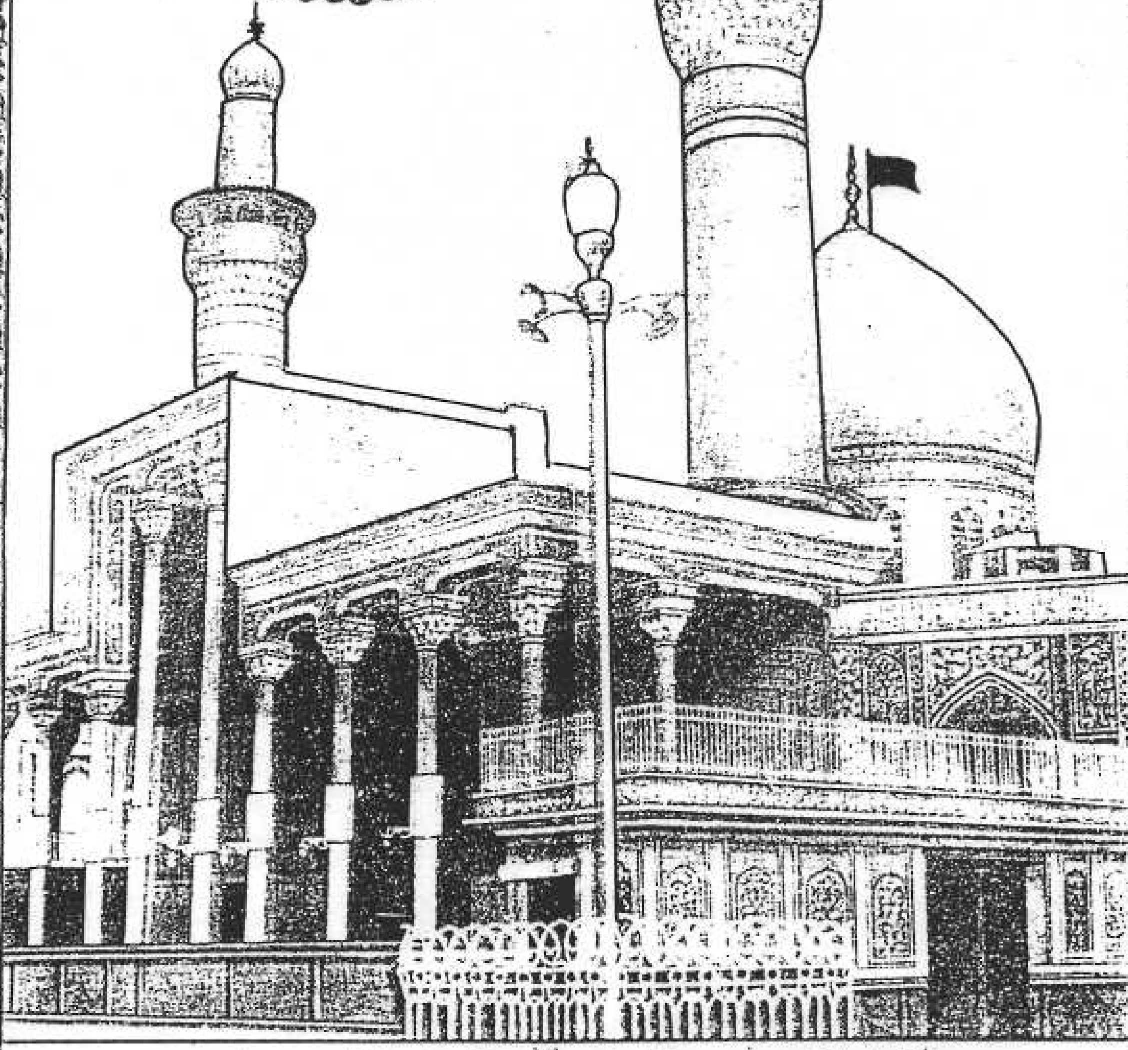
- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران کیا کردار ادا کیا؟

= "ضیائے حرم" اکتوبر ۱۹۷۰ء کو جاری ہوا۔ اُس وقت ہر طرف فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ اس پرچے نے بڑی استقامت کے ساتھ دینی اقدار کو اپنے صفحات کی زینت بنایا۔ اسلام کے نظامِ معیشت کو اجاگر کر کے سوشلزم اور سرمایہ داری کے ظالمانہ نظام کی تباہ کاریوں کو واضح کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی نظریہ واضح کیا اور مادر پدر آزاد نظام کے مفاسد بیان کر کے عوام الناس کو بروقت خبردار اور متنبّہ کیا۔

●—●—●

رضائے مصطفیٰ

گوجرانوالہ (پاکستان)



یکے از مطبوعات جماعت رضائے مصطفیٰ زیر اہتمام دارالسلام گوجرانوالہ

مدیر محمد حنیف نیازی

سالانہ چندہ ۴۰ روپے

فی پرچہ ۴ روپے

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

۱۵ر اپریل ۱۹۵۷ء کو مولانا ابو داؤد محمد صادق نے گوجرانوالہ سے پندرہ روزہ "رضائے مصطفیٰ" جاری کیا۔ اشاعت کے پانچویں سال انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کے افسرِ مجاز نے اس پر پابندی لگادی۔ اس پابندی کے خلاف عدالتِ عالیہ میں رٹ دائر کی گئی، جس کا فیصلہ "رضائے مصطفیٰ" کی انتظامیہ کے حق میں ہوا، اور یوں پرچے کی اشاعت کا دوبارہ آغاز ہوا، لیکن اب اسے پندرہ روزہ کی بجائے ماہنامہ کردیا گیا۔

ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" کے سرورق پر "اہل سنت وجماعت کا محبوب ترجمان" درج ہوتا ہے۔ جب کہ اندرونی سرورق پر یہ شعر لکھے ہوتے ہیں۔ ؎

رضائے رب، رضائے مصطفیٰ ہے　　　جو یہ چاہے وہ بے شک بارضا ہے

ہے رضائے مصطفیٰ میں رب کعبہ کی رضا　　　رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰ

اس کے علاوہ فہرست مضامین والے صفحہ پر بھی مستقل طور پر دو اشعار درج ہوتے ہیں؛

نورِ فیضِ مصطفیٰ سے بے گماں　　　جگمگاتا ہے رضائے مصطفیٰ

اعلیٰ حضرت کی جناب پاک سے　　　فیض پاتا ہے رضائے مصطفیٰ

ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" "گوجرانوالہ" بریلوی مکتب فکر کا بے باک ترجمان ہے۔ ہر دور میں اور ہر حال میں اس پرچے کی مجلس ادارت نے جس بات کو حق سمجھا ہے، اُسے بلا روک ٹوک چھاپا ہے۔ حکمرانوں کے عتاب کی پرواہ کیے بغیر اکثر و بیشتر قلم برداشتہ تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔

"رضائے مصطفیٰ" میں مسلکی اختلافات کا برملا اظہار کیا جاتا ہے۔ دیوبندی اور اہل حدیث پرچوں

میں شائع ہونے والی مختلف تحریروں کی بنیاد پر محاذ آرائی کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے ۔ بیگانوں کے علاوہ اپنے ہم مسلک بھی کسی معاملے میں غلطی یا فروگذاشت کریں تو انہیں بھی آڑے ہاتھوں لیا جاتا ہے ۔

"رضائے مصطفیٰ" کا یک رنگا سرورق عام سے سفید کاغذ پر طبع ہوتا ہے ۔ جبکہ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر چھپتے ہیں ۔ سائز ۸/۳۰×۲۰ اور ضخامت ۴۴ صفحات فی شمارہ ہوتی ہے ۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران "رضائے مصطفیٰ" نے نہ صرف ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت کی خامیوں اور خرابیوں کو ہدفِ تنقید بنایا، بلکہ جنرل محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں اسلامائزیشن کے حوالے سے ہونے والے اقدامات اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے تضادات کے خلاف اس پرچے نے بیباک انداز میں تنقید کا سلسلہ جاری رکھا ۔

"رضائے مصطفیٰ" کے ادارتی صفحات پر عام طور پر ملکی حالات و واقعات پر ردِّ عمل ظاہر کیا جاتا ہے ۔ تصویر کشی، فحاشی و عریانی اور دوسری معاشرتی برائیوں کے خلاف اپنے موقف کا برملا اظہار کیا جاتا ہے ۔

پرچے میں ہر ماہ باقاعدگی سے ملک بھر میں ہونے والے عُرسوں کی تاریخوں کا اندراج ہوتا ہے ۔ ہجری مہینے کے حساب سے اس ماہ کی خاص خاص باتوں اور واقعات کا تذکرہ ہوتا ہے ۔ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے حالات و واقعات کو اہتمام سے شائع کیا جاتا ہے ۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے لیے عقیدت و احترام اور وابستگی و وارفتگی بے مثال ہے ۔

"رضائے مصطفیٰ" کے مستقل سلسلوں میں تعارف و تبصرہ کتب، بین الاقوامی سُنّی تبلیغی اطلاعات اور اندرونِ ملک اہل سنت و جماعت کی مذہبی و تبلیغی خبروں کو اہتمام اور تفصیل کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے ۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۵ر اپریل ۱۹۵۷ء کو گوجرانوالہ سے جاری ہوا۔

- پرچے کا ماٹو/ نصب العین کیا ہے؟

= دینِ اسلام و مسلکِ حق اہل سنت وجماعت کی ترویج و اشاعت۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= مولانا ابو داؤد محمد صادق

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= محمد حفیظ نیازی، گوجرانوالہ کے معروف زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مروجہ تعلیم میٹرک کا امتحان ۱۹۴۹ء میں پاس کیا اور دینی تعلیم حاصل کی۔ کئی ایک فلاحی تنظیموں کے سرگرم کارکن رہے ہیں۔ مولانا محمد صادق صاحب سے دیرینہ نیاز مندی کی وجہ سے "نیازی" کہلاتے ہیں۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

= اصلاح معاشرہ اور دین اسلام کو اجاگر کرنا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و تعلیمات کی اشاعت اس پرچے کے بنیادی مقاصد ہیں۔

- پرچے کا حلقۂ اثر؟

= عمومی طور پر اسلامیان عالم، خصوصاً بیرونِ ملک بسنے والے اردو داں حضرات، نیز مسلکِ اہل سنت وجماعت میں اس کے قارئین کی اکثریت ہے۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں)

= ہر ماہ اوسطاً چار ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= چالیس فی صد

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں؟

= عام لوگ بھی شامل ہیں، مگر خاص مسلک کے زیادہ ہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی ایک ہی رہی ہے؟

= پرچے کی پالیسی ہمیشہ ایک ہی رہی ہے۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے عرصہ میں شائع ہونے والے خاص نمبروں کی مختصر تفصیل؟

= عید میلاد النبیؐ نمبر۔ اصلاح معاشرہ نمبر۔ غوث اعظم نمبر، مجددؒ نمبر۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= مولانا محمد مرغوب احمد اختر الحامدی۔ مولانا نسیم بستوی۔ عزیز حاصلپوری۔ افضل کوٹلوی۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= دینی صحافت سے وابستہ رسائل کو اپنی آمدن و خرچ پر جاری رکھنا بہت مشکل ہے۔ عموماً فنڈز کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اشتہارات کی عدم دستیابی کی وجہ سے فنی معیار بلند کرنا ممکن نہیں ہے۔

- اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= مطمئن نہیں۔ فی الحال ٹائیٹل کے صفحات کو خوبصورت بنایا ہے۔ حالات نے اجازت دی تو کمپیوٹر اور چھوٹا سا پریس لگا کر اس کے اندرونی صفحات کا معیار بھی بہتر بنانے کا منصوبہ ہے۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کا سائز اور ضخامت میں تبدیلی آتی رہی ہے ؟

= ۱۹۶۹ء سے قبل سائز ۴/۳۰×۲۰ تھا۔ اس کے بعد سائز ۸/۳۰×۲۰ کر دیا گیا۔ ضخامت ٹائٹل کے علاوہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہوتی ہے۔

- پرچہ کسی ٹرسٹ، دینی ادارہ یا جماعت کی ملکیت ہے ؟

= جماعت رضائے مصطفےٰ اسے چلا رہی ہے۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران سیاسی معاشی اور معاشرتی لحاظ سے کیا کردار ادا کیا ؟

= ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" مسلسل دینی اقدار کی سربلندی، اصلاح معاشرہ کے لیے پیش آمدہ معاشی معاشرتی مسائل کے حل اور سیاسی امور میں دینی رہنمائی کے لیے پیش پیش رہا ہے۔ چنانچہ اسلام میں عورت کی حکمرانی کے خلاف، سود، رشوت اور دوسری برائیوں کے انسداد اور سیاسی لیڈروں اور حکمرانوں کے کردار کے محاکمے پر مشتمل رضائے مصطفےٰ کی فائلیں بھری پڑی ہیں۔ ادارہ رضائے مصطفےٰ کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ کسی بھی دور میں وقتی مصلحتوں کا شکار نہیں ہوا۔ جو بات شائع کی، حق شائع کی۔ بلا جھجک اور دو ٹوک شائع کی ہے۔

●—●—●

دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

دارالعلوم کراچی کے زیر اہتمام، مفتی محمد شفیع نے "ھذا بلاغ للناس" کے ماٹو کے ساتھ اپریل ۱۹۶۷ء کو ماہنامہ "البلاغ" کا اجراء کیا۔

"البلاغ" کو اس وقت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس کے مدیر اعلیٰ مفتی محمد تقی عثمانی اور مدیر مولانا عزیز الرحمٰن ہیں۔ پرچے کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے لیے علمی، تحقیقی، اصلاحی اور تعمیری مضامین کی اشاعت ہے۔ اس کے علاوہ دین اسلام کو قرآن و سنت اور اپنے سلف صالحین کی تشریحات کی روشنی میں سمجھنا اور سمجھانا، مسلمانوں کے سامنے اسلامی تہذیب و معاشرت اور اس کے نظامِ عقائد و اخلاق کے خدوخال صحیح صورت میں پیش کرنا اور مادہ پرستانہ ماحول کی تاریکیوں کا خاتمہ اور گروہی و فرقہ وارانہ تعصبات کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔

ماہنامہ "البلاغ" کا سرورق آرٹ پیپر پر کبھی دو رنگوں میں اور کبھی چار رنگوں میں بھی چھپتا ہے۔ دوسرے دینی پرچوں کی طرح اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر چھاپنے کی بجائے اچھا سفید کاغذ استعمال کیا جاتا ہے۔

"البلاغ" کا اداریہ "فکر و نظر" کے عنوان سے اہم ملی و قومی مسائل پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی خرابیوں کا ناقدانہ جائزہ بھی لیا جاتا ہے۔ پرچے میں معارف و مسائل، دارالعلوم کے شب و روز اور نقد و تبصرہ مستقل سلسلے ہیں۔ جبکہ اسلامی معیشت کے حوالے سے بلند پایہ مضامین بھی وقتاً فوقتاً "البلاغ" کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران "البلاغ" نے سوشلزم کی بھرپور مخالفت کی۔ سقوطِ ڈھاکہ پر

حکمرانوں کا کڑا احتساب کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت کی مخالفت کا تاثر عمومی طور پر نظر آتا ہے۔

سوشلزم کے ساتھ ہی ساتھ سرمایہ داری کی مخالفت میں بھی تحریریں "البلاغ" میں چھپتی رہی ہیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں اسلامائزیشن کے حوالے سے ہونے والے اقدامات کی تحسین کے علاوہ ان اقدامات کی خامیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کے لیے خیر خواہانہ مشورے بھی دیئے جاتے تھے۔

عمومی طور پر "البلاغ" فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر ملی و قومی سوچ کو فروغ دینے والا پرچہ ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= اپریل ۱۹۶۷ء کو کراچی سے اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔

- پرچے کا ماٹو/ نصب العین کیا ہے؟

= مسلمانوں کے لیے علمی، تحقیقی، اصلاحی اور تعمیری مضامین کی اشاعت ہے۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہ

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/ مدیران کے نام؟

= مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= ۱۹۴۳ء کو مولانا محمد تقی عثمانی کی ولادت ہوئی۔ ۱۹۶۷ء میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ اس کے بعد جامعہ پنجاب سے فاضل عربی اور جامعہ کراچی سے بی اے اور ایل ایل بی کیا۔ ۱۹۷۰ء میں

پنجاب یونیورسٹی سے امتیازی درجہ کے ساتھ ایم اے عربی کیا ۔ اس وقت دارالسلام میں اسلامی علوم کی تدریس میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ "البلاغ" (اردو) کی ادارت ۱۹۶۷ء سے البلاغ انٹرنیشنل (انگریزی) کی ادارت ۱۹۸۹ء سے کر رہے ہیں ۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= دینِ اسلام کو قرآن و سنت اور اپنے سلف صالحین کی تشریحات کی روشنی میں سمجھنا اور سمجھانا ۔ مسلمانوں کو مادہ پرستانہ ماحول سے نکال کر پُرسکونِ منزل کا راستہ بتانا ۔ گروہی اور فرقہ وارانہ تعصبات کی حوصلہ شکنی کرنا ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= پرچے کا حلقۂ اثر کافی وسیع ہے ۔ اندرون و بیرون ملک زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے قارئین اس کے حلقۂ اثر میں شامل ہیں ۔ زیادہ تعداد اہلِ علم کی ہے ۔

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں ؟

= عام لوگ بھی شامل ہیں ۔ زیادہ تر افراد کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں رد و بدل ہوا ہے ؟

= پرچے کی پالیسی ایک ہی رہی ہے ۔ جو ناقابلِ تغیّر اغراض و مقاصد کے تابع ہے ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر شائع ہوئے ، ان کی مختصر تفصیل ؟

= دو خاص نمبر شائع ہوئے ۔ مفتی اعظم محمد شفیع نمبر اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی نمبر ۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہلِ قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= مولانا مفتی محمد شفیع ۔ مولانا ظفر احمد عثمانی ۔ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی ۔ مولانا سلیم اللہ خان ۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی ۔ مفتی محمد رفیع عثمانی اور دوسرے بہت سے اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= جی ہاں ! ان رسائل وجرائد کے مادی وسائل اور بساط کو دیکھتے ہوئے ان کا فنی معیار مناسب ہے۔ البتہ یہ معیار مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے ۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= جی ہاں ! بحمد للہ " البلاغ " کا معیار عمدہ ہے ، اور مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کیا رہی ہے ؟

= پرچے کا سائز ۸/۲۶×۲۰ رہا ہے اور صفحات عموماً ۶۴ صفحات پر مشتمل ہوتی ہے ۔

- پرچے کا مقصد کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ ہے ؟

= علماء حق ، بالخصوص اکابر دیوبند کے معتدل نظریات کے فروغ کا ذریعہ ہے ۔

- آپ کے پرچے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران معاشی معاشرتی اور سیاسی کیا کردار ادا کیا ؟

= " البلاغ " نے موجودہ دور میں اٹھنے والے جدید معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل پیش کیا ہے ۔ سیاسی اور انتظامی کوتاہیوں کی طرف توجہ دلائی ہے ، اور مختلف ملکی و عالمی امور پر شرعی نقطۂ نظر سے رہنمائی کی ہے ۔ دینِ اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مؤثر تعاقب کیا ہے اور ہر دور میں سیاست ، معیشت اور معاشرت و تعلیم کے میدانوں میں غیر شرعی عوامل و عناصر کی نشاندہی کرکے مثبت امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔

●—●—●

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

پاکستان

مولانا عبدالحق نے اکتوبر ۱۹۶۵ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے زیر اہتمام ماہنامہ "الحق" جاری کیا۔ پرچے کے مدیر مولانا سمیع الحق اور مدیر معاون مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں۔ پرچے کے سرورق پر مستقل طور پر یہ عبارت درج ہوتی ہے:

"دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ" پرچے کے اجراء کا مقصد، قرآن و حدیث کے علوم کی اشاعت اور سلف صالحین کی تعلیمات کا فروغ ہے۔

ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک نے مختلف دینی پرچوں کی طرح سوشلزم، اسلامی سوشلزم اور بھٹو دور حکومت کی بھرپور مخالفت کی۔ "الحق" کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس نے جہاد افغانستان میں بھرپور قلمی حصہ لیا۔ اس کی ایک وجہ تو اکوڑہ خٹک کی افغانستان سے زمینی قربت تھی۔ دوسرے یہ کہ جہادِ افغانستان کے مجاہدین کی قیادت میں سے بڑی تعداد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فیض یاب تھی۔ جہادِ افغانستان کے معروف کمانڈر جلال الدین حقانی اسی دارالعلوم کے فارغ التحصیل تھے۔

ماہنامہ "الحق" کا دوسرا نمایاں پہلو، پاکستان میں شریعت بل کے نفاذ کی مہم ہے۔ جس کے محرک ماہنامہ "الحق" کے مدیر مولانا سمیع الحق ہیں۔ "الحق" میں نفاذ شریعت کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے تسلسل کے ساتھ اداریوں اور مضامین کا سلسلہ جاری رہا۔

"الحق" میں نقشِ آغاز کے عنوان سے مختلف دینی، سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر اداریے تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ پرچے کے مستقل سلسلوں میں افکار و تاثرات، دارالعلوم کے شب و روز اور تعارف و تبصرہ کتب شامل ہوتے ہیں۔

جنرل ضیاء الحق کے دورِ اقتدار میں اسلامی نظام کے لیے کیے جانے والے اقدامات کی تائید و حمایت میں "الحق" پیش پیش رہا ہے، لیکن ان اقدامات پر عملدرآمد نہ ہونے کی صورت میں ناقدانہ تحریریں بھی پرچے میں چھپتی رہی ہیں۔ کتابت و طباعت کی سادگی کے باوجود ایک معیاری دینی پرچہ ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= اکتوبر ۱۹۶۵ء کو اکوڑہ خٹک ضلع پشاور سے شروع ہوا۔

- پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے؟

= قرآن و سنت کی تعلیمات کا فروغ۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= شیخ الحدیث مولانا عبدالحق۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر / مدیران کے نام؟

= مولانا سمیع الحق۔ مولانا عبدالقیوم حقانی۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= مولانا عبدالقیوم حقانی۔ دارالعلوم حقانیہ اور وفاق المدارس کے استاد ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ میں تفسیر و حدیث کے استاد ہیں۔ ۳۰ سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ جامع مسجد دارالعلوم کے خطیب ہیں۔ "توضیح السنن" ان کی مشہور تصنیف ہے۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

= قرآن وحدیث کے علوم کی اشاعت ۔ سلف صالحین کی تعلیمات کا فروغ ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= الحمد للہ ! پرچہ اپنے یوم تاسیس سے تاہنوز اضافہ پذیر ہے ۔ ملک و بیرون ملک ہر مکتب فکر کے لوگ اسے پسند کرتے ہیں ۔ دینی مدارس، کالجوں، یونیورسٹیوں، علمی و تحقیقی اداروں اور تبلیغی مراکز میں اسے یکساں مقبولیت حاصل ہے ۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر بتانا پسند کریں)

= ماہانہ ۱۱ ہزار اشاعت ہے ۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فیصد ہیں ؟

= نو ہزار خریدار ہیں، جبکہ دو ہزار پرچہ اعزازی بھجوایا جاتا ہے ۔

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں ؟

= خریداروں میں تمام مسالک کے لوگ شامل ہیں ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں تبدیلی آئی ہے ؟

= پالیسی جمہور اہل سنت کے متفقہ مسائل و معتقدات کی توسیع و تشریح اور تبلیغ و تشہیر ہے ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران شائع ہونے والے خاص نمبروں کی مختصر تفصیل ؟

= شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر ۔ ایک ضخیم نمبر ہے ۔ جو "الحق" کے تحت شائع ہوا ہے ۔ ایک ہزار دو سو پچیس (۱۲۲۵) صفحات پر مشتمل ہے ۔ ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے ۔ جس میں تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفٰے، تحریک نفاذ شریعت اور متحدہ علماء کونسل کا تذکرہ بھی اس ضخیم نمبر میں شامل ہے ۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= مولانا ابوالحسن علی ندوی ۔ مولانا سید سلیمان ندوی ۔ ڈاکٹر حمیداللہ ۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

مولانا شمس الحق افغانی ۔ مولانا شہاب الدین ندوی اور دیگر معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ۔

- آپ طباعت واشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= دینی جرائد و رسائل قلتِ وسائل ، معاشرہ میں آزاد روی کے پیش نظر مقبول نہیں ہیں ۔ اس کے علاوہ سرکاری سطح پر مراعات واشتہارات نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ اس لیے طباعتی معیار اور فنی امور کو کما حقہ ملحوظ نہیں رکھا جارہا ۔

- کیا آپ اپنے پرچے کو فنی لحاظ سے بہتر بنانے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں ؟

= بحث و تحقیق ، انتخابِ مضامین ، ادبی معیار ، حالاتِ حاضرہ الغرض جہاں تک تحریری مواد کا تعلق ہے ، ہم پرچے سے مطمئن ہیں ۔ باقی رہی طباعت ، عمدہ کاغذ ، ٹائٹل اور طباعتی امور اس جانب توجہ نہیں دی جارہی ۔

- پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کیا ہے ؟

= سائز ۱۶/۳۶ × ۲۳ اور ضخامت عام طور پر ۶۴ صفحات ہوتی ہے ۔

- پرچہ کسی فرد ، ٹرسٹ ، ادارہ یا جماعت کی ملکیت ہے ؟

= پرچہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی ملکیت ہے ۔

- پرچے کا مقصدِ اجراء کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کا فروغ کا ذریعہ ہے ؟

= نہیں ۔ پرچہ کسی شخصیت کے نظریات کے فروغ کا ذریعہ نہیں ، بلکہ قرآن و سنت کی تعلیمات کی اشاعت کا ذریعہ ہے ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران آپ کے پرچے نے دینی اقدار کے فروغ، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= "الحق" نے اس دوران، دینی اقدار کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ علمی اور تحقیقی مقالے شائع کیے۔ معاشیات اور معاشرت پر "الحق" کے مضامین ریکارڈ پر ہیں۔ سیاسی امور میں شریعت بل کا تمام تر معرکہ "الحق" کے صفحات کی زینت بنا رہا، اور الحمدللہ شریعت بل پیش کرنے والے بھی ماہنامہ "الحق" کے مدیر اعلیٰ مولانا سمیع الحق تھے۔

- کوئی اور بات، جو آپ بتانا پسند کریں ؟

= ماہنامہ "الحق" کے ۲۰ سالہ اشاریہ کی تیاری آخری مراحل میں ہے۔ اس کے چھپنے پر علمی و تحقیقی دنیا کے سامنے ایک عظیم کام سامنے آئے گا۔

●—●—●

ہفت روزہ
خدام الدین

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

نے کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

اسلام نے عورت کے لئے پردہ لازم قرار دیا ہے اس لئے قرآن عزیز میں حکم فرمایا۔ "اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں اور پھر نہ ستائی جائیں اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔" تم بھی اپنی عورتوں کو پردہ کرایا کرو کیونکہ جس طرح موتی کے بہت سے ہاتھوں میں جانے سے اس کی آب ماند پڑ جاتی ہے اس طرح بے نقاب عورت کے چہرے پر بہت سے غیر محرموں کی نظر پڑنے سے عورت کی آب رو (آبرو) بھی ماند پڑ جاتی ہے۔

مرسلہ : بشیر احمد چوہان،

خدام الدین

ہفت روزہ "خدام الدین" کا اجراء اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے مولانا احمد علی لاہوری کی ادارت میں جولائی ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ پرچے کا نصب العین خالصتاً قرآنی علوم کی اشاعت اور اسلام کے خلاف اُٹھنے والے فتنوں کی تحریر کے ذریعے سرکوبی ہے۔ اس کے علاوہ قرآنی علوم کی سہل اور سادہ انداز میں تبلیغ، عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ، صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق سمجھتے ہوئے اُن کی خدمات کی اشاعت اسلامی قوتوں کی حوصلہ افزائی اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے اتحاد اور یک جہتی کے لیے کوشش کرنا ہے۔

ہفت روزہ "خدام الدین" کی مجلس ادارت میں رئیس التحریر مولانا محمد اجمل قادری ہیں۔ مدیر مسئول ڈاکٹر محمد اکمل اور مدیر ظہیر میر ایڈووکیٹ ہیں۔ پرچے کا ظاہری گٹ اَپ متاثر کن نہیں ہے۔ سرورق کبھی ایک رنگ اور کبھی دو رنگ میں چھپتا ہے۔ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر طبع ہوتے ہیں۔ کتابت و طباعت کا معیار واجبی سا ہے۔ جبکہ تحریروں میں عام طور پر یکسانیت پائی جاتی ہے۔

اداریہ اور فہرست مضامین ایک ہی صفحہ پر درج ہوتے ہیں۔ اداریہ کے علاوہ عموماً ادارتی نوٹ بھی شائع ہوتے ہیں جو ایک سے زیادہ صفحات پر محیط ہوتے ہیں۔ اداریہ عام طور پر سیاسی مسائل و معاملات پر ہوتا ہے۔ پرچے کے مستقل سلسلوں میں مجلسِ ذکر ہے۔ پہلے مولانا عبیداللہ انور مرحوم کی مجالسِ ذکر کی روداد چھپتی تھی۔ اب باقاعدگی سے مولانا محمد اجمل قادری کی مجلس ذکر کو طبع کیا جاتا ہے۔ پرچے کے بانی مولانا احمد علی لاہوری کے دور سے اب تک تسلسل کے ساتھ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں دیئے جانے والے خطباتِ جمعہ کو "خدام الدین" میں شاملِ اشاعت کیا جاتا ہے۔ پرچے میں ایک آدھ علمی مضمون اور کبھی کبھار حمد، نعت یا نظم بھی چھاپی جاتی ہے۔ قدرے بے قاعدگی کے ساتھ خواتین اور بچوں کے لیے

بھی تین چار صفحات مخصوص کیے جاتے ہیں۔ صحت کے حوالے سے حکیم شیرازی کا صفحہ بھی وقفوں کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران، سوشلزم کی واضح انداز میں مخالفت کی جاتی رہی۔ پرچے میں سقوطِ ڈھاکہ پر گہرے صدمے کا اظہار کیا گیا۔ بھٹو دورِ حکومت کی مخالفت کا رجحان مجموعی طور پر پرچے پر غالب رہا۔ حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں جب مولانا عبیداللہ انور پر سخت تشدد روا رکھا گیا تو پرچے میں بھٹو حکومت کے خلاف جارحانہ انداز میں مزید شدّت پیدا ہوگئی۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت اور اسلامائزیشن کے عمل پر "خدام الدین" کا رویّہ قدرے محتاط قسم کا رہا۔ اسلامی نظام کے حوالے سے کیے جانے والے اقدامات پر صحیح معنوں میں عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے ناقدانہ اداریے اور مضامین پرچے میں چھپتے رہتے۔

دیوبندی مکتبِ فکر کی نمائندگی کرنے والے اس ہفت روزہ میں اختلافی مسائل کو ہوا نہیں دی جاتی۔ بس اپنے ہی مخصوص دائرہ کار میں رہتے ہوئے مخصوص قسم کی تحریریں شائع کرنا پرچے کا معمول ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= جولائی ۱۹۵۷ء کو اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے ہوا۔

- پرچے کا ماٹو/نصب العین کیا ہے؟

= خالصتاً علوم قرآنی کی اشاعت، اسلام کے خلاف کام کرنے والی قوتوں کا علمی محاذ پر مقابلہ کرنا اور بانی "خدام الدین" مولانا احمد علی لاہوری کے ارشادات کی اشاعت۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری

– ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران "خدام الدین" کے مدیر/مدیران کے نام ؟

= ۱۔ میاں عبدالرحمٰن ایڈووکیٹ، ۲۔ بشیر احمد چوہان، ۳۔ مناظر حسین نظر، ۴۔ مجاہد الحسینی، ۵۔ سعید الرحمٰن علوی، ۶۔ اختر کاشمیری، ۷۔ عبدالرشید انصاری ۔

– موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ؟

= محمد ظہیر میر ایڈووکیٹ، ایم اے اُردو، ایم اے علوم اسلامیہ، ایم اے سیاسات ۔

– پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= قرآنی علوم کی سہل اور سادہ انداز میں تبلیغ ۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ۔ اسلامی قوتوں کی حوصلہ افزائی ۔ صحابہ کرام کو معیارِ حق سمجھتے ہوئے ان کی خدمات کی اشاعت ۔ اسلامی قوتوں کی حوصلہ افزائی، اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے اتحاد و یکجہتی کے لیے کوشش کرنا ۔

– پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= تقریباً تمام اسلامی ممالک اور دنیا کے تمام ممالک جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے متعلقین اور متوسلین موجود ہیں ۔

– پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں)

= مختلف اوقات میں مختلف رہی ہے ۔ کسی دور میں ۳۵ ہزار فی ہفتہ بھی چھپتا رہا ہے ۔ ان دنوں دس ہزار فی شمارہ طبع ہوتا ہے ۔

– پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں ؟

= تقریباً ۹۸ فیصد سالانہ خریدار ہیں ۔

– خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں؟

= دیوبندی مکتب فکر کے علاوہ دیگر مسالک کے لوگ بھی شامل ہیں۔

– ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی یکساں رہی ہے؟

= جی ہاں۔

– ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران، جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= ۱۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نمبر۔ ۲۔ تبلیغ نمبر، ۳۔ حضرت مولانا محمد زکریا نمبر ۴۔ اسلامی معیشت نمبر، ۵۔ مولانا حسین احمد مدنی نمبر، ۶۔ مولانا مفتی محمود نمبر ۷۔ مولانا عبیداللہ انور نمبر۔

– پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= علامہ علاؤالدین صدیقی۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ ڈاکٹر فیوض الرحمٰن۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی۔ ڈاکٹر امان اللہ۔ پروفیسر سعیدالدین ڈار اور دیگر بے شمار حضرات کا قلمی تعاون حاصل رہا ہے۔

– آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= دینی رسائل کے موجودہ فنی معیار سے مطمئن نہیں۔ اس سلسلہ میں بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ دینی رسائل کو بین الاقوامی معیار کے مطابق بنا کر عوام اور اہم افراد تک پہنچایا جائے۔

– آپ اپنے پرچے کے فنی معیار کو بہتر بنانے کے لیے کیا اقدامات کر رہے ہیں؟

= مالی دشواریاں بہت زیادہ ہیں۔ لوگوں کا رجحان ٹیلیویژن اور روزانہ اخبارات کی طرف زیادہ ہے۔ تعلیم کی اس دوڑ میں سخت محنت کی ضرورت ہے۔ جب تک معیار بلند نہیں کیا جاتا، کوئی بھی دینی پرچہ اپنی تعداد اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہم مقدور بھر کوشش

کر رہے ہیں کہ محدود وسائل کے باوجود پرچے کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے پرچے کے سائز میں تبدیلی آئی ہے ؟

= پہلے ۲۰×۳۰/۴ سائز پر چھپتا تھا۔ اب ۲۰×۳۰/۸ سائز پر طبع ہوتا ہے۔

- پرچے کی عمومی ضخامت کتنی ہوتی ہے ؟

= ۲۸ صفحات

- پرچہ کسی خاص فرد کی ملکیت ہے ؟

= ذاتی ملکیت نہیں، بلکہ انجمن خدام الدین کے ماتحت ہے ۔

- پرچے کے اجراء کا مقصد کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کا پرچار ہے ؟

= صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا پرچار اور فروغ اس پرچے کا مقصدِ اجراء ہے ۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران دینی اقدار، معاشی معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= اگر آپ موازنہ کریں تو شاید ہی کوئی ایسا پرچہ ہو، بلکہ ہمارا چیلنج ہے کہ کوئی ہفت روزہ پرچہ ایسا نہیں، جس کی تعداد اشاعت ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء تک مسلسل ۲۵ ہزار فی ہفتہ رہی ہو۔ چنانچہ "خدام الدین" نے دینی اقدار، معاشی معاشرتی اور سیاسی امور میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے ۔ اس کے بے باک اداریوں اور مضامین نے سیاسی رُخ موڑے ہیں ۔ ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں "خدام الدین" نے اسلامی ذہن رکھنے والے اُمیدواروں کی حمایت میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔

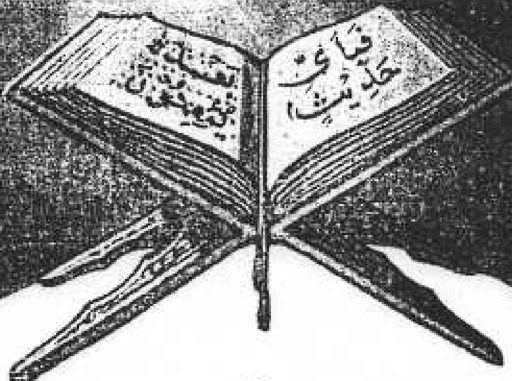
- کوئی اور بات، جو آپ بتانا پسند کریں؟

= تمام دینی جرائد و رسائل کی اہم اور مضبوط تنظیم کی ضرورت ہے، تاکہ اسلام کے لیے متفقہ اور متحدہ آواز بلند کی جا سکے۔ اس سلسلہ میں "خدام الدین" نے کام شروع کر دیا ہے، اور کئی اجلاس ہو چکے ہیں، جو بہت کامیاب رہے ہیں۔ ان شاء اللہ پورے ملک کے دینی جرائد و رسائل کے مدیروں کا اہم اجلاس بلا کر آئندہ لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا۔

●—●—●

محدّث

وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ
وَسِرَاجًا مُّنِيرًا



مجلس التحقیق الاسلامی

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدّث

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے دسمبر ۱۹۷۰ء کو لاہور سے "محدث" جاری کیا۔ پرچے کے سرورق پر فبای حدیث بعدہ یومنون (القرآن) درج ہوتا ہے۔ جبکہ اندرونی سرورق پر نمایاں انداز میں "ملتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ" لکھا ہوتا ہے۔

"محدث" کی مجلسِ ادارت میں حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے علاوہ مولانا سعید مجتبیٰ سعیدی، مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اور حافظ حسن مدنی شامل ہیں۔ پرچے کے مستقل سلسلوں میں فکر ونظر کے عنوان سے ہر ماہ باقاعدگی سے اداریہ تحریر کیا جاتا ہے۔ کتاب وحکمت کے عنوان سے قرآنی تعلیمات کے حوالے سے تحریر ہوتی ہے۔ حدیث وسنت کے نام سے احادیثِ نبویؐ پر تحریریں شاملِ اشاعت ہوتی ہیں۔ تحقیق وتنقید کے عنوان سے دینی وعلمی موضوعات پر معروف اہل قلم کے مقالات شائع کیے جاتے ہیں۔ تذکرۃ المشاہیر کے عنوان سے عام طور پر اہل حدیث مشاہیر کے حالات شائع ہوتے ہیں۔ تبصرۂ کتب بھی "محدث" کے مستقل سلسلوں میں شامل ہے۔

ماہنامہ "محدث" کا سرورق کبھی موٹے آفسٹ پیپر پر اور کبھی کبھار آرٹ پیپر پر ایک رنگ میں طبع ہوتا ہے۔ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ کی بجائے سفید کاغذ پر چھپتے ہیں۔ پرچے میں تمام اہل علم کو دعوتِ بحث وتحقیق دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مستقل عبارت اندرونی سرورق کے نیچے درج ہوتی ہے۔ "محدث، کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کُلی اتفاق ضروری نہیں۔"

سیاسی معاملات پر ماہنامہ "محدث" نے سقوطِ ڈھاکہ پر اس کے ذمہ داران کے خلاف سخت ردِ عمل ظاہر کیا۔ بھٹو دورِ حکومت پر تنقید کا سلسلہ متواتر رہا۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے نتیجہ میں اسلامائزیشن

کے عمل کا ابتدا ءمیں خیر مقدم کیا۔ لیکن بعد میں اس عمل کے نتیجہ میں معاشرے میں مثبت تبدیلیوں کا سلسلہ شروع نہ ہو سکا تو "محدث" نے محتاط انداز میں جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت کے اقدامات کا ناقدانہ جائزہ لینا شروع کیا۔ جس میں خیر خواہی کا انداز نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ افتراق و اختلاف کے موجودہ دور میں ایسے دینی پرچے کا وجود غنیمت ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا ؟

= دسمبر ۱۹۷۰ء کو ماڈل ٹاؤن لاہور سے جاری ہوا۔

- پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے ؟

= وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ۔

- پرچے کے بانی کا نام ؟

= حافظ عبدالرحمٰن مدنی ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر / مدیران کے نام ؟

= پرچے کے آغاز سے لے کر اب تک حافظ عبدالرحمٰن مدنی ہی مدیر ہیں ۔

- مدیر کا مختصر تعارف ؟

= حافظ عبدالرحمٰن مدنی کا تعلق مشہور اہلحدیث خاندان "روپڑ" سے ہے۔ پاکستان کے مختلف دینی مدارس سے فیضیاب ہونے کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے تحصیلِ علم کیا۔ جبکہ اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ منورہ سے چار سال کا کورس بھی مکمل کیا۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کو فروغ دینا۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= مستدل دینی پرچہ ہونے کی وجہ سے اہل حدیث مکتب فکر کے علاوہ دیگر دینی و علمی حلقوں میں بھی پڑھا جاتا ہے۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر بتانا پسند کریں)

= جواب نہیں دیا گیا۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= تقریباً ۸۰ فیصد سالانہ خریدار ہیں۔

- خریدار خاص مسلک کے ہیں -

= اہل حدیث مکتب فکر کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر کے لوگ بھی شامل ہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں تبدیلی آئی ہے ؟

= قرآن وسنت کے داعی پرچے کی پالیسی میں تبدیلی کیسے ممکن ہے۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل ؟

= پرچے کا آغاز ستمبر ۱۹۷۰ء سے ہوا، اس لیے خاص نمبر کی اشاعت بھی اس کے بعد ہی عمل میں آئی۔ نومبر ۱۹۷۱ء میں رمضان المبارک نمبر شائع کیا گیا۔ رسول نمبر کی دو حصوں میں اشاعت مارچ ۷۳ء اور مئی ۷۵ء میں ہوئی۔ ۱۹۷۹ء میں جمہوریت یا اسلام نمبر اور ۱۹۸۵ء میں خلافت و جمہوریت نمبر شائع کیا گیا۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= ملک کی بیشتر اہل علم شخصیات کا تعاون "محدث" کو حاصل رہا ہے ۔ پاکستان کے علاوہ بیرونِ ملک کی ممتاز علمی شخصیات کی تحریروں کو اردو کے قالب میں ڈھال کر محدث میں چھاپا جاتا ہے ۔

- پرچے کا سائز ایک ہی رہا ہے ؟ عموی ضخامت کتنی ہوتی ہے ؟

= پرچے کا سائز مستقل طور پر ۱۸×۲۲/۸ رہا ہے اور ضخامت عام طور پر اسّی (۸۰) صفحات ہوتی ہے ۔

- پرچے کے اجراء کا مقصد کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کا فروغ تو نہیں ہے ؟

= "محدث" کے اجراء کا مقصد کتاب و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ہے ۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران دینی اقدار، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ؟

= امر بالمعروف کے حوالے سے ممکنہ حد تک علمی محاذ پر اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اسلام کے خلاف سر اٹھانے والے فتنوں کی نشاندہی اور ان کے خلاف قلم و قرطاس کے میدان میں "محدث" ہمیشہ معروفِ عمل رہا ہے ۔

●—●—●

مسلک اہلحدیث کا داعی اور ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور
پاکستان

جلد ۳۵ — ۱۷ رجب ۱۴۰۳ھ — جمعۃ المبارک — ۳۰ اپریل ۱۹۸۳ء — شمارہ ۱۸

مندرجات

سالانہ — ۵۰ روپے
فی پرچہ — ۱ روپیہ

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

قیامِ پاکستان کے دو سال بعد اگست ۱۹۴۹ء کو پنجاب کے شہر گوجرانوالہ سے اہل حدیث مکتبِ فکر کے عالمِ دین مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے ہفت روزہ "الاعتصام" جاری کیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے گوجرانوالہ سے لاہور منتقل کر دیا گیا۔

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کے سرورق پر قرآنی آیت کا حصہ "**واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا و لا تفرقوا**" نمایاں انداز میں درج ہوتا ہے۔ پرچے کے سرپرست مولانا فضل الرحمٰن بن محمد، مدیر مسئول حافظ احمد شاکر اور مدیر علیم ناصری ہیں۔ "الاعتصام" دارالدعوۃ السلفیہ لاہور کے زیرِ اہتمام ہفتہ میں ایک بار باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔

"الاعتصام" کا اداریہ عموماً معاشرتی، سیاسی اور کبھی کبھار معاشی موضوعات پر بھی ہوتا ہے۔ پرچے میں احکام و مسائل کے نام سے دینی موضوعات پر استفسار کرنے والے عوام الناس کے لیے مستقل سلسلہ ہے۔ پرچے میں مختلف دینی موضوعات پر تحریروں کے علاوہ علمی و تحقیقی مضامین بھی شاملِ اشاعت ہوتے ہیں۔ "الاعتصام" کا مزاج مناظرانہ نہیں ہے، اس لیے دوسرے مکاتبِ فکر کے خلاف فروعی اختلافات میں نہیں اُلجھتا۔ پرچے کے آخر میں ضروری اطلاعات و اعلانات کے علاوہ اختصار کے ساتھ مختلف مقامات کی جماعتی خبریں بھی شائع کی جاتی ہیں۔

ہفت روزہ "الاعتصام" کا ظاہری گٹ اَپ بہت ہی واجبی سا ہوتا ہے۔ سرورق یک رنگا اور معمولی درجے کے سفید کاغذ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر طبع ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ایوب خاں کے زوال اور یحییٰ خاں کے مارشل لاء پر اس کی تحریریں محتاط

قسم کی تھی۔ البتہ سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے حوالے سے انداز قدرے جارحانہ ہے۔ سقوط ڈھاکہ پر شدید جذبات کا اظہار مسلسل کیا جاتا رہا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کا دور چونکہ سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کی بحث کا دور تھا۔ اس کے علاوہ نیشنلائزیشن کا عمل بھی جاری تھا۔ اس لیے "الاعتصام" کا رویہ بھٹو اور بھٹو حکومت کے خلاف تھا۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے نفاذ پر جہاں دوسرے دینی حلقوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ "الاعتصام" نے بھی نفاذ اسلام کے حوالے سے مثبت توقعات کا اظہار کیا۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ جب اسلامائزیشن کے سلسلہ میں زبانی کلامی دعوے زیادہ ہونے لگے اور عملی طور پر مثبت تبدیلیوں کے آثار معدوم ہونے لگے تو "الاعتصام" نے محتاط انداز میں اپنے ادارتی صفحات پر جنرل ضیاء الحق اور ان کی حکومت کو ہدفِ تنقید بنایا۔

"الاعتصام" اپنے صفحات پر عام طور پر ملی اور قومی نوعیت کے مسائل و معاملات پر رائے ظاہر کرتا ہے۔ ملک کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی معاملات پر بھی اپنا نقطۂ نظر بلا کم و کاست پیش کرتا ہے۔ بحیثیت مجموعی "الاعتصام" ظاہری گٹ اَپ نہ ہونے کے باوجود اپنی تحریروں کے حوالے سے ایک معتدل مزاج دینی و علمی پرچہ ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= اگست ۱۹۴۹ء کو گوجرانوالہ سے جاری ہوا۔ بعد میں لاہور منتقل کر دیا گیا۔

- پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے؟

= تعلیمات قرآن و سنت کا مثبت انداز میں ابلاغ۔

- پرچے کے بانی کا نام ؟

= مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر / مدیران کے نام ؟

= مولانا عطاء اللہ حنیف ۔ حافظ صلاح الدین یوسف ۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ؟

= علیم الدین علیم ناصری ایم اے ۔ مصنف شاہنامہ بالاکوٹ ۔ رکن دارالدعوۃ السلفیہ ۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= دورِ حاضر کے پیش آمدہ مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں حل اور قارئین کی قرآن و سنت کی روشنی میں دینی و سیاسی رہنمائی ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= جماعتی حلقوں کے علاوہ جامعات، دینی ادارے، لائبریریاں اور دیگر مجلات و رسائل استفادہ کرتے ہیں ۔ قارئین بیرون ملک بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں ۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فیصد ہیں ؟

= ۶۰ سے ۷۰ فی صد تک ۔

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں ؟

= عام لوگ بھی شامل ہیں ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران، پرچے کی پالیسی میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے ؟

= پرچے کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر چھپے۔ ان کی مختصر تفصیل ؟

= سالانہ عیدالفطر و عیدالاضحیٰ نمبروں کے علاوہ معراج نمبر۔ دینی مدارس نمبر۔ عورت کی سربراہی نمبر۔ حافظ محمد گوندلوی نمبر۔ مولانا حنیف ندوی نمبر اور مولانا عطاء اللہ حنیف نمبر۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= مولانا محمد داؤد غزنوی۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ مولانا امام خاں نوشہری اور دیگر اہل علم۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی پرچوں کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= ہاں ! مطمئن ہیں۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= معیار کو بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

- پرچہ کا سائز اور عمومی ضخامت کتنی ہوتی ہے۔

= پرچے کا سائز ۲۰×۳۰/۸ اور عمومی ضخامت ۲۸ صفحات ہوتی ہے۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے ؟

= دارالدعوۃ السلفیہ لاہور کی ملکیت ہے۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران دینی اقدار، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= حتی الامکان پرچے کے اغراض و مقاصد کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا گیا۔

●—●—●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب و سنت کا داعی
اور مسلک اہلحدیث
کا ترجمان

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور

جلد ۱۵	۱۱ مئی سنہ ۱۹۸۴ء	جمعۃ المبارک	۹ شعبان سنہ ۱۴۰۴ھ	شمارہ ۱۹

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی
مجلس شوریٰ کا تاریخی اجلاس
۳ مئی کو جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے محکمہ فیصل ہال میں منعقد ہوا
جس کی صدارت قائد اہلحدیث حضرت الامیر مولانا معین الدین صاحب لکھوی
نے فرمائی۔ اجلاس میں جمعیت کی آئندہ پالیسی کی
اہم قراردادیں منظور کی گئیں۔

(تفصیلات صفحہ ۲ پر)

مدیر اعلیٰ
حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری

مدیر
محمد یوسف انور

بدل اشتراک: سالانہ چندہ ۳۵ / ششماہی ۲۰ روپے
فی پرچہ ایک روپیہ

اہلحدیث

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کا ترجمان

'دنیا بھر میں انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر کی ترویج واشاعت میں معروف مشہور اشاعتی ادارے "شیخ اشرف پبلشرز" لاہور کے مالک شیخ محمد اشرف نے حدیث منزل ایبک روڈ لاہور سے ۲۳، جنوری ۱۹۷۰ء کو ہفت روزہ "اہل حدیث" جاری کیا۔

پرچے کے سرورق پر "اللہ نزل احسن الحدیث" درج ہوتا ہے۔ جبکہ سرورق پر ہی بیادِ۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی چھپا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مسلک اہل حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا ترجمان' پرچے کی لوح کا مستقل حصہ ہے۔ اس کے علاوہ اندرونی سرورق پر کتاب وسنت کا داعی بھی لکھا جاتا ہے۔

سیاسی پرچوں کی طرح' "اہل حدیث" کے اندرونی صفحات پر درج کسی اہم خبر' اطلاع یا مضمون کی اہمیت واہمیت کے پیش نظر اس کا تذکرہ سرورق پر بھی کیا جاتا ہے۔ پرچے کے صفحہ ۲ پر دو کالموں میں درسِ قرآن اور درس حدیث اختصار کے ساتھ دیا جاتا ہے۔

ہفت روزہ اہل حدیث کے اولین مدیر' علامہ احسان الٰہی ظہیر تھے، جبکہ مجلس ادارت میں مختلف ادوار میں تبدیلی آتی رہی ہے۔ مجلس ادارت میں بشیر احمد انصاری، حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری، مولانا محمد اسحاق بھٹی، مولانا محی الدین سلفی، مولانا عزیز زبیدی اور مولانا محمد یوسف انور شامل رہے ہیں۔

پرچے کے اغراض ومقاصد میں کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے جدوجہد کرنا شامل ہے۔ "اہل حدیث" شروع میں ۴/۲۰×۳۰ کے بڑے سائز پر چھپتا تھا۔ بعد میں دوسرے دینی پرچوں کی طرح اس کا سائز بھی ۸/۲۳×۳۶ کر دیا گیا ہے۔ پرچے کا گٹ اَپ متاثرکن

رہی ہے۔ سرورق ایک رنگ میں کبھی آرٹ پیپر پر اور کبھی آفسیٹ پیپر پر طبع ہوتا ہے، جبکہ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر چھپتے ہیں۔ پرچے کے مضامین کی اکثریت مسلک اہلحدیث کی ترجمانی و نمائندگی کرتے ہیں۔ البتہ دیوبندی مکتب فکر کے مقابلہ میں بریلوی مکتبِ فکر کے پرچوں بالخصوص ماہنامہ رضائے مصطفےٰ "گوجرانوالہ سے سارا سال معاصرانہ چشمک جاری رہتی ہے۔

اداریے میں عام طور پر ملّی، قومی اور سیاسی واقعات پر مؤقف پیش کیا جاتا ہے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی مرکزی قیادت براہِ راست ملکی سیاست سے وابستہ ہے، اس لیے پرچے کے اداریوں کا مزاج اکثر و بیشتر خالص سیاسی انداز کا ہوتا ہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے جب مرکزی جمعیت اہلحدیث سے علیحدگی اختیار کی تو ہفت روزہ "اہلحدیث" کی ادارت سے بھی فارغ ہوگئے۔ اس کے بعد مولانا معین عبداللہ کی زیرِ قیادت متوازی جمعیت اہلحدیث قائم کرکے اس نئی تنظیم کی جانب سے ہفت روزہ "الاسلام" جاری کیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں "اہلحدیث" اسلامائزیشن کے حوالے سے کئے جانے والے اقدامات کی حمایت میں لکھتا تھا، جبکہ ہفت روزہ "الاسلام" کی جانب سے اسلامائزیشن کے سلسلہ میں کیے جانے والے اقدامات پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے ناقدانہ تحریریں چھاپی جاتی تھیں۔

مارچ ۱۹۸۷ء کو منعقدہ جلسہ عام میں بم کے دھماکے کے نتیجہ میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کا انتقال ہوا تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد جمعیت اہلحدیث کے متحارب گروپوں میں صلح ہوگئی، اور ہفت روزہ "اہلحدیث" کو پہلے کی طرح مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کا باضابطہ ترجمان تسلیم کرلیا گیا، جبکہ ہفت روزہ "الاسلام" کو بلادِ عرب میں مسلکِ اہلحدیث کی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے کے لیے اُردو کی بجائے عربی زبان میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران بھٹو حکومت کی جانب سے سوشلزم کی ترویج کی پُرزور مخالفت کی۔ اس کے علاوہ نیشنلائزیشن کے عمل کی بھی شدّت سے مخالفت کی۔ اس کے مقابلے میں جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں کیے جانے والے بیشتر اقدامات کی تائید و حمایت کی جاتی رہی۔ البتہ ان اقدامات پر عملدرآمد نہ ہونے کے نتیجہ میں ناقدانہ رویّہ بھی اپنایا گیا۔ بحیثیت مجموعی ہفت روزہ "اہل حدیث" مرکزی جمعیت اہلحدیث کے پارٹی آرگن کے طور پر کام کر رہا ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= ۲۳ر جنوری ۱۹۷۰ء کو لاہور سے جاری ہوا۔

- پرچے کا ماٹو/نصب العین کیا ہے؟

= مسلک اہل حدیث کا داعی

- پرچے کے بانی کا نام؟

= شیخ محمد اشرف مرحوم

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام؟

= علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ بشیر احمد انصاری۔ حافظ ابراہیم کمیرپوری۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ مولانا محی الدین سلفی۔ مولانا عزیز زبیدی اور مولانا محمد یوسف انور۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= بشیر احمد انصاری۔ ایم اے علوم اسلامیہ، ایم اے ادبیاتِ اردو۔ "اہل حدیث" کے علاوہ

ہفت روزہ "الیوم"۔ ہفت روزہ "الاسلام" اور ماہنامہ "ترجمان الحدیث" کی ادارت کے فرائض انجام دیئے
سعودی عرب، کویت، برطانیہ، جاپان، عراق اور افغانستان کا تبلیغی و مطالعاتی دورہ کیا۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا تھیں؟

= کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جدوجہد۔

- پرچے کا حلقۂ اثر؟

= کویت، بھارت، برطانیہ، سعودی عرب، امریکہ اور کینیڈا میں اس کے قارئین موجود ہیں، لیکن سب سے بڑا اور مؤثر حلقہ اثر پاکستان ہی میں ہے۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر بتانا پسند کریں)

= دوسرے اہلحدیث پرچوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= ۹۵ فی صد سالانہ خریدار ہیں۔

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں؟

= ۹۵ فیصد مسلکی لوگ خریدار ہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں ردوبدل ہوا ہے؟

= پالیسی ایک ہی رہی ہے۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= اہل حدیث کانفرنس نمبر۔ عیدالفطر نمبر و عیدالاضحیٰ نمبر۔ اسلامی سربراہ کانفرنس منعقدہ لاہور نمبر۔ سعودی عرب نمبر۔ حرمین شریفین نمبر۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہلِ علم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= مولانا محمد حنیف ندوی ۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی ۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر ۔ قاضی محمد اسلم سیف ۔ مولانا عبدالرحمن عاجز ۔ پروفیسر خالد بزمی ۔ مولانا عبدالستار الحماد ۔ مولانا محمد خالد سیف اور دیگر اہلِ علم ۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= مطمئن نہیں ۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= معیار سے مطمئن نہیں ۔ ادارہ نے کمپیوٹر کا انتظام کر لیا ہے ۔ اب ان شاء اللہ اس کا فنی معیار بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں گے ۔

- پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کیا ہے ؟

= موجودہ سائز ۲۳×۳۶/۸ اور ضخامت عام طور پر ۲۸ صفحات ہوتی ہے ۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے ؟

= مرکزی جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کی ملکیت ہے ۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران سیاسی، معاشرتی اور معاشی کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= دعوت عمل بالحدیث اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ، شرک و بدعات کے خاتمے اور صحیح اسلامی تعلیمات کے ابلاغ ۔ اسلامی نظام کے نفاذ ۔ نظریہ پاکستان کے تحفظ، استحکام پاکستان ، اصلاح معاشرہ اور ہر دینی و اصلاحی تحریک میں مؤثر کردار ادا کیا ہے ۔

●—●—●

ماہنامہ لاہور

پیامِ عمل

جنوری سنہ ۱۹۸۵ء

امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ

ماہنامہ پیامِ عمل (لاہور)

امامیہ مشن پاکستان کی جانب سے ۱۹۵۶ء کو لاہور سے "پیام عمل" جاری ہوا۔ پرچے کے سرورق پر " ملتِ اسلامیہ کا تہذیبی، معاشرتی، مذہبی اور ادبی پرچہ " کی عبارت طبع ہوتی ہے۔ جبکہ اندرونی سرورق پر لکھا ہوتا ہے۔ " اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھی باتوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے " (آل عمران)۔ اس کے علاوہ اس بات کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ " پاکستان میں ملتِ جعفریہ کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا "۔

ماہنامہ "پیام عمل" کا نصب العین دینی خدمت، اتحاد بین المسلمین اور مذہبِ حقّہ کی ترویج و تشریح ہے۔ پرچے کے مدیر مسئول سید انصار حسین رضوی ہیں۔ جبکہ مدیر سید وحید الحسن ہاشمی ہیں۔ "پیام عمل" کا اداریہ عام طور پر ملک کے سیاسی، معاشی اور کبھی کبھار مسلکی معاملات پر ہوتا ہے۔ مسلکی معاملات میں اہلِ تشیع میں راہ پانے والی غلط رسوم و رواج کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اتحاد بین المسلمین کی معتدل پالیسی کی وجہ سے پرچے میں شیعہ مکتبِ فکر کے علاوہ بھی تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ سید انوار بلگرامی کی تحریر " تحریکِ اسلامی کے درخشاں مینار " ۔ ادارہ پیام عمل کی جانب سے مضمون " مسلمان انقلابی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ " اور " قرآن کیا کہتا ہے " جیسے موضوعات پر تحریریں شاملِ اشاعت کی جاتی ہیں۔

پرچے کا سرورق عام طور پر سفید کاغذ پر یک رنگا اور کبھی کبھار دو رنگ میں بھی ہوتا ہے۔ جبکہ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر طبع ہوتے ہیں۔ پرچے کی طباعت و اشاعت کا معیار بہت واجبی سا ہے۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران اس نے ملکی سیاسی حالات میں براہ راست ملوث ہونے کی بجائے

شیعہ حقوق و مطالبات پر محتاط انداز میں آواز بلند کرتا رہا ہے ۔ بھٹو اور ضیا الحق کے ادوارِ حکومت میں مختلف مسائل و معاملات پر محتاط انداز میں ردّ عمل ظاہر کیا جاتا رہا ۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا ؟
= ۱۹۵۶ء میں لاہور سے آغاز ہوا ۔
- پرچے کا ماٹو/ نصب العین کیا ہے ؟
= دینی خدمت ۔ اتحاد بین المسلمین ۔
- پرچے کے بانی کا نام ؟
= کسی فرد کی بجائے امامیہ مشن پاکستان ' اس پرچے کی بانی ہے ۔
- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام ؟
= خواجہ لطیف انصاری ۔ سید وحید الحسن ہاشمی ۔
- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ؟
= سید وحید الحسن ہاشمی (ایم اے) شاعر ' ادیب ' نقاد ' صحافی ' تبصرہ نگار ' مرثیہ نگار ۔
۲۴ کتب شائع شدہ ' ۱۱ کتب غیر مطبوعہ ۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ۔
- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟
= اتحاد بین المسلمین' اور —
مذہب حقّہ کی ترویج و اشاعت' پیامِ عمل' کے بنیادی مقاصد ہیں ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= پاکستان، ایران، انگلینڈ، افریقہ، امریکہ اور ناروے ۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر بتانا پسند کریں)

= اوسطاً ایک ہزار ماہانہ ۔ البتہ اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں ؟

= چار سو ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی ؟

= پرچے کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے عرصہ میں جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل ؟

= دسمبر ۱۹۹۰/جنوری ۱۹۹۱ء کا مشترکہ شمارہ "علامہ نقی نمبر" کے طور پر شائع ہوا ۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= علامہ نقی مرحوم ۔ مولانا صادق عباس ۔ قیصر بارہوی ۔ ساحر لکھنوی ۔ مولانا متقی ۔ پروفیسر ظفر ۔ شاہد نقوی اور مولانا رضی جعفر ۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= دینی جرائد کا فنی معیار مایوس کن ہے ۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= نہیں ۔ کوشش ہورہی ہے کہ رسالہ کمپیوٹر پر شائع ہو ۔ ٹائیٹل رنگین ہو مضمون

نگاروں اور شاعروں کو مناسب دیا جائے ۔ مدیر اعزازی نہیں بلکہ اسے بھی تنخواہ دی جائے گی ۔

– ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کا سائز ایک ہی رہا ہے ؟

= سائز ایک ہی رہا ہے ۔

– پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کیا ہے ؟

= پرچے کا سائز ۸/۳۰ × ۲۰ اور ضخامت ۳۲ صفحات ہوتی ہے ۔

– پرچہ کسی فرد ، ادارے یا ٹرسٹ کی ملکیت ہے ؟

= امامیہ مشن ٹرسٹ کی ملکیت ہے ۔

– پرچے کا مقصدِ اجرا کسی خاص شخصیت کے نظریات و خیالات کے فروغ کا ذریعہ ہے ؟

= نہیں ۔ تشریح علوم اہل بیت ، اس کا مقصدِ اجراء ہے ۔

– آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= ۱ ۔ اتحاد بین المسلمین پر زور دیا ۔

۲ ۔ افتراق ختم کرنے کی کوشش کی ۔

۳ ۔ پاکستان کی حفاظت کے لیے مضامین لکھے گئے ۔

۴ ۔ کانگریسی علماء اور رہنماؤں کے ارادوں کو طشت از بام کیا ۔

۵ ۔ مومنین و مومنات کی شادیوں کا انتظام کیا ۔

۶ ۔ سیرت محمدؐ اور آلِ محمدؐ کو عام کیا ۔

●—●—●

قائم آلِ محمدؐ کے عالمگیر اسلامی انقلاب کا نقیب

بانی
شیخ
محمد صدیق
بی اے

ہفت روزہ
رضاکار
لاہور

قائم
شدہ
۱۹۳۸ء

● مینجنگ ایڈیٹر ——————

● سید محمد جواد الہادی

● مُدیر اعلیٰ ——————

سید اسد رضا بخاری

● مُدیر ——————

محمد رضا عابدی

● سرکولیشن مینجر ——————

چوہدری الیاس علی مطہری

● مینجر —————— ملک عبدالحمید اعوان

● سرورق —————— ظہور کاظمی

قیمت

خصوصی شمارہ

۱۵ روپے

زر سالانہ

۱۰۰ روپے

قیمت عام پرچہ

۳ روپے

دفتر ہفت روزہ رضاکار ۱۰/۱۵ نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور فون: ۳۱۲۸۱۵ ۳۲۵۱۵۳ پی پی

سید محمد جواد ہادی نے پرنٹرز ملک رضا علی حیدری ریلوے روڈ۔ لاہور

شیخ محمد صدیق نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو لاہور سے ہفت روزہ "رضاکار" کا اجراء کیا تھا۔
پرچے کی لوح پر "قائم آلِ محمد کے عالمگیر اسلامی انقلاب کا نقیب" درج ہوتا ہے۔ رضاکار کے مینیجنگ ایڈیٹر سید محمد جواد الہادی ہیں۔ مدیر اعلیٰ سید اسد رضا بخاری اور مدیر محمد رضا عابدی ہیں۔ گذشتہ عرصہ میں سید دلبر حسین، مولانا اظہر حسین، علامہ ذہین حسین اصغر اور حیدر جاوید سید بھی مجلس ادارت سے وابستہ رہے ہیں۔

ہفت روزہ "رضاکار" کا نصب العین، ملکی امور میں شیعہ حضرات کی نمائندگی، انہیں قومی زندگی سے آگاہ کرنا اور قومی دھارے سے مربوط کرنا، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیمات کے حوالے سے ان کی ذہنی تربیت کرنا ہے۔

"رضاکار" ۔ تحریک جعفریہ پاکستان (علامہ ساجد نقوی گروپ) کا نمائندہ ہفتہ وار پرچہ ہے۔ اس کا انداز اور گٹ اپ روزنامہ اخبار کی طرح ہے۔ اس لیے ہفتہ بھر میں ملک میں شیعہ مکتب فکر کے حوالے سے خبروں کو نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ پہلا اور آخری صفحہ سیاسی نوعیت کی خبروں کے لیے مخصوص ہیں۔ صفحہ نمبر ۲ پر اداریہ ہوتا ہے۔ اداریہ کے ساتھ بائیں جانب اوپر "رہبر اسلام امام خمینی نے فرمایا" اور "شہید مظلوم علامہ سید عارف الحسینی نے فرمایا" کے عنوان سے چوکھٹا میں ان کی تحریروں اور تقریروں کے مختصر اقتباسات درج ہوتے ہیں۔ اسی صفحہ پر دو تین مسلکی نوعیت کے مضامین ہوتے ہیں۔ بچوں اور خواتین کے لیے بھی کبھی کبھار اسی صفحہ پر ایک آدھ کالم مخصوص کیا جاتا ہے۔ صفحہ نمبر ۳ پر ایک آدھ مضمون کے علاوہ باقی سارے صفحہ پر پہلے صفحہ اور آخری صفحہ کی خبروں کے بقایاجات درج ہوتے ہیں۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ہفت روزہ "رضاکار" کی پالیسی میں نمایاں فرق واقع ہوا ہے ۔ ۱۹۶۹ء میں رضاکار ایک معتدل قسم کا شیعہ پرچہ تھا ۔ لیکن ۱۹۷۹ء میں انقلاب ایران کے اثرات رضاکار پر بہت نمایاں انداز میں مرتب ہوئے ہیں ۔ اہل تشیع کے حقوق کے حصول اور ان کے تحفظ کے لیے آخری حد تک جانے والا جارحانہ انداز اس کی خبروں، اداریوں اور تبصروں میں بہت واضح انداز میں محسوس کیا جا سکتا ہے ۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا ؟

= ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو فلیمنگ روڈ لاہور سے آغاز ہوا ۔

- پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے ؟

= ملکی امور میں شیعہ حضرات کی نمائندگی، انہیں قومی زندگی سے آگاہ کرکے قومی دھارے سے مربوط کرنا ۔ دینی تعلیمات کے حوالے سے ان کی تربیت کرنا ۔

- پرچے کے بانی کا نام ؟

= شیخ محمد صدیق ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام ؟

= سید دلبر حسین مسحور ۔ مولانا سید ابن حسن نجفی ۔ مولانا اظہر حسین زیدی ۔ بہادر حسین ڈار ۔ ملازم حسین اصغر ۔ سید ثاقب نقوی ۔ حیدر جاوید سید ۔ مولانا سید اسد رضا بخاری اور مولانا حبیب علی باقر ۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= محمد رضا عابدی۔ پیدائش چکڑالہ ضلع میانوالی میں ہوئی۔ میٹرک تک تعلیم سرگودھا میں، ایف اے اور بی اے لاہور میں، اور پھر دینی تعلیم کی تکمیل حوزہ علمیہ قم میں اور اب ہفت روزہ رضاکار کی ادارت کی ذمہ داری ہے۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

= شیعیانِ علی کے حقوق کا تحفظ، ان کی تنظیم و اصلاح۔ شیعیت کی تبلیغ کرنا۔

- پرچے کا حلقۂ اثر؟

= اہلِ تشیع کی دینی لائبریریوں سے لے کر گھروں تک۔ تقریباً ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کے زیرِ مطالعہ رہتا ہے۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں)

= حکومت کے سرکولیشن کے ادارے ABC کی رپورٹ کے مطابق دس ہزار ہے۔ جبکہ عملاً تعداد اس سے زیادہ ہے۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= سالانہ خریداروں کی تعداد میں ہر سال کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

- پرچے کے عام خریدار کتنے فیصد ہیں؟

= ۲۰ فی صد

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟

= انقلاب ایران اسلامی کی کامیابی کے بعد عالمی تشیع کی انقلابی سوچ کے دھارے میں "رضاکار" نے

اپنا کردار ادا کرنا شروع کیا ہے۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= ہر سال محرم الحرام کے موقع پر "سید الشہداء نمبر" نکالا جاتا ہے۔ چہلم کے موقع پر "اربعین نمبر" نکلتا رہا ہے۔ اسلامی انقلاب ایران کی سالگرہ کے موقع پر خاص نمبر شائع کیا گیا۔

- پرچے کو کن معروف و مشہور اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= کریم بخش حیدری۔ مولانا ابن حسن نجفی۔ ابن حسن جارچوی۔ علی نقی رضوی۔ مولانا مجتبیٰ حسن کامونپوری۔ اظہر حسن زیدی۔ انوار احمد بلگرامی اور بہت سے اہل قلم۔

- آپ طباعت کے جدید دور میں دینی پرچوں کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= مطمئن نہیں ہیں۔

- آپ اپنے پرچے کے معیار سے مطمئن ہیں؟

= ہم اپنے ہفت روزہ کو جدید ترین روزنامے کے معیار کے مطابق ایک جیتا جاگتا روزنامہ بنانے کے خواہاں ہیں۔ اس کے لیے جو پلاننگ ہے، وہ الگ تھلگ سی چیز ہے۔ جب اس کام کو عملی بنیادوں پر اٹھائیں گے تو پھر وہ بیان کرنے کی چیز ہوگی۔

- پرچے کے سائز میں ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران تبدیلی ہوئی ہے؟

= کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

- پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کتنی ہے؟

= سائز ۲۰×۳۰/۲ اور ضخامت ۸ صفحات ہوتی ہے۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے؟

= پرچہ ذاتی ملکیت ہے۔

- پرچے کا مقصدِ اجراء کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ ہے ؟

= جو شخصیات حقیقی اسلامِ محمدیؐ کے ترجمان ہیں، اُن تمام کے نظریات کا فروغ ہماری پالیسی کا حصّہ ہے ۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران دینی اقدار، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ہے ؟

= یہ بات ہمارے کہنے کی نہیں ہے ۔ اس کے بارے میں آپ "رضا کار" کی فائلوں سے دیکھ کر فیصلہ کریں ہم نے اپنی ملّت کو اجتماعی سیاسی شعور دینے کا اپنے طور پر بھرپور کام کیا ہے، اور اس سلسلے میں قومی پلیٹ فارم سے جن مفید کاموں کو متعارف کرانے کا فیصلہ کیا جاتا رہا۔ اس کی تشہیر میں اپنا کردار ادا کیا ہے ۔

●—●—●

جلد ۱۱۱ ستمبر ۱۹۸۸ء عدد ۱

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مؤسس

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ادارۂ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور

ماہنامہ ترجمان القرآن

علم و ادب اور صحافت کے گہوارے حیدرآباد دکن سے مولانا ابومحمد مصلح نے رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء کو ماہنامہ "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ تک چند ماہ مولانا ابومحمد مصلح اس کے مالک و مدیر رہے۔ اس کے بعد نئے ہجری سال محرم الحرام ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء سے سید ابوالاعلیٰ مودودی نے "ترجمان القرآن" کے جملہ حقوق حاصل کرکے پرچے کا از سر نو آغاز کیا۔ ابتداء میں "ترجمان القرآن" کا ماٹو "علوم قرآنی و حقائق فرقانی کا ذخیرہ" رہا۔ اب یہ عبارت ترجمان القرآن کے سرورق پر نظر نہیں آتی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے انتقال (۱۹۷۹ء) کے بعد اب سرورق پر "مؤسس۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ" درج ہوتا ہے۔

ماہنامہ "ترجمان القرآن" برصغیر پاک و ہند کے اُن چند پرچوں میں شامل ہے جو گذشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے کسی تعطل کے بغیر مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے طویل عرصہ تک "ترجمان القرآن" کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ پرچے کا اداریہ "اشارات" کے عنوان سے چھپتا ہے۔ انہی "اشارات" نے برصغیر کے لاتعداد اہل علم کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اسلام کو بحیثیت مکمل ضابطہ حیات ماننے اور مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے سب سے زیادہ تحریک "ترجمان القرآن" ہی نے پیدا کی۔

ترجمان القرآن نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ایوب خان کے زوال، جنرل یحیٰی خان کے مارشل لاء اور سوشلزم کے حوالے سے بھرپور انداز میں لکھا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات پر اسلام اور سوشلزم کے نظریاتی محاذ پر بھرپور کردار ادا کیا۔ سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے پرچے نے تسلسل

کے ساتھ اس سانحۂ عظیم پر لکھا۔ بھٹو دورِ حکومت پر "ترجمان القرآن" نے بھرپور تنقید کی۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء کے ذریعے اسلامائزیشن کا عمل شروع کیا تو "ترجمان القرآن" نے اس کی تائید وحمایت کی۔ البتہ جب اسلامائزیشن کے سلسلہ میں کیے جانے والے اقدامات سے مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکے تو ان اقدامات کی خامیوں کی نشاندہی اور اصلاح کا محاذ سنبھال لیا۔ مسئلہ افغانستان پر ترجمان القرآن نے تسلسل کے ساتھ لکھا۔

بحیثیت مجموعی ماہنامہ "ترجمان القرآن" نہ صرف علوم قرآنی کی ترویج کا ذریعہ رہا، بلکہ پاکستان اور عالم اسلام کے مسلمانوں کے حالات و مسائل پر بھی فکر انگیز اداریے اور مقالات پیش کرکے اہل پاکستان کی توجہ اس جانب مبذول کروائی۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= ۱۹۳۲ء کو حیدرآباد دکن سے مولانا ابومحمد مصلح نے آغاز کیا۔ جبکہ ۱۹۳۳ء کو مولانا مودودی نے جملہ حقوق حاصل کرکے اس کا ازسرِنو اجراء کیا۔

- پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے؟

= علوم قرآنی و حقائقِ فرقانی کا ذخیرہ۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= ابومحمد مصلح

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام؟

سید ابوالاعلیٰ مودودی - عبدالحمید صدیقی - نعیم صدیقی ۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ؟

= خرم مراد ۔ نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان

۱۹۵۳ء میں کراچی یونیورسٹی سے سول انجینئرنگ میں بی - ای کیا ۔ ۱۹۵۸ء میں امریکہ کی یونیورسٹی آف مینسوٹا سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی ۔ ممتاز انجینئر کے طور پر مشرقی پاکستان، ایران اور سعودی عرب میں کام کرتے رہے ۔ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ رہے ۔ اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر برطانیہ کے ڈائرکٹر رہے ۔ ان کی اردو میں ۱۲ اور انگریزی میں ۲۰ چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں ۔ مسلم ورلڈ بک ریویو برطانیہ کے ایڈیٹر ہیں ۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

= قرآن سمجھنے میں مدد دینا اور قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے شکوک و شبہات کا حل پیش کرنا ۔ تعلیمات قرآنی کو احادیث و آثار کی روشنی میں رکھ کر دورِ حاضر کے اسلوب بیان میں پیش کرنا اور فریضۂ اقامتِ دین کی بجا آوری کے لیے لوگوں کو بیدار کرنا ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر ؟

= قدیم و جدید تعلیم یافتہ طبقہ، سرکاری ملازمین، اساتذہ، وکلاء، ڈاکٹرز اور عام تعلیم یافتہ طبقے جو دینی ذوق کے مالک ہیں، یہ سب ترجمان القرآن کے قاری ہیں ۔ قارئین کا حلقہ اثر وسیع تر ہے ۔ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق افراد اسے پڑھتے ہیں ۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں)

= ۲۲ ہزار ماہانہ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے ۔

- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں ؟

= تمام مسالک کے لوگ اور عام افراد ترجمان القرآن پڑھتے ہیں ۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں تبدیلی واقع ہوئی ہے ؟

= پالیسی ایک ہی رہی ہے ۔

- پرچے کو کن مشہور اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے ؟

= پروفیسر عبدالحمید صدیقی ۔ نعیم صدیقی ۔ سید اسعد گیلانی ۔ ملک غلام علی ۔ سید ریاض الحسن ۔ خلیل احمد حامدی ۔ مولانا یوسف اصلاحی اور دیگر اہل قلم شامل ہیں ۔

- آپ طباعت واشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= نہیں ۔ دینی صحافت سے وابستہ رسائل وجرائد کے فنی معیار میں بہتری کی بہت گنجائش ہے ۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= مطمئن ہیں ۔

- پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کتنی ہوتی ہے ؟

= سائز ۸/۲۶×۲۰ اور ضخامت ۸۰ صفحات ہوتی ہے ۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے ؟

= پرچہ ٹرسٹ کی ملکیت ہے ۔

- آپ کے پرچے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران دینی اقدار ، معاشی ، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= اس عرصہ میں "ترجمان القرآن" نے اپنے قارئین کو دینی ، معاشرتی ، معاشی اور سیاسی طور پر

ایسا مواد پڑھنے کو دیا۔ جس نے انہیں اس قابل بنایا کہ دین اور سیاست کی تفریق کو چھوڑ کر تمام معاملات کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق سر انجام دینے کی کوشش کریں۔ دین کا وسیع تصور واضح کیا اور دین و شریعت کو نقصان پہنچانے والے عوامل کی نشاندہی۔ معاشرتی اور معاشی معاملات کو دینی نقطۂ نظر سے پرکھا اور ان مسائل کا حل شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں تلاش کیا۔

جدید معاشی مسائل کو حل کرنے کے لیے اسلامی نظام معیشت کے راہنما خطوط واضح کیے۔ معاشرتی زندگی میں دینی بنیادیں واضح کیں۔ مغرب کی فکری یلغار کا مقابلہ کیا۔ اسلامی معاشرہ کے خدوخال نمایاں کرنے کی کوشش کی۔ سیاست کے بارے میں غلط رجحانات کی نشاندہی کی اور صحیح راہِ عمل کی وضاحت کی۔ عہد جدید میں اسلامی ریاست کے نقوش واضح کیے۔ فلاحی ریاست کا تصور دیا۔ اسلامی شریعت میں ریاست و سیاست کا مقام واضح کیا۔ جمہوریت اور آمریت میں فرق واضح کیا۔ غرضیکہ "ترجمان القرآن" نے اس عرصہ میں زندگی کے تمام شعبوں میں شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کیا، اور انسانی زندگی کی تمام جہتوں میں راہنمائی کی۔

●—●—●

وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مؤمنین

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جمادی الاول ۱۴۰۲ھ مطابق مارچ ۱۹۸۲ء

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

یکے از مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون:- ۸۵۲۶۱۱، ۸۵۲۶۸۳

سالانہ زرتعاون: -/۳۰ روپے —— اس شمارے کی قیمت -/۳

میثاق

مولانا امین احسن اصلاحی نے جماعتِ اسلامی سے علیحدگی کے بعد اپنی دعوت اور پیغام عوام الناس تک پہنچانے کے لیے ۱۹۵۹ء کو لاہور سے ماہنامہ "میثاق" جاری کیا۔ پرچہ سات برس جاری رہنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں بند کر دیا گیا۔ صرف ایک برس بعد جماعتِ اسلامی سے الگ ہونے والے ڈاکٹر اسرار احمد نے ۱۹۶۶ء کو اس کا از سرِ نو لاہور ہی سے اجراء کیا۔

ماہنامہ "میثاق" کے اغراض و مقاصد میں دین کی انقلابی فکر کو عام کرنا، قرآن حکیم کے حوالے سے دینی فرائض کا شعور اجاگر کرنا اور تنظیم اسلامی کے آرگن کے طور پر تنظیم کی سرگرمیوں کو نمایاں کرنا ہے۔

"میثاق" کے سرورق پر آیت قرآنی "وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مومنین" درج ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد "میثاق" کے مدیر مسئول ہیں، جبکہ ادارہ تحریر میں شیخ جمیل الرحمٰن، حافظ عاکف سعید اور حافظ خالد محمود خضر شامل ہیں۔ پرچہ ایک رنگ میں سفید کاغذ پر چھپتا ہے، جبکہ اندرونی صفحات نیوز پرنٹ پر طبع ہوتے ہیں۔

ماہنامہ "میثاق" کسی خاص مسلک اور مکتبِ فکر کی نمائندگی کرنے کی بجائے اقامتِ دین کے لیے انقلابی طرز پر جدوجہد میں مصروف ہے۔ اس مقصد کے لیے قرآن و سنت کی بنیاد پر دینی فرائض کے تصور کو اجاگر کرنے، اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی معاشرتی، معاشی اور سیاسی میدانوں میں اسلام کی تعلیمات کے خد و خال کو واضح کرنے اور ملکی و ملی مسائل کے بارے میں اعتدال پر مبنی تحریریں شائع کرتا ہے۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران "میثاق" نے ایوبی دور کی مخالفت، یحییٰ خان دور میں محتاط انداز میں، اور بھٹو دورِ حکومت میں کھل کر سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کی مخالفت کی۔ اس کے علاوہ بھٹو دورِ حکومت میں کیے جانے اقدامات و اصلاحات کو بھی ہدفِ تنقید بنایا۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دوران

اسلامائزیشن کے عمل کی ابتداء میں تائید وحمایت کی۔ جنرل ضیاء الحق کی قائم کردہ وفاقی مجلسِ شوریٰ کی ممبرشپ بھی قبول کی گئی لیکن بعد میں اسلامائزیشن کے سلسلے میں کیے جانے والے اقدامات پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف وفاقی مجلس شوریٰ سے علیحدگی اختیار کرلی گئی بلکہ ضیاء الحق کے مختلف اقدامات پر تنقید کا سلسلہ جاری رکھا۔ مجموعی طور پر دینی تعلیمات کو عام کرنے اور انتخابات کی بجائے انقلاب برپا کرنے کا داعی یہ جریدہ ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= ۱۹۵۹ء میں لاہور سے اجراء ہوا۔

- پرچے کے بانی کا نام؟

= ۱۹۵۹ء میں مولانا امین احسن اصلاحی نے میثاق کا اجراء کیا۔ لیکن ۱۹۶۵ء میں اسے بند کردیا۔ بعد میں ڈاکٹر اسرار احمد نے ۱۹۶۶ء میں دوبارہ شروع کیا۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام؟

= ڈاکٹر اسرار احمد

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= ڈاکٹر اسرار احمد، کالج کے زمانہ میں اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ رہے۔ ۱۹۵۴ء میں ایم بی بی ایس کرنے کے بعد جماعت اسلامی کی رکنیت اختیار کرلی۔ ۱۹۵۷ء میں پالیسی کے اختلاف کی وجہ سے جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی۔ بعدازاں کراچی یونیورسٹی سے امتیازی حیثیت سے

ایم اے اسلامیات کیا۔ ۱۹۶۵ء میں لاہور میں درسِ قرآن کے حلقے قائم کیے۔ ۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ۱۹۷۵ء میں غلبہ و اقامتِ دین کی منظم جدوجہد کی غرض سے "تنظیم اسلامی" قائم کی اور بعدازاں تحریک خلافت پاکستان کی بنیاد رکھی۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

= دین کی انقلابی فکر کو عام کرنا۔ قرآن حکیم کے حوالے سے دینی فرائض کا شعور اجاگر کرنا اور تنظیم اسلامی کے آرگن کے طور پر تنظیم کی خبروں کا احاطہ کرنا۔

- پرچے کا حلقۂ اثر؟

= معاشرے کے کم و بیش تمام طبقات میں پڑھا جاتا ہے۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر بتانا پسند کریں)

= بالعموم پانچ ہزار سے زائد چھپتا ہے۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= تقریباً پچاس فیصد

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں تبدیلی ہوئی ہے؟

= ہمارے خیال میں تو پالیسی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= ۱۹۸۴ء میں "اسلام میں خواتین کا مقام" کے موضوع پر خاص نمبر شائع کیا گیا۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= مولانا امین احسن اصلاحی۔ یوسف سلیم چشتی۔ مولانا عبدالغفار حسن اور دیگر معروف اہل قلم۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں ؟

= صورتِ حال اطمینان بخش تو نہیں ہے، تاہم اس میں بہتری کے آثار نظر آنے لگے ہیں ۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کے استعمال سے کتابت میں یکسانیت پیدا ہوئی ہے ۔ تاہم کئی اعتبار سے بہتری کی ضرورت ہے ۔

- آپ اپنے پرچے کے معیار سے مطمئن ہیں ؟

= ایک حد تک مطمئن ہیں ۔ لیکن مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔

- پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کتنی ہے ؟

= سائز ۲۳×۳۶/۱۶ اور ضخامت ۸۰ صفحات ہوتی ہے ۔

- پرچہ کس کی ملکیت ہے ؟

= پرچہ مرکزی انجمن خدام القرآن کی ملکیت ہے ۔

- پرچے کے اجراء کا مقصد کسی خاص شخصیت کے نظریات و تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ ہے ؟

= مقصدِ اجراء اسلام کے انقلابی فکر کی ترویج و اشاعت ہے ۔

- آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= ۱۔ قرآن حکیم اور احادیثِ مبارکہ کی بنیاد پر دینی فرائض کے تصور کو اجاگر کرنے میں قابلِ قدر کام کیا ۔

۲۔ اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی، یعنی معاشرتی، معاشی اور سیاسی تینوں میدانوں میں اسلام کی تعلیمات کے خدوخال کو واضح کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا ۔

۳۔ ملکی و ملی مسائل کے بارے میں اعتدال پر مبنی تجزیے شائع کرکے قارئین کے سیاسی شعور کو بیدار کیا ۔

●—●—●

فیض الاسلام

جمادی الثانی / رجب سنہ ۱۴۰۱ھ بمطابق مئی سنہ ۱۹۸۱ء

یکے از مطبوعات
انجمن فیض الاسلام راولپنڈی

ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی

قیام پاکستان سے قبل راجہ غلام قادر غبار اور ان کے ساتھیوں نے یتیم بچوں کی کفالت ونگہداشت کے لیے انجمن فیض الاسلام قائم کی۔ اسی انجمن کے تحت اگست ۱۹۴۹ء کو انجمن کی خدمات کی تشہیر کے لیے۔ ماہنامہ "فیض الاسلام" جاری کیا گیا۔

فیض الاسلام کے مدیر قمر رعینی اور نگران مدیر راجہ صابر حسین ہیں۔ مجلس مشاورت میں قاضی سید صغیر الحق، چوہدری عبدالحمید، خان فضل سبحان، میاں محمد اکبر صدیق شامل ہیں۔

"فیض الاسلام" کا مقصد' انجمن فیض الاسلام کی خدمات کی تشہیر ہے' جسے قائم ہوئے نصف صدی بیت چکی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لیے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تبلیغ بھی اہم مقصد ہے۔ پرچہ نیوز پرنٹ پر طبع ہوتا ہے جبکہ سرورق سفید کاغذ پر ایک رنگ میں چھپتا ہے۔ کتابت وطباعت کا معیار واجبی سا ہے۔ پرچے کا لے آوٹ متاثر کن نہیں ہے۔

"فیض الاسلام" میں دینی اداروں کے دیگر پرچوں کی طرح دینی تحریروں کے علاوہ ادبی موضوعات کو جگہ دی جاتی ہے۔ تاثرات کے عنوان سے مدیر قمر رعینی عام طور پر ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر لکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر کا سلسلہ قسط وار جاری ہے۔ تشریح وتفسیر کی ذمہ داری مولانا قمر احمد عثمانی کی ہے۔ سیرت النبیؐ کے علاوہ سیرت صحابہؓ پر بھی تحریریں پرچے میں جگہ پاتی ہیں۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران سوشلزم کی مخالفت' یحییٰ خان کے مارشل لاء کا خیر مقدم' بعد ازاں سقوط ڈھاکہ پر سخت ردعمل کا اظہار' بھٹو دور حکومت کی معاشی اصلاحات اور سیاسی اقدامات کی مذمت' جنرل ضیاء الحق کی جانب سے اسلامائزیشن کے سست ردعمل پر نکتہ چینی کی گئی۔ مجموعی طور پر دینی اقدار کا حامل پرچہ ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= اگست ۱۹۶۹ء کو راولپنڈی سے آغاز ہوا۔

- پرچے کا ماٹو/نصب العین کیا ہے؟

= اصلاح معاشرہ کے لیے، اسلامی قدروں کا فروغ، نیز نقد وادب اور علمی وادبی مضامین کی ترویج، انجمن فیض الاسلام کی خدمات کا تعارف و تشہیر۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام؟

= جون ۱۹۸۵ء تک علامہ عرشی امرتسری، ۱۹۸۷ء تک راجہ غلام قادر غبار اور اس وقت قمر رعینی مدیر ہیں۔

- موجودہ مدیر کا تعارف؟

= مدیر کا تعارف درج نہیں کیا گیا۔

- پرچے کے اغراض ومقاصد کیا ہیں؟

= بنیادی مقصد یتیم خانہ انجمن فیض الاسلام کی خدمات کی تشہیر ہے۔ جسے قائم ہوئے پچاس سال ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لیے اور اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تبلیغ بھی بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

- پرچے کا حلقہ اثر؟

= "ROUND THE GLOBE" - دنیا کے تمام بڑے بڑے ممالک تک پھیلا ہے۔

- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں)

= تین ہزار دو سو، ماہانہ اشاعت ہے۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= تقریباً ستّر فیصد۔

- پرچے کے عام خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= پانچ سے دس فیصد تک۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں تبدیلی آئی ہے؟

= کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران، جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= قائد اعظم نمبر۔ علامہ اقبال نمبر۔ ہجرت نمبر۔ امیر خسرو نمبر۔ عرشی نمبر۔ غبار نمبر۔ خالد گیلانی نمبر۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= علامہ تمنا عمادی۔ مولانا فضل قدیر ظفر ندوی۔ علامہ عمر احمد عثمانی۔ علامہ طاہر اعظمی۔ مولانا قمر احمد عثمانی۔ مولانا احمد عمر۔ مولانا جعفر شاہ پھلواروی۔ حکیم نیر واسطی۔ سید ناصر انصاری۔ مولانا متین ہاشمی۔ باقی صدیقی۔ سلطان رشک۔ پروفیسر کرم حیدری اور دیگر اہل قلم۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= جن حالات میں دینی رسائل و جرائد نے اپنا وجود برقرار رکھا ہوا ہے۔ اس کے پیش نظر اطمینان کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

– آپ اپنے پرچے کے معیار سے مطمئن ہیں ؟

= خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی ہوئی ہے ۔

– پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کتنی ہوتی ہے ؟

= سائز ۲۰x۳۰/۸ اور عمومی ضخامت ۶۴ صفحات ہے ۔

– پرچہ کس کی ملکیت ہے ؟

= انجمن فیض الاسلام راولپنڈی کی ملکیت ہے ۔

– پرچے کا مقصد کسی خاص شخصیت کے نظریات وتعلیمات کے فروغ کا ذریعہ ہے ؟

= نہیں ۔

– آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران کیا کردار ادا کیا ؟

= یہ فیصلہ تو لوگ کریں گے ، البتہ ہم ۔

ع لکھتے رہے جنوں میں حکایت خوں چکاں

– کوئی اور بات جو آپ بتانا پسند کریں ؟

= دینی رسائل کی سرپرستی حکومت کو سرکاری سطح پر اس طرح کرنی چاہئیے کہ وہ اپنا وجود برقرار رکھ سکیں ۔ ان رسائل کو سرکاری اشتہارات ملنے چاہیں ۔ ہر سرکاری لائبریری میں اس کا معاوضہ دے کر اجراء ہونا چاہیے ، تاکہ یہ رسائل مالی بحران کا شکار ہوکر ختم نہ ہوجائیں ۔ دینی رسائل کو تعصبات سے بالاتر ہوکر حق گوئی و بےباکی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور دوسروں کو سننا اور برداشت کرنا چاہیے ۔

●—●—●

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ
راولپنڈی

تعلیم القرآن

بانی

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

یکے از مطبوعات

دار العلوم تعلیم القرآن

راجہ بازار، راولپنڈی
(پاکستان)

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

پوٹھوار کے علاقے راول ڈیس یعنی راولپنڈی سے مولانا غلام اللہ خاں نے جمعیت اشاعت التوحید والسنت پاکستان کے ترجمان کے طور پر اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ماہنامہ "تعلیم القرآن" جاری کیا۔ پرچے کے سرورق پر "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" درج ہوتا ہے۔ پرچے کے سرپرستوں میں مولانا قاضی عصمت اللہ، مولانا عبدالسلام رستم، مولانا بشیر احمد، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری شامل ہیں۔

"تعلیم القرآن" کی مجلس ادارت میں مولانا سید محمد حسین شاہ نیلوی۔ مولانا قاضی محمد یونس انور۔ حافظ محمد صدیق۔ مولانا محمد حیات اور قاضی ظہور الحق کا نام شامل ہے۔ پرچے میں "تعلیمات" کے مستقل عنوان کے تحت ملک کے سیاسی اور معاشرتی مسائل پر اداریہ لکھا جاتا ہے۔ مجلس ادارت کے مطابق یہ پرچہ توحید و سنت کی اشاعت اور تبلیغ دین کی ترویج کے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے زیادہ تر تحریریں توحید و سنت پر مشتمل ہوتی ہیں، البتہ ردِ قادیانیت اس کا خاص موضوع ہے۔

ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی کا سرورق آرٹ پیپر پر ایک رنگ میں طبع ہوتا ہے، جبکہ اندرونی صفحات کبھی سفید کاغذ اور کبھی نیوز پرنٹ پر چھپتے ہیں۔ کتابت و طباعت کا معیار کئی دوسرے دینی پرچوں کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ہونے والے اہم واقعات میں سے سقوطِ ڈھاکہ پر گہرے صدمے کا اظہار کیا گیا۔ بھٹو دورِ حکومت میں سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے حوالے سے "تعلیم القرآن" کا رویہ دوسرے دینی پرچوں کی طرح مخالفانہ رہا ہے۔ مسئلہ افغانستان اور نفاذِ شریعت پر بہت واضح موقف کا حامل پرچہ ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں کیے جانے والے اسلامی نظام کے اقدامات پر عملدرآمد نہ ہونے

کی وجہ سے "تعلیم القرآن" کی تحریروں کا انداز ناقدانہ رہا ہے۔ تعلیم القرآن نے دیگر دینی رسائل کے مقابلے میں نماشی، عریانی اور ذرائع ابلاغ کی بے راہروی کا زیادہ شدت اور تسلسل کے ساتھ تنقیدی رویہ اپنائے رکھا، اور اس سلسلہ میں کسی قسم معذرت خواہانہ رویہ نہیں اپنایا۔

سوالنامہ کے جوابات

- پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا؟

= اکتوبر ۱۹۵۷ء کو راولپنڈی سے شروع ہوا۔

- پرچے کا ماٹو/نصب العین کیا ہے؟

= خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

- پرچے کے بانی کا نام؟

= مولانا غلام اللہ خان مرحوم

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مدیر/مدیران کے نام؟

= مولانا غلام اللہ خان۔ مولانا احسان الحق۔ اسداللہ قریشی۔ سید معروف شاہ شیرازی اور اس کے بعد سید احمد سجاد بخاری۔

- موجودہ مدیر کا مختصر تعارف؟

= سید احمد سجاد بخاری، دارالعلوم دیوبند اور دارالمصنفین لکھنو کے فارغ التحصیل ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کی سند حاصل کی۔ "جواہر القرآن" کے نام سے چودہ سو صفحات پر مشتمل کتاب تین جلدوں میں مرتب کی۔ ایک کتاب "جواہر التوحید" اور ایک مزید کتاب "اقامۃ البرہان"

کے نام سے تالیف کی۔ اس کے علاوہ کئی دینی موضوعات پر چھوٹی بڑی کتب شائع ہو چکی ہیں۔

- پرچے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

= توحید و سنت کی اشاعت اور اصلاح معاشرہ۔

- پرچے کا حلقۂ اثر؟

= حلقہ اثر بہت وسیع ہے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک میں اس کے قارئین موجود ہیں۔

- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟

= ۸۵ فیصد سالانہ خریدار ہیں۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پرچے کی پالیسی میں تبدیلی آئی ہے؟

= پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران جو خاص نمبر شائع ہوئے، ان کی مختصر تفصیل؟

= دارالعلوم دیوبند نمبر۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نمبر۔

- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟

= مولانا غلام اللہ خان۔ مولانا قاضی شمس الدین۔ مولانا منظور احمد نعمانی۔ مولانا محمد اسحاق،
قاری عصمت اللہ اور کئی دوسرے ممتاز اہل قلم شامل ہیں۔

- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی رسائل کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= مطمئن نہیں ہیں۔

- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟

= معیار سے مطمئن نہیں۔ اس کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ہماری کوشش جاری ہے۔

۔ پرچے کا سائز اور عمومی ضخامت کتنی ہے ؟

= پرچے کا سائز ۱۶/۳۶x۲۳ اور ضخامت ۴۰ صفحات ہے ۔

۔ پرچہ کس کی ملکیت ہے ؟

= دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی ملکیت ہے ۔

۔ پرچے کا اجراء کسی خاص شخصیت کے نظریات و خیالات کی ترویج کا ذریعہ تو نہیں ؟

= ماہنامہ تعلیم القرآن ۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنت کا ترجمان ہے ۔ اس کا بنیادی مقصد توحید و سنت کی اشاعت ہے ۔

۔ آپ کے پرچے نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران دینی اقدار، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے ؟

= ماہنامہ "تعلیم القرآن" دینی و علمی پرچہ ہے ۔ اس لیے اس میں سیاسی امور کے مقابلے میں دینی مسائل و معاملات پر زیادہ تحریریں شائع کی جاتی ہیں ۔ البتہ ملکی حالات سے لاتعلق والا معاملہ بھی نہیں ہے ۔ ملی اور قومی نوعیت کے مسائل پر "تعلیم القرآن" نے ہمیشہ اپنے جذبات کا مؤثر اور بھرپور انداز میں اظہار کیا ہے ۔

●—●—●

۵

بھٹو اور ضیاء ادوار کا تنقیدی و تقابلی جائزہ

پاکستان کی سیاسی تاریخ پر ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ادوارِ حکومت نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ دونوں ادوار کا ناقدانہ جائزہ لینے سے پہلے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ملک کی بدلتی، بنتی اور بگڑتی صورتِ حال کا طائرانہ جائزہ لینا مفید ہوگا، تاکہ دونوں ادوارِ حکومت کا جائزہ بھرپور انداز میں لیا جا سکے۔

جنرل محمد ایوب خاں کے طویل دورِ اقتدار کا سورج ۱۹۶۸ء کے اوائل ہی میں عروج سے زوال کی جانب اپنا سفر شروع کر چکا تھا۔ "عشرہ ترقی" کے نام سے منایا جانے والا دس سالہ جشنِ ترقی، ایوب حکومت کے لیے کمال کی بجائے زوال کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ ملک میں جمہوریت کی بحالی، صدارتی کی بجائے پارلیمانی نظام کے قیام، بنیادی جمہوریت کے نظام کے مقابلے میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات کروانے کا مطالبہ، اور مہنگائی کے عفریت سے تنگ آئے ہوئے عوام نے دس سالہ جشنِ ترقی کے ردِ عمل کے طور پر احتجاجی مظاہروں اور ہڑتالوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عوام کے اس احتجاج کا ہراول دستہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ تھے۔ ہر آنے والا دن ایوب حکومت کے زوال کو قریب تر کرتا چلا جا رہا تھا۔

ایوب خاں حکومت نے امن و امان کی صورتِ حال بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن صورتِ حال خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی۔ بالآخر ایوب خاں نے بے قابو حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، اور ۲۱ فروری ۱۹۶۹ء کو قوم سے خطاب کر کے آئندہ صدارتی انتخاب سے دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا۔ لیکن صورتِ حال اتنی بگڑ چکی تھی کہ اس اعلان اور گول میز کانفرنس کے انعقاد کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا،

اور بالآخر ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو ایوب خان نے صدرِ مملکت کے عہدہ سے استعفیٰ دے کر آئینی طور پر اقتدار سپیکر قومی اسمبلی کے سپرد کرنے کی بجائے بری فوج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر دیا۔

جنرل محمد یحییٰ خان نے اقتدار سنبھالتے ہی مارشل لاء نافذ کر دیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور آئینِ پاکستان منسوخ کر کے صدر کے اختیارات بھی خود سنبھال لیے۔ ۲۶ مارچ ۱۹۶۹ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے جنرل یحییٰ خان نے یقین دلایا کہ — "میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری کوئی خواہش نہیں، سوائے اس کے کہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں جو ایک آئینی حکومت کے قیام کے لیے سازگار ہوں۔ یہ میرا پختہ ایمان ہے کہ ہوشمندانہ اور تعمیری سیاسی زندگی کے لیے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آزادی اور غیر جانبداری کے ساتھ منتخب کیے ہوئے عوام کے نمائندوں کو پُرامن منتقلیٔ اقتدار کے لیے ایک مستحکم اور صاف ستھری اور دیانتدارانہ انتظامیہ کا ہونا پہلی شرط ہے۔ عوام کے منتخب نمائندے ملک کو قابلِ عمل آئین دے کر دوسرے سیاسی، اقتصادی اور سماجی مسئلوں کا حل تلاش کریں، جن کے بارے میں عوام فکرمند ہیں۔

۲۸ جولائی ۱۹۶۹ء کو جنرل محمد یحییٰ خان نے ملک میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات کے انعقاد کے لیے جسٹس عبدالستار کو چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا۔ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو انتخابی مہم چلانے کی اجازت دے دی گئی۔ انتخابات کے انعقاد کے لیے اکتوبر کا مہینہ تجویز کیا گیا۔ لیکن مشرقی پاکستان میں ہولناک سیلاب کی وجہ سے انتخابات کی تاریخ بڑھا کر ۷ دسمبر ۷۰ء کر دی گئی۔ سال بھر کی طویل اور تھکا دینے والی انتخابی مہم کے بعد دسمبر کے پہلے ہفتہ میں عام انتخابات کا انعقاد عمل میں آیا، تو ہشیار تجزیہ نگاروں کے تجزیئے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمٰن نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی، جبکہ مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو نے واضح کامیابی حاصل کی۔

ایوب خاں کے دورِ اقتدار میں مشرقی پاکستان کے عوام میں یہ تاثر بہت عام تھا کہ مغربی پاکستان کے حکمران مشرقی پاکستان کے وسائل کو بیدردی سے لوٹ رہے تھے۔ اس پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے مقابلے میں کسی دوسری قومی سطح کی سیاسی جماعت کو انتخابات میں سرے سے کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ عام انتخابات کے تمام تر مراحل طے ہونے کے بعد توقع تھی کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی پارٹیوں کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو مل بیٹھ کر ملک کو بحرانی کیفیت سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ دونوں جانب سے مفاہمت کے لیے رواداری کا مظاہرہ دیکھنے میں نہ آیا۔ اس غیر یقینی صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارتی حکومت نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے "گنگا" نامی ہوائی جہاز کے اغوا کا ڈرامہ رچایا۔ جس کے نتیجہ میں بھارت نے گنگا طیارے کی تباہی کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان پی آئی اے کی پروازیں بند کر دیں۔ اس طرح مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان فوری رابطے کا واحد ذریعہ ختم کر دیا گیا۔

جنرل محمد یحییٰ خاں نے اس تشویشناک صورتِ حال میں ۱۳ر فروری ۱۹۷۱ر کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کا اعلان کیا۔ اس پر ذوالفقار علی بھٹو نے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں ملکی صورتِ حال نازک رُخ اختیار کر گئی۔ جنرل یحییٰ خاں نے مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو سمیت ملک کی معروف سیاسی شخصیتوں کا اجلاس بلایا، جسے شیخ مجیب الرحمٰن نے مسترد کرتے ہوئے یکم مارچ ۱۹۷۱ر کو عوام سے سول نافرمانی اور عدم تعاون کی اپیل کی۔ حالات کی سنگینی کے پیشِ نظر شیخ مجیب الرحمٰن کو باغیانہ سرگرمیوں کے الزام میں گرفتار کر کے ملک بھر میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی اور اخبارات پر سنسر عائد کر دیا گیا۔

اِن اقدامات کے جواب میں ۲۷ مارچ کو بھارتی پارلیمنٹ میں مسز اندرا گاندھی وزیراعظم بھارت نے مشرقی پاکستان کے واقعات کے پس منظر میں شیخ مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ کی حمایت کا عندیہ دیا۔ اس پر حکومتِ پاکستان نے احتجاج کیا، لیکن یہ احتجاج بھارت کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ بھارت عرصہ دراز سے مشرقی پاکستان کے حالات خراب کرنے میں معروف تھا، اور بے جا مداخلت کے لیے موقع کی تلاش میں تھا۔ اس کی فوجوں نے ۱۶ جون ۱۹۷۱ء کو جیسور کے نواحی علاقہ میں بلا اشتعال حملہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور ۳ دسمبر کو جنگ کا دائرہ مغربی پاکستان تک پھیلا دیا گیا۔ اس عرصہ میں اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل کے اجلاس ہوتے رہے، جن کا کوئی اثر بھارت نے قبول نہ کیا، اور بالآخر ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کا دن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ باب بن گیا۔ جس روز جنرل اے کے نیازی کی قیادت میں پاکستانی فوج کے ۹۳ ہزار سے زیادہ نوجوانوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور سقوط ڈھاکہ کی رسواکن دستاویز پر دستخط ثبت کر دیے گئے۔ اس جنگ میں مشرقی پاکستان کے علاوہ مغربی پاکستان کے محاذ پر بھی پانچ ہزار مربع میل علاقہ بھارت کے قبضہ میں چلا گیا۔

سقوطِ ڈھاکہ کے المناک واقعہ کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے جنرل یحییٰ خاں سے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات کا چارج لیا۔ اقتدار سنبھالنے کے چار دن بعد ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان کے المیہ کی تحقیقات کے لیے چیف جسٹس آف پاکستان، جسٹس حمود الرحمٰن کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کرنے کا اعلان کیا۔ ۳ جنوری ۱۹۷۲ء کو شیخ مجیب الرحمٰن کو غیر مشروط پر رہا کر دیا گیا۔ اس فیصلہ پر عوامی رد عمل سے بچنے کے لیے لاہور میں اسلامی سربراہی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کے نام سے علیحدہ ملک تسلیم کرنے کی راہ ہموار کی گئی۔

۲۱ اپریل ۱۹۷۲ء کو صدر ذوالفقار علی بھٹو نے مارشل لاء ختم کر کے عبوری آئین نافذ کر دیا۔

۲ جولائی کو شملہ کے مقام پر بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی اور صدرِ پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان معاہدہ شملہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں ۹۳ ہزار سے زائد پاکستانی فوج کو ہندوستان کے جنگی کیمپوں سے رہائی ملی۔

ملک کے نظام حکومت کو چلانے کے لیے ایک مستقل، پائیدار اور سب کے لیے قابلِ قبول آئین، پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ رہا تھا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے صدر ذوالفقار علی بھٹو نے اپوزیشن کے رہنماؤں کو اعتماد میں لے کر ایسا مسودہ آئین تیار کیا۔ جس کو آخری مرحلے تک مختلف ترامیم و اضافے کے بعد بالآخر ملک کی تمام پارلیمانی سیاسی جماعتوں نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا، اور یوں ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو متفقہ آئین کا نفاذ عمل میں آ گیا۔

ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے انتخابی منشور کے مطابق ملک کو سوشلسٹ نظام معیشت پر چلانے کے لیے پہلے مرحلہ پر ملک کے تمام بڑے بڑے صنعتی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا۔ اس کے بعد مرحلہ وار مختلف اصلاحات کے نفاذ کا سلسلہ چل نکلا۔ اسی دوران ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ریلوے اسٹیشن ربوہ پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ پر قادیانیوں کے حملہ کے خلاف ملک گیر تحریک کا آغاز ہوا، جس کے نتیجہ میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔

ملک کے سیاسی حالات میں اس وقت چونکا دینے والی صورتِ حال پیدا ہوئی جب ۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ ۷ مارچ ۷۷ء کے انتخابات کے نتائج سامنے آئے تو پیپلز پارٹی کو ۱۵۵ سیٹیں ملیں، جبکہ قومی اتحاد کو صرف ۳۶ سیٹوں پر کامیابی ملی۔ پاکستان قومی اتحاد نے انتخابی نتائج کو مسترد کرتے ہوئے ۱۰ مارچ کو ہونے والے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا اور ۱۰ مارچ کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ملتوی کرنے سے انکار کر دیا اور ۱۰ مارچ کو ووٹ ڈالنے کی انتہائی کم شرح کے باوجود

حکومت نے صوبوں میں بھی اپنی کامیابی کا پرچم لہرا دیا۔ اس کے ردِ عمل کے طور پر پاکستان قومی اتحاد نے بھٹو حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔ ۱۴ ؍ مارچ ۱۹۷۷ء کو شروع ہونے والی پُر امن تحریک بتدریج پُر تشدد ہوتی چلی گئی۔ مئی ۷۷ء تک سینکڑوں افراد ہلاک و زخمی ہو چکے تھے۔

بھٹو حکومت نے پُر تشدد عوامی تحریک کے خاتمے اور پُر امن حالات کے لیے اپوزیشن سے مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا۔ پیپلز پارٹی کی جانب سے ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے مولانا مفتی محمود نے مذاکراتی ٹیموں کی قیادت کی۔ جون ۷۷ء کے آخر میں مسلسل مذاکرات کے نتیجہ میں ملکی پریس کے ذریعے قوم کو دونوں سیاسی قوتوں میں سمجھوتے کی خوش کن اطلاع ملی۔ لیکن اس کے فوراً بعد صورتِ حال غیر یقینی کیفیت سے دوچار ہو گئی۔ یہاں تک کہ ملک میں دو متحارب قوتوں میں تصادم کے نتیجہ میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ۴ ؍ جولائی ۷۷ء کو لاہور اور شیخوپورہ میں پیپلز پارٹی اور قومی اتحاد کے کارکنوں میں باہمی تصادم کے نتیجہ میں ۱۲ ؍ سے زیادہ افراد ہلاک ہو گئے۔ اس مخدوش اور غیر یقینی صورتِ حال میں ۴ اور ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کی رات کو مسلح افواج کے سربراہ چیف آف سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کر کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو توڑ دیا۔ جنرل ضیاء الحق نے چند شقوں کے علاوہ باقی سارے آئین ۱۹۷۳ء کو بحال رکھا اور صدر فضل الٰہی چوہدری کو ان کے عہدے پر قائم رکھا۔

۵ ؍ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی اولین نشری تقریر میں خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اس کام کا بیڑہ میں نے اسلام کے ایک سچے سپاہی کی حیثیت سے اٹھایا ہے۔ میرا واحد مقصد آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانا ہے، جو اسی سال اکتوبر میں ہوں گے۔" اس کے بعد ۲۷ ؍ جولائی کو قوم سے ایک بار پھر خطاب کرتے ہوئے اسی بات کا اعادہ کیا ـــ "دنیا دیکھے گی کہ امانت وعدہ کے مطابق سول نمائندوں کو لوٹا دی گئی ہے" اس سلسلہ میں عام انتخابات کی تاریخ ۱۸ ؍ اکتوبر مقرر کر دی گئی۔ لیکن انتخابات سے صرف ۱۷ ؍ روز قبل یکم اکتوبر کو جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی نشری تقریر میں عام انتخابات کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد قومی اتحاد

اور ضیاء حکومت کے درمیان اکتوبر ۱۹۷۹ء کو عام انتخابات کرانے کا معاہدہ ہوا، لیکن اس کے باوجود انتخابات کا انعقاد ممکن نہ ہو سکا۔

ملک کی سیاسی صورتِ حال کے مدوجزر میں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کے الزام میں ۳ ستمبر ۱۹۷۷ء کو گرفتار کر لیا گیا، اور پھر عدالتی کارروائی کے نتیجہ میں ۱۸ مارچ ۷۸ء کو ذوالفقار علی بھٹو اور چار دیگر افراد کو سزائے موت سنا دی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی، لیکن ۶ فروری ۱۹۷۹ء کو عدالتِ عظمیٰ نے کثرتِ رائے سے اپیل مسترد کر دی، اور پھر ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں پھانسی کی سزا دے دی گئی۔

ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت دینے کے فیصلے پر عملدرآمد کی توقع اپنوں اور بیگانوں کسی کو بھی نہیں تھی۔ لیکن جب یہ بظاہر ناممکن کام حقیقت کا روپ دھار گیا تو پیپلز پارٹی کی قیادت سے زیادہ پارٹی کے مخلص اور جاں نثار کارکنوں نے زبردست ردِ عمل کا اظہار کیا۔ لیکن حکومت کے سخت اقدامات کی وجہ سے پُرتشدد کارروائیوں کا سلسلہ زیادہ دیر نہ چل سکا۔

ملک میں بھٹو کی پھانسی کی وجہ سے ابھی ہیجانی کیفیت برقرار تھی کہ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روس نے افغانستان پر یلغار کر دی۔ اس کے جواب میں نہتے افغانیوں نے جذبۂ ایمان کے بل بوتے پر آتش و آہن کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا شروع کر دیا۔ افغانوں کی جرأت و ہمت کو دیکھ کر امریکہ نے روس کے خلاف اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے پاکستان کے ذریعے افغان مجاہدین کو جدید ہتھیاروں کی سپلائی شروع کر دی۔ اس کے نتیجہ میں سپر طاقت روس کا بحرِ ہند کے گرم پانیوں تک پہنچنے کا خواب پریشان ہونے لگا۔

ضیاء حکومت، جہاد افغانستان کی وجہ سے تمام سیاسی معاملات کو پسِ پشت ڈال چکی تھی۔ ایسے میں حکومت مخالف سیاسی جماعتوں نے اپنا متحدہ محاذ ایم آر ڈی کے نام سے تشکیل دے کر ۱۴ اگست ۱۹۸۳ء کو حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز کر دیا۔ یہ تحریک پرتشدد انداز میں چار ماہ تک زیادہ تر سندھ اور پنجاب میں چلتی رہی۔ اس تحریک کے نتیجہ میں تقریباً پانچ سو افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔ بظاہر یہ تحریک چار ماہ کے اندر دم توڑ گئی۔ لیکن اس کے اثرات میں اتنا دم خم تھا کہ جنرل محمد ضیاء الحق کے لیے بحالی جمہوریت کے بڑھتے ہوئے مطالبے اور دباؤ کے نتیجہ میں جمہوری عمل کو بحال کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے اور طوالت دینے کے لیے اسلامی نظام کے نام پر ریفرنڈم کروانے کا فیصلہ کیا۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کو ہونے والے ریفرنڈم کے نتیجہ میں جنرل محمد ضیاء الحق پانچ سال کے لیے ملک کے صدر بن گئے اور انہوں نے ۲۵ اور ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے غیر جماعتی بنیادوں پر عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ پیپلز پارٹی نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے باوجود انتخابات کا عمل مکمل ہوا اور ۲۰ مارچ ۸۵ء کو قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ہوا۔ جس میں فخر امام سپیکر منتخب ہوئے۔ جبکہ سینیٹ کے ۲۲ مارچ ۸۵ء کو ہونے والے انتخابات کے نتیجہ میں غلام اسحاق خان، چیئرمین سینیٹ منتخب ہوئے۔ جبکہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۵ء کو صدر محمد ضیاء الحق نے سندھ سے رکن قومی اسمبلی محمد خان جونیجو کو وزیر اعظم پاکستان نامزد کر دیا۔

محمد خان جونیجو کے برسر اقتدار آنے کے بعد ۳۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان کیا۔ جس کے بعد محمد خان جونیجو نے قدرے آزادی کے ساتھ ملک کی زمام کار چلانے کی کوشش کی، جو صدر ضیاء الحق کو زیادہ پسند نہ آئی۔ ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کو افغانستان سے روسی افواج کے انخلاء کے حوالے سے جنیوا معاہدہ ہوا۔ جس کی جزئیات سے صدر محمد ضیاء الحق مطمئن نہیں

تھے۔ اسی دوران ۱۰ ر اپریل ۱۹۸۸ء کو راولپنڈی کے قریب اوجڑی کیمپ کا سانحہ رونما ہوا۔ پے در پے مختلف واقعات کی وجہ سے صدر اور وزیراعظم کے درمیان شکوک وشبہات کی دیواریں بلند سے بلند تر ہوتی جارہی تھیں۔ یہاں تک کہ ۲۹ر مئی ۱۹۸۸ء کو عین اس وقت جب محمد خان جونیجو بیرونِ ملک دورے سے واپس ائرپورٹ پہنچے۔ ایوانِ صدر میں ہنگامی پریس کانفرنس کے ذریعے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے جونیجو حکومت کو برطرف کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس غیر متوقع اعلان پر عوامی ردِّعمل کا رُخ موڑنے کے لیے "نفاذِ شریعت آرڈیننس" جاری کر دیا گیا۔ اس کے باوجود انتخابی عمل بحال کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں کا دباؤ بتدریج بڑھتا چلا گیا۔ اس لیے عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا گیا۔ لیکن اس سلسلہ میں جماعتی اور غیر جماعتی انتخاب کا ابہام پیدا کر دیا گیا۔

ملک عجیب ہیجانی سیاسی کیفیت سے گذر رہا تھا کہ ۱۷ر اگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور کے قریب فضائی حادثہ میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق کا انتقال ہو گیا۔ یوں صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے گیارہ برس سے زیادہ عرصہ پر محیط طویل اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔

پاکستان کی سیاست ومعاشرت پر اَنمٹ نقوش مرتب کرنے والے دو حکمرانوں ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ادوارِ حکومت کے سرسری جائزہ کے بعد آئندہ صفحات میں دینی صحافت سے وابستہ اور زیرِنظر مقالہ کے لیے منتخب ۱۵ر دینی رسائل کے بیس برس پر محیط ادارتی صفحات کا جائزہ لیا جائے گا کہ مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ان رسائل نے ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ادوارِ حکومت کے متعلق مثبت یا منفی انداز میں کیا ردِّعمل ظاہر کیا ہے۔

بھٹو دورِ حکومت

عرفات

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں یہ پہلا اور منفرد واقعہ تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے سقوطِ ڈھاکہ کے بعد باقی ماندہ پاکستان کی صدارت کا منصب سنبھالا تو اس کے ساتھ ہی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے فرائض منصبی بھی سنبھال لیے۔ اس صورتِ حال پر ماہنامہ عرفات نے لکھا۔

"موجودہ برسرِاقتدار طبقہ نے جمہوری اور عوامی نمائندوں کی حیثیت سے زمامِ اقتدار سنبھال لیا ہے۔ اب جبکہ عوامی حکومت، جمہوری نظام کے اعلان کے ساتھ قائم ہو چکی ہے تو اب کسی قائدِ عوام کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اقتدار کی تلوار کے ساتھ ساتھ مارشل لاء کی بندوق عوام کے سامنے رکھے۔ کیا مارشل لاء کے بغیر ملک کا نظم ونسق اور عوام کی بہبود کے لیے اقدامات ممکن نہیں؟ جمہوریت اور حالات کا تقاضا ہے کہ سب سے پہلے قومی اسمبلی کا اجلاس بلا کر تمام عوامی نمائندوں کے باہمی مشورہ سے جمہوری انداز میں نظامِ حکومت چلانے کی سعی کی جائے۔" [1]

ذوالفقار علی بھٹو کی جانب سے نئے ملکی آئین کی تیاری کا اعلان کیا گیا تو اس کے ردِعمل کے طور

"عرفات" نے یہ لکھا۔

" اس ملک پر جو شخص بھی قابض ہوا، اس نے اپنا ہی آئین قوم پر ٹھونسنے کی کوشش کی ہے۔ صدر ایوب نے ۱۹۵۶ء کے آئین کو اس کے نفاذ سے پہلے ہی ختم کرکے ۱۹۶۲ء میں اپنی پسند کا آئین قوم پر مسلط کر دیا، جو ان کے اقتدار کے ساتھ ہی رخصت ہو گیا۔ موجودہ صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کو نیا آئین دینے کا اعلان کیا ہے۔ جو ان کی پارٹی کے مخصوص نظریات کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ یہ کیا تماشا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان ایک مکمل قرآنی نظام سے کب تک محروم رہیں گے۔ ہم نئے صدر سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ نظریۂ پاکستان کے مطابق اسلامی آئین نافذ کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔" [2]

ضیائے حرم

صدر ذوالفقار علی بھٹو، بھارتی وزیراعظم سے ملاقات کے لیے شملہ روانہ ہوئے تو اس موقع پر ماہنامہ "ضیائے حرم" نے اس رائے کا اظہار کیا۔

" اگر بھارت آسانی سے جنگی قیدی واپس کرنے پر رضامند ہو جائے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ ہمارا اندازہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ مسئلہ کشمیر کو اہمیت دیں گے۔ اہلِ پاکستان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر انہوں نے مسئلہ کشمیر پر مضبوط موقف اختیار نہ کیا تو پاکستان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو زیادہ دیر تک متحد نہیں رکھ سکے گی۔" [3]

بھٹو دورِ حکومت پر تنقید کرتے ہوئے "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"ذوالفقار علی بھٹو نے سقوطِ ڈھاکہ کے بعد، برسرِ اقتدار آنے کے بعد بھارت سے مغربی پاکستان کے مقبوضہ علاقے خالی کروانے، جنگی قیدیوں کی واپسی اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی اتفاقِ رائے سے منظوری جیسے قابلِ قدر کام

انجام دیئے ہیں۔ لیکن ان غیر معمولی کارناموں کے ساتھ پیپلز پارٹی کی حکومت نے ایسی نازیبا حرکتیں کی ہیں، جن پر کوئی پارٹی فخر نہیں کر سکتی۔ جہاں تک دعویٰ کا سوال ہے۔ پارٹی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ "جمہوریت ہماری سیاست ہے" لیکن بیچاری جمہوریت کی مٹی یہاں اس دور میں پلید کی گئی، اس کی مثال جمہوری ممالک میں کہیں نہیں ملتی۔ پریس پر قدغن عائد کر دی گئی۔ جس اخبار یا رسالے نے لبِ نازک کے خلاف کوئی بات لکھی، انتقام کی تلوار فوراً بے نیام ہو کر اس کے سر پر لہرانے لگی۔ ان کے ایڈیٹروں کو قید کر دیا گیا، اور انہیں حق گوئی کے جرم میں ایسی اذیتیں دی گئیں کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں نے جب صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے پُرامن مظاہرے شروع کیے تو سیاسی لیڈروں پر ایسے مظالم توڑے گئے کہ سُرخ روس اور نازی جرمنی کی یادیں تازہ ہو گئیں۔" ۴؎

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"وزیرِاعظم بھٹو نے اپنے پارٹی ممبران کے جھرمٹ میں پاکستان ٹیلی ویژن کے ذریعے "بنگلہ دیش" تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر اس فیصلے سے ساری مسرتیں خاک میں مل گئیں۔ قوم کی اُمیدوں کی دنیا میں کہرام مچ گیا۔ عوام اس اجتماعِ عظیم سے جو توقعات وابستہ کیے ہوئے تھے۔ وہ ریت کے گھروندوں کی طرح ٹوٹ گئیں، اور لوگوں نے محسوس کیا کہ کسی نے یک جنبشِ لب انہیں بے حسی کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا ہے۔" ۵؎

بلوچستان میں مینگل وزارت کو برطرف کرنے کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے ضیائے حرم نے لکھا۔

"مسٹر بھٹو نے بلوچستان میں سردار مینگل کی وزارت کو ختم کر کے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یقیناً قومی مجرم قرار دیے جاتے۔ مرکزی حکومت نے ان عناصر کی بیخ کنی کے لیے اگر بعض مؤثر اقدامات کیے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرکزی حکومت نے بلوچستان کے سیاسی حقوق کو پامال کر دیا ہے، یا وہاں کے

باشندوں پر ظلم ڈھایا ہے، یا اس کی علاقائی خود مختاری کو سلب کر لیا ہے۔ بھٹو حکومت کے حالیہ اقدام سے صوبہ بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے نئے امکانات پیدا ہوں گے۔" ۶ے

بھٹو حکومت کی پالیسیوں کے حوالے سے ضیائے حرم رقم طراز ہے۔

"پیپلز پارٹی کی سیاسی اور اقتصادی پالیسیوں نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اس صورتِ حال میں عوامی اضطراب بڑھتا جا رہا ہے اور یہ بات بہ بانگ دُہل کہی جا سکتی ہے کہ پیپلز پارٹی کا دورِ اقتدار ختم ہونے کے قریب ہے۔" ۷ے

بھٹو حکومت کی اقتصادی پالیسی کا جائزہ لیتے ہوئے ضیائے حرم نے لکھا ہے۔

"عوامی حکومت نے وزارتِ خزانہ کا قلمدان ایک ایسے شخص کے سپرد کیا ہے، جسے امورِ خزانہ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وزیر خزانہ نے اپنی "عبقریت" کا پہلا مظاہرہ یہ کیا کہ پاکستانی روپے کی قیمت اتنی گرا دی جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی۔ اس کا پہلا نتیجہ تو یہ نکلا کہ ہماری برآمدات کوڑیوں کے بھاؤ بیرونِ ملک جانے لگیں اور درآمدات کی قیمتیں چشم زدن میں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ گرانی کا چکر اب ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ جن کارخانوں کو انہوں نے قومی تحویل میں لیا، چند مہینوں میں ان کارخانوں کی مصنوعات میں کئی گنا کمی ہو گئی۔ مزدور اور صنعت کار کے درمیان تصادم پیدا کر کے صنعتی پیداوار کو انہوں نے بُری طرح مجروح کیا ہے۔" ۸ے

اقتصادی صورتِ حال پر ضیائے حرم نے قومی بجٹ پر یوں تبصرہ کیا۔

"وزیر خزانہ نے ۲۱ ارب کا بجٹ پیش کیا ہے، جس میں وہ ۱۷ ارب بھی شامل ہیں، جو بیرونی ممالک سے بطور بھیک ملنے کی توقع ہے۔ کچھ رقم اندرونِ ملک قرضے جاری کر کے حاصل کی جائے گی۔ گذشتہ سال ملکی ذرائع سے جو کچھ حاصل کیا گیا، وہ بجٹ کا بمشکل دسواں حصہ بنتا ہے۔ کیا اسی حسنِ کارکردگی کی بناء پر

پیپلز پارٹی' عوام کو معاشی خوشحالی کے مژدے سناتی رہی ہے۔ جس ملک میں قومی خزانہ کسی پارٹی کے چیئرمین کے ذاتی تصرف میں ہو، وہاں معاشی خوش حالی کے بلند بانگ دعوے سراب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔" ۹

جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ اُلٹا تو "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ آج کا دن حقیقی معنوں میں یومِ نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے انہیں ایک جابر اور ظالم حکمران سے نجات دی۔ حکمرانے کے نقل پڑھے جارہے ہیں۔ نظامِ مصطفیٰ کے لیے جاری تحریک نے ایک اہم مرحلہ طے کر لیا ہے۔" ۱۰

بھٹو کو پھانسی کی سزا پر "ضیائے حرم" نے اس رائے کا اظہار کیا۔

" پاکستان کی تحریک کا پہلا واقعہ ہے، جب کسی سابق حکمران کا احتساب کیا گیا ہو اور اس کے جرائم کی سزا دی گئی ہو۔ تیس ۳۰ برس تک یہاں یہی ریت رہی کہ حکمران ٹولہ اپنے دورِ حکومت میں من مانی کرتا رہا، دل کھول کر ملک و قوم کی دولت کو لوٹتا رہا، پھر جب اس کا وجود ناقابلِ برداشت ہو گیا تو کوئی دوسرا طالع آزما آگے بڑھا اور سابق حکمران کو مسندِ اقتدار سے اتار کر پہلے والے حکمران ٹولے کا تحفظ اور خود ملک کو لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔ یہ افسوسناک سلسلہ جاری رہا، یہاں تک جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء نے سابق حکمران کو قرارِ واقعی سزا دلوائی ہے، جو پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے۔" ۱۱

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور نے بھٹو دورِ حکومت کے سلسلہ میں اپنے ادارتی صفحات پر تسلسل کے ساتھ سیاسی، معاشی اور معاشرتی پالیسیوں اور اقدامات کا جائزہ لیا ہے۔ اس کا اظہار آئندہ باب : دینی صحافت کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی کردار میں بھی قدرے تفصیل سے ہو گا۔

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" نے اسلام اور مغرب کے حوالے سے حکومتی تضاد کے متعلق لکھا۔

" اخباری اطلاعات کے مطابق موجودہ حکومت نے صدر بھٹو کی قیادت میں پاکستان میں محمدی معاشرہ کے لیے کوششیں تیز کردی ہیں۔ ربیع الاول کے مبارک مہینے میں ریڈیو اور ٹیلیویژن پر خصوصی پروگرام پیش کیے گئے، اور ایک محفلِ میلاد بھی منعقد کی گئی، جس میں خود صدر بھٹو نے شرکت کی۔" رضائے مصطفیٰ کا اداریہ نگار پوچھتا ہے کہ۔ " اگر محمدی معاشرہ کے لیے کوششیں تیز ہوگئی ہیں، اور پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کے متعلق صدر بھٹو کا وعدہ پورا ہو گیا ہے تو پھر حکومت و پبلک کے ارکان و افراد کی صورت و سیرت، تہذیب و معاشرت، لباس و کردار اور مشاغل و معمولات پر محمدیت اور اسلامیت کا رنگ غالب ہونے کی بجائے (اِلّا ماشاء اللہ) بدستور مغربیت اور اغیار کی رسوم و فیشن کا غلبہ کیوں ہے۔" [12]

ایک اخباری بیان پر " رضائے مصطفیٰ " نے یوں ردِ عمل ظاہر کیا۔

" اخبارات میں پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کے بیانات شائع ہو رہے ہیں کہ "صدر بھٹو یا علامہ مصطفیٰ کھر کو جو شخص گالی دے گا، اس کا سر کچل دیا جائے گا۔ اب ہم اپنے رہنماؤں کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کریں گے۔ کارکنان یہ کام خود کریں گے۔ ہم فوج، پولیس اور انتظامیہ کی مدد حاصل نہیں کریں گے۔"

اگر ان متشددانہ عزائم کو عملی جامہ پہنایا جائے اور دوسری طرف سے بھی اس کا جوابی ردِ عمل ہو تو اس کا نتیجہ تباہی و بربادی اور خانہ جنگی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ رضائے مصطفیٰ نے حکمران طبقے کو ایسے اقدامات سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بات کو ذہن میں رکھیے کہ اس قسم کی لاقانونیت جو ملک و قوم کو نقصان پہنچائے اس سے ہر صورت میں اجتناب کیا جائے۔" [13]

ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" نے حکومت اور حزبِ اختلاف میں آئینی سمجھوتہ طے پانے پر لکھا۔

"اگرچہ پاکستان کے سرکاری مذہب اسلام ہونے کا اعلان پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ لیکن دیگر امور کچھ کمی بیشی کے ساتھ پاکستان کے تقریباً ہر آئین اور دور میں سنتے رہے ہیں۔ لیکن حکومت کی طرف سے انہیں عملی صورت میں دیکھنے کا ہمیشہ انتظار ہی رہا۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے جن رہنماؤں نے اس آئینی سمجھوتے میں حصّہ لیا ہے۔ ان سب کا یہ اقدام قابلِ ستائش ہے، اور اس ملک میں لادینی نظاموں پر اسلام کی برتری دیکھنے والوں کی یہ تاریخی فتح ہے۔" ۱۴ے

سوشلزم کے حق میں بھٹو حکومت کے کارپردازوں کے بیانات کے خلاف رضائے مصطفےٰ نے لکھا۔

"سوشلزم کے منحوس نعرے کی وجہ سے ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ لاقانونیت، ظلم اور مہنگائی نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے، مگر پھر بھی سوشلزم کی قصیدہ خوانی کی جا رہی ہے۔ سوشلزم کو آئین سے خارج کرنے اور اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کر لینے کے باوجود معلوم نہیں برسرِ اقتدار حضرات کے دلوں میں سوشلزم اتنا کیوں سرایت کر گیا ہے، خدارا سوشلزم کی قصیدہ خوانی چھوڑ دیں۔" ۱۵ے

اسلامی نظام کے نفاذ سے بے اعتنائی کا تذکرہ کرتے ہوئے رضائے مصطفےٰ نے لکھا۔

"حکومت اپنی صوابدید پر جو چاہے کر گذرتی ہے۔ ملوک کے حساب سے افسروں کی برطرفی، مختلف ممالک سے تعلقات توڑنا اور جوڑنا، کسی پارٹی کو غیر قانونی قرار دے دینا، بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا، مختلف اداروں، صنعتوں اور ملوں کو سرکاری تحویل میں لینا، کتنے ہی امور ہیں، جو یکے بعد دیگرے حکومت طے کر چکی ہے۔ مگر افسوس کہ اگر کوئی مشکل ترین کام ہے تو وہ اسلام کا عملی نفاذ ہے۔" ۱۶ے

۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے موقع پر دھاندلی کے الزامات کے حوالے سے لکھا گیا۔

"۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے جن انتخابات کی دھوم تھی۔ آہ ان کا انجام بخیر نہ ہو سکا۔ پیپلز پارٹی کے دوسرے

وعدوں کی طرح "انتخابات بالکل آزادانہ اور منصفانہ ہوں گے" کا وعدہ بھی پورا نہ ہو سکا۔ جب سب سے بڑے وعدے اور وعدے "اسلام ہمارا دین ہے" پر عملدرآمد نہیں کیا جا سکا تو باقی وعدوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟ انتخابات میں جو ملک گیر دھاندلی اور تشدد ہوا، اس کی تفصیل اخبارات میں آ چکی ہے۔ انتخابات میں دھاندلی و بددیانتی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انتخابی نتائج میں پیپلز پارٹی کو ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے بھی زیادہ کامیاب دکھایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ پیپلز پارٹی ۱۹۷۰ء کی نسبت بہت حد تک روبہ زوال ہے۔" [17]

ماہنامہ "البلاغ" نے عبوری آئین کے نفاذ پر لکھا۔

"قومی اسمبلی کے اجلاس کا سب سے اہم واقعہ مارشل لاء کا خاتمہ اور عبوری آئین کی منظوری ہے۔ اگرچہ عبوری آئین کی اِن دفعات کی وجہ سے جن میں صدرِ مملکت کو غیر معمولی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ حزبِ اختلاف کے تمام رہنما اس آئین کو مارشل لاء کا نعم البدل قرار دینے میں متامل ہیں۔ تاہم اتنی بات بہرحال قابلِ اطمینان ہے کہ اس سرزمین بے آئین کو ایک کچا پکا دستور مل گیا ہے۔ مستقل آئین کی تیاری کے لیے ابتدائی اقدامات عمل میں آ گئے ہیں اور قومی اسمبلی کے بند دروازے کھل گئے ہیں۔" [18]

سودی سکیموں کی مذمت کرتے ہوئے البلاغ نے لکھا۔

"گذشتہ پچیس سال میں جہاں دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی۔ وہاں اس حکم کو سے بھی پہلو تہی کی گئی کہ سود کو مسلسل فروغ دیا جاتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ حکومت کی بعض سا لیاتی سکیمیں ایسی آئی ہیں کہ ان میں بلاوجہ سود ٹھونس دیا گیا ہے۔ ورنہ ان میں سودی معاملہ کو داخل کرنے کی سوائے حرام کھانے والے کھلانے کے شوق کے اور کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔" [19]

مجوزہ آئین کے متعلق حکومت اور اپوزیشن کے سمجھوتہ کے متعلق "البلاغ" نے لکھا۔

"پچھلے مہینے کا سب سے اہم واقعہ وہ آئینی سمجھوتہ ہے، جسے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی تمام سیاسی جماعتوں نے منظور کرکے پاکستان کے مستقل دستور کی بنیاد ڈال دی ہے۔ یہ سمجھوتہ کئی لحاظ سے بڑا خوش آئند ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ ملک کو طویل عرصہ کے بعد متفقہ دستور مل جائے گا۔" [20]

مجوزہ دستور ہی کے حوالے سے "البلاغ" رقمطراز ہے:

"دستور کا جو مسودہ آئین کمیٹی نے مرتب کیا تھا، اس میں یہ بات قابلِ اطمینان تھی کہ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا تھا اور پورے مسودے میں بھی کسی غیر ملکی نظریے یا نظام کو بطور اصول نہیں اپنایا گیا تھا۔ لیکن جب یہ مسودہ اسمبلی میں غور کے لیے پیش ہوا تو مرکزی وزیر صحت نے اس میں ایک نئی دفعہ کے اضافے کی تحریک پیش کی۔ جس میں کہا گیا کہ پاکستان کا معاشی نظام سوشلزم پر مبنی ہوگا، بعد میں مرکزی وزیر اطلاعات کی ترمیم کے بعد یہ دفعہ ان الفاظ میں منظور کی گئی کہ پاکستان کا معاشی نظام اسلامی سوشلزم پر مبنی ہوگا، جو مساواتِ محمدیؐ کا آئینہ دار ہوگا۔" [21]

ماہنامہ "الحق" نے بھٹو دورِ حکومت کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے لکھا۔

"ہمیں حیرت اور افسوس ہے کہ پیپلز پارٹی نے اقتدار سے قبل تین بنیادوں پر انتخابی پروگرام پیش کیا تھا۔ اس نے اس عرصہ میں معاشی نظام کے لیے سوشلزم، سیاست کے لیے جمہوریت کی طرف برائے نام سہی کچھ قدم تو اٹھایا یا بڑھانے کی کوشش کی۔ مگر اسلام، جسے اپنا دین کہا گیا تھا، کامل بے اعتنائی کے ساتھ پسِ پشت ڈال دیا گیا اور اس سلسلہ میں اب تک کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔" [22]

حکومت کی جانب سے ہفتہ اقلیت منانے کی مذمت کرتے ہوئے "الحق" نے لکھا۔

" پچھلے ماہ حکومت نے اقلیتوں کا ہفتہ منایا، اور اس شان سے منایا گویا پاکستان کوئی سیکولر سٹیٹ ہے۔ نظریاتی مملکت نہیں ہے۔ جہاں تک اسلامی ریاست کے غیرمسلم شہریوں کا تعلق ہے' اس کی اہمیت ہے۔ ان کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کی اہم ذمہ داری ہے۔ لیکن جب اقلیتیں اسی برتن میں چھید کریں جس میں کھاتے ہوں تو پھر ایسی صورت میں ان پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔" ۲۳ ؎

بھٹو حکومت کی جانب سے مختلف ہفتے منانے پر "الحق" نے استفسار کیا ہے۔

" ہفتہ اقلیت، ہفتہ خواتین اور اب ہفتہ ملازمین منایا جارہا ہے' اور آئندہ معاشرہ کے دوسرے طبقات کی باری ہے۔ معاشرہ کی اصلاح ترقی اور خوشحالی کے لیے کیا کچھ ہے' جو نہیں ہو رہا ہے۔ لیکن خودغرضی' لالچ، رشوت' اقربا پروری' بے حیائی' مادہ پرستی اور دوسری برائیاں عروج پر ہیں۔ آخر ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے "ہفتہ اصلاح معاشرہ" کب منایا جائے گا؟"۔ ۲۴ ؎

مدیر "الحق" کی جانب سے جیل سے اپنے پرچے کے لیے اداری تحریر۔

" مارچ ۷۷ء کے عام انتخابات میں حکومتی پارٹی کی دھاندلی کے خلاف احتجاجی تحریک کے نتیجہ میں ہری پور جیل میں آج ۵۲ واں دن ہے۔ "نقش آغاز" اب بھی نہیں لکھا جاسکا۔ ایک تو سنسرشپ کی ظالم تلوار نے قلم کی آزادی ہی نہیں چھینی' بلکہ اسے قتل کرکے رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں لکھنے کے لیے کون وقت ضائع کرے۔ دوسرے حالات اتنی تیزی سے بدل رہے تھے کہ صبح و شام نئے موڑ سامنے آ رہے تھے۔" ۲۵ ؎

ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری اور عدالت کی جانب سے سزائے موت کے فیصلہ اور مارشل لاء حکومت کی جانب سے عدالتی فیصلہ پر عملدرآمد کے حوالے سے "الحق" نے لکھا۔

"مسٹر ذوالفقار علی بھٹو قتل کے ایک کیس میں اس وقت پابہ جولاں ہیں، اور کئی دیگر مقدمات میں بھی عدالتیں بلا رہی ہیں۔ وہ شخص جو اپنی رعونت، طنطنہ اور آمریت کے گھمنڈ میں آسمانِ معلق بنا ہوا تھا۔ آج اس کا وجود تماشائے عالم کو درسِ عبرت دے رہا ہے۔" [۲۶]

"بالآخر لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ نے نواب محمد احمد خاں مرحوم کے مقدمۂ قتل میں سابق وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور قتل میں شریک چار دوسرے ملزموں کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ پچھلے سال مارچ کے یہی ایام تھے کہ بھٹو کے سامنے کسی کی ہنی چلتی تھی۔ اس کے اشارے سے پاکستان کی گلیاں خونِ ناحق سے لالہ زار بنی ہوئی تھیں۔ "بے شک رب کی گرفت بڑی مضبوط ہوتی ہے" مجرم بھٹو اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا اور عدالتِ عظمیٰ نے اپنے مبنی برانصاف فیصلے سے عدل وانصاف کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اسلام کے قانونی اور تعزیراتی پہلو میں مساوات کا یہی تصور تھا، جس نے ہر قسم کے امتیازات اور خصوصی رعایات کو ختم کر دیا تھا۔" [۲۷]

"دستِ قدرت نے سابق وزیرِ اعظم بھٹو کو پھانسی کی شکل میں عجائب عالم میں رکھوا دیا ہے، تاکہ یہ عبرت کا نشان بن جائے۔ بھٹو نے میدانِ سیاست میں بے شمار جرائم کیے۔ مسلم قوم کا شیرازۂ اتحاد بکھیر دیا۔ اسلامی اور اخلاقی قدریں پامال کیں۔ اب جبکہ بھٹو نہیں رہا تو بھٹو ازم کے خاتمہ کے لیے بھی سخت محنت کرنا ہوگی۔" [۲۸]

خدام الدین

ہفت روزہ "خدام الدین" نے پاکستان کے پہلے آئین کی منظوری کے حوالے سے لکھا۔

"سرزمینِ بے آئین پاکستان کو ۲۵ سال بعد ایک ایسا آئین مل گیا ہے۔ جس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسے عوام کے منتخب نمائندوں نے ترتیب دیا ہے اور اس پر تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے مہرِ تصدیق ثبت کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آئین کو ملک وقوم کے لیے مفید اور بہتر بنائے۔" [۲۹]

حکومت کو اخلاقیات کی تلقین کرتے ہوئے خدام الدین نے لکھا۔

" حکومت یا تو آئین کا احترام کرکے صاف ستھری سیاست کی داغ بیل ڈالے، یا پھر عوامی حقوق کا مذاق اڑانا ترک کرکے مستعفی ہو جائے، بصورتِ دیگر منعم حقیقی کی پکڑ کا انتظار کریں۔" ۳۰ ؎

" یوم آزادی کے موقع پر "نئے پاکستان" کے وزیراعظم بھٹو نے جو ارشادات فرمائے ہیں، ان میں ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ۔ پاکستان میں جمہوریت سربلند رہے گی"۔ اس سلسلہ میں بھٹو صاحب کے ہی اعمال کا جائزہ لیں تو قدم قدم پر آپ کو یہ نظر آئے گا کہ جناب کی وساطت سے جمہوریت کی اتنی مٹی پلید ہوئی کہ الامان ۔ بھٹو صاحب نوشتۂ دیوار پڑھ لیں۔ ذرائع ابلاغ کے سہارے حسین و دلفریب نعروں سے آپ دنیا کو مزید دھوکہ نہیں دے سکے۔" ۳۱ ؎

اپوزیشن ارکان کو قومی اسمبلی سے باہر پھینکوانے پر خدام الدین نے یوں ردعمل ظاہر کیا۔

" جمعیت علما اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ہنگامی اجلاس میں قومی اسمبلی سے اپوزیشن کے محترم قائدین اور ارکان کو انتہائی توہین آمیز اور شرمناک طریقہ سے فیڈرل سکیورٹی فورس کے ذریعے زبردستی اٹھا کر باہر پھینک کر آئین میں ترمیم کے چوتھے غیر جمہوری بل کو منظور کرنے کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی۔ موجودہ حکمران گروہ کے اس شرمناک اقدام نے جہاں ایوان کے تقدس کو مجروح کیا ہے، وہاں پوری پاکستانی قوم کی توہین کی ہے اور عالمی رائے عامہ کے سامنے پاکستانی قوم اور اسمبلی کو بری طرح رسوا کیا ہے۔" ۳۲ ؎

بھٹو دورِ حکومت کے چار سال پورے ہونے پر "خدام الدین" نے پیپلز پارٹی کے ارکان اسمبلی کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے اداریے میں لکھا۔

" لیاقت باغ سے لے کر گول باغ تک عوام کے سینے چھلنی ہوں تو آپ لوگوں کو پرواہ نہیں۔ بلوچستان پر فوج کشی ہو تو آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ سرحد کی سیاسی اقدار کو برباد کیا جائے تو آپ کی بلا سے۔

سندھ میں لسانی فسادات کرواکر لاتعداد مسلمانوں کو کچل دیا جائے، صحافت کا گلا گھونٹ دیا جائے، تب بھی "یس سر"۔ مخالف ارکان اسمبلی کو جبراً اسمبلی سے اٹھا کر پھینک دیا جائے، پھر بھی آپ لوگ تماشبین بنے ہوئے ہیں۔" ۳۳

ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے "خدام الدین" یوں رقمطراز ہے :

" ملک جس قسم کی گھٹن کا شکار ہے۔ اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ نظر بندی، زبان بندی، قلم بندی اور نہ معلوم کس قسم کی پابندیاں ہیں، جن کی وجہ سے سارا ملک کراہ رہا ہے، اور لطف یہ کہ یہ سارے کام اس حکومت کے دور میں ہو رہے ہیں، جو اپنے متعلق دعوے دار ہے کہ۔

ع دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ ۳۴

اچانک انتخابات کا اعلان ہونے پر "خدام الدین" نے لکھا۔

" بھٹو صاحب نے ڈرامائی طریقے سے انتخابات کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر کام اور ہر معاملہ میں ان کی یہی روش رہی ہے۔ اس فوری اعلان پر حزب اختلاف نے بھی فوری طور پر باہمی اتحاد کے لیے مذاکرات کا آغاز کر دیا ہے۔" ۳۵

عام انتخابات میں دھاندلی کے الزامات عائد کرکے پاکستان قومی اتحاد نے بھٹو حکومت کے خلاف تحریک کا سلسلہ شروع کیا تو "خدام الدین" نے لکھا۔

" ۷ مارچ کے عوامی فیصلہ کو مکاری و عیاری سے تبدیل کرنے پر پوری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر جعلی حکمرانوں کے مقابلہ میں آگئی اور اس نے آئین و قانون کی حدود میں رہ کر اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔

فرعون مصر جب پانی میں ڈبکیاں کھا رہا تھا، تب اس نے کہا کہ میں موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان

لدیا، لیکن بارگاہِ ایزدی سے آواز آئی: اب تو ایمان کی بات کرتا ہے۔ حالانکہ تو نافرمانی کر چکا، اور تو مفسادیوں میں سے تھا۔ پھر قدرتِ خداوندی نے اُسے سامانِ عبرت بنا کر دُنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

آج کا فرعون بھی ناکامی و رسوائی کے سمندر میں ڈبکیاں لے کر اسلام کی بات کرتا ہے۔ نظامِ شریعت کے نفاذ کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن اسے معلوم نہیں کہ حالتِ نزع کا ایمان بارگاہِ خداوندی میں قبول نہیں ہوتا۔ بھٹو صاحب! قوم آپ سے اسلام نہیں استعفیٰ مانگتی ہے، اسے استعفیٰ پیش کیجئے اور نظامِ شریعت کے حقیقی و عملی نفاذ کے لیے راستہ سے ہٹ جائیے۔"[۳۶]

انتخابی دھاندلیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بحران سے نمٹنے کے لیے بھٹو حکومت نے ریفرنڈم کروانے کی تجویز پیش کی، اس کے ردِعمل میں "خدام الدین" نے لکھا۔

"چند دن پہلے ملک کے سیاسی بحران کے حل کے لیے حزبِ اختلاف کے رہنماؤں نے جو تجاویز پیش کی تھیں، وہ وزیرِاعظم بھٹو نے مسترد کر کے اپنی طرف سے نیا فارمولا پیش کر دیا۔ یعنی یہ کہ میں اپنی ذات کے بارے میں ریفرنڈم کروا لیتا ہوں کہ آیا مجھے بحیثیت وزیرِاعظم، عوام قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ ریفرنڈم کے لیے آئین میں کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن دھاندلیوں کی پیداوار اسمبلی نے بغیر کسی تاخیر کے اس کے لیے گنجائش پیدا کر دی، اور ایک عدد ترمیم کے ذریعے راستہ ہموار کر دیا گیا۔"[۳۷]

ریفرنڈم کی تجویز حزبِ اختلاف نے مسترد کر دی تو حکومت کو مجبوراً مذاکرات کیلئے آمادہ ہونا پڑا۔

"مارچ ۷۷ء کے انتخابات میں حکمران پارٹی نے جس ہاتھ کی صفائی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے ردِعمل کے طور پر اس تحریک نے جنم لیا، جس کی مثال ماضی کی پچاس سالہ تاریخ میں بمشکل ملے گی۔ قومی اتحاد کے رہنماؤں کی ہر چند یہ خواہش رہی کہ معاملات خوش اسلوبی سے طے پا جائیں لیکن افسوس کہ فریقِ ثانی نے ایسا نہ ہونے دیا۔ تاہم بعد از خرابیٔ بسیار ایسا ہوا، اور مذاکرات کی باقاعدہ ابتداء ہو گئی ہے۔"[۳۸]

پی پی پی اور پی این اے کے مذاکرات کی ناکامی کے نتیجہ میں فوج نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اس معاملے سے "خدام الدین" نے لکھا۔

"بھٹو ایک آمر، فاشسٹ اور ظالم حکمران کی حیثیت سے اپنا مقام رکھتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ملک کے عوام کے جذبات اور امنگوں کے پیشِ نظر وہ اسلام کا نام بھی لیتے۔ لیکن عملاً انہوں نے اسلام اور اسلامی اقدار کے معاملہ میں جو کچھ کیا، اس کے متعلق بے لاگ تحقیق کرانا اور مملکتِ خداداد پاکستان کے مقتدر کی حیثیت سے "اسلامیت" کی جڑیں کاٹنے کے جرم میں عبرتناک سزا دینا ازبس ضروری ہے۔" [۳۹]

بھٹو دورِ حکومت کے متعلق "خدام الدین" نے مزید لکھا۔

"بھٹو کا دورِ حکومت، پاکستان کی سیاسی تاریخ کا انتہائی تاریک اور شرمناک دور تھا۔ اس دورِ شر و فساد میں جو کچھ بیان ہوا، اس کے متعدد گوشے پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ سامنے آچکے ہیں۔ پیپلز پارٹی ایک بار پھر لبادہ اوڑھ کر قوم کو بیوقوف بنانا چاہتی ہے۔" [۴۰]

بھٹو کو مقدمۂ قتل میں عدالتِ عالیہ نے پھانسی کی سزا سنائی تو خدام الدین نے لکھا۔

"لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ نے ایسا فیصلہ سنایا ہے، جو کروڑوں دکھی دلوں کی آواز ہے، جو نظامِ عدل کا لازمی تقاضا ہے اور جس پر عمل ہونے سے پاکستان بہت ساری مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کرلے گا۔ یہ فیصلہ "نئے پاکستان" کے سابق وزیراعظم بھٹو کی پھانسی کا فیصلہ ہے۔ جس کے دامن پر مشرقی پاکستان کو عملاً علیحدہ کرنے کا داغ ہے۔ بھٹو ملک کے قاتل ہونے کے ساتھ ساتھ علم، تہذیب، معاشرت، انسانیت اور شرافت کے قاتل تھے۔" [۴۱]

عدالتِ عالیہ کے فیصلہ کے خلاف ذوالفقار علی بھٹو نے عدالتِ عظمیٰ میں اپیل دائر کی، ایک سال کی طویل عدالتی کارروائی کے بعد عدالتِ عظمیٰ نے عدالتِ عالیہ کا فیصلہ برقرار رکھا۔ جس کے نتیجہ میں ذوالفقار علی بھٹو کو

مارشل لاء حکومت نے پھانسی دے دی، اس صورتِ حال پر "خدام الدین" نے لکھا۔

"۴ اپریل ۱۹۷۹ء کی صبح پاکستانی عوام نے اچانک خبر سنی کہ ۲۰ سال تک کسی نہ کسی حیثیت سے پاکستان کے اقتدار میں شریک رہنے والی شخصیت پھانسی پر لٹکا دی گئی۔ یہ مقام عبرت ہے، اُن لوگوں کے لیے جو قوت و اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھنے کی بجائے اپنے ہاتھوں کی کمائی اور اپنے ہوش و تدبر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن چشمِ بینا ان کے انجام کو دیکھتی اور انسانی قلوب عبرت حاصل کرتے ہیں۔ آہ! جیل کی کوٹھڑی میں بھی بھٹو کو نماز اور مناجات کی توفیق نہ ملی۔" [۴۲]

محدث

بھٹو دور میں جماعتِ اسلامی کے رکنِ قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا۔ اس پر ماہنامہ "محدث" نے لکھا۔

"ڈیرہ غازی خان سے قومی اسمبلی کے ممبر اور جماعت اسلامی کے رہنما ڈاکٹر نذیر احمد کو کسی بدنصیب اور شقی القلب نے شہید کروا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں مقامی پولیس اور حکومت نے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے، اس سے عوام کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔" [۴۳]

شملہ معاہدے پر ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے "محدث" نے لکھا۔

"ہمارے بنیادی مسائل جنگی قیدیوں کی رہائی، مسئلہ کشمیر اور مشرقی پاکستان میں بھارتی جارحیت کے خلاف احتجاج تھا۔ مگر ان تین اہم مسائل میں سے دو کو یوں کا توں حل طلب چھوڑ کر، اور واپس آ کر اس معاہدے پر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ آہ! ہزار سال تک لڑنے والا چار سال صدر مملکت رہ کر ... ماہ بھی "خواب وصال" کا انتظار نہ کر سکا۔" [۴۴]

بھٹو دورِ حکومت میں سیاست و صحافت سے تعلق رکھنے والے افراد کی گرفتاریوں پر "محدث" نے لکھا۔

" آج کل گرفتاریوں کا موسم ہے۔ الزامات کے شگوفے کھل رہے ہیں۔ چمنِ زنداں میں بہار آئی ہے۔ میاں طفیل محمد، صلاح الدین، الطاف گوہر، اسعد گیلانی اور ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رونقِ زنداں ہیں۔ مجیب الرحمٰن شامی نے اعلان کیا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر محبِ وطن کو جیل بھیج دیا جائے۔ سو ہم سوئے زنداں رواں دواں رہیں گے اور وہی کریں گے جو محمد صلاح الدین، الطاف گوہر اور زیڈ اے سلہری کرتے رہے ہیں، جو محبانِ وطن اور جاں نثارانِ اسلام کا شیوہ ہے۔" [۴۵]

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

گرفتاریوں اور پابندیوں کے حوالے سے ہفت روزہ "الاعتصام" کا اداریہ نگار رقم طراز ہے۔

" الطاف حسن قریشی، مجیب الرحمٰن شامی کو ایک ایک لاکھ روپے جرمانہ اور ایک سال قید بامشقت اور ان کے پرنٹر و پبلشر اعجاز حسن قریشی کو دو لاکھ روپے جرمانہ اور دو سال قید، پنجاب پنچ کے ایڈیٹر حسین نقی اور مظفر قادر کو ایک سال قید بامشقت اور دو دو لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی ہے۔ ان صحافیوں کی گرفتاری سے لے کر سزاؤں تک ساری کارروائی جس انداز سے کی گئی ہے، وہ جمہوری اقدار و روایات اور عدل و انصاف سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی، اور ان کو کھلی عدالت میں پیش کرنے کی بجائے مارشل لاء کے تحت فوجی عدالتوں کے سپرد کیا گیا۔" [۴۶]

عبوری آئین کے نفاذ پر "الاعتصام" نے لکھا۔

" موجودہ عبوری آئین کے تحت پاکستان نہ تو اسلامی مملکت کہلا سکتا ہے اور نہ ہی لادینی سلطنت۔ عوام کے بنیادی حقوق بھی معطل کر دیے گئے ہیں۔ یہ تو آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والا معاملہ ہے۔" [۴۷]

روپے کی قیمت میں غیر معمولی کمی پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے "الاعتصام" نے لکھا ۔

"اس فیصلے کے برے اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں صنعتی امن جلد بحال ہو تاکہ صنعت کا پہیہ از سر نو حرکت میں آسکے اور پیداوار بحال ہو، ملکی مصنوعات کا معیار بلند ہو، اس کے بغیر ہم اپنی مصنوعات زیادہ سے زیادہ برآمد نہیں کر سکیں گے، جو کرنسی میں غیر معمولی کمی کے بعد انتہائی ضروری ہے۔" [۴۸]

الاعتصام نے رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد کے قتل پر احتجاج کرتے ہوئے لکھا ۔

"پنجاب سے جماعت اسلامی کے رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد کو جس بیدردی اور سنگدلانہ انداز سے گولی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس پر پورے ملک بالخصوص حزب اختلاف کو اضطراب آشنا کر دیا ہے۔ یہ بات اگرچہ ابھی تک پردۂ اخفا میں ہے کہ اس بے لوث اور غم گسار انسانیت شخص کو قتل کرنے کا سبب کیا ہے۔ تاہم قرائن اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس کی وجوہ ذاتی یا کاروباری نہیں، خالص سیاسی ہیں۔" [۴۹]

قومی بجٹ میں دفاع کے لیے کم رقم مختص کرنے پر الاعتصام نے لکھا ۔

"عوامی بجٹ میں دفاعی اور فوجی بجٹ میں اضافے کی بجائے کمی سخت تشویشناک اور ملک کی سلامتی کے لیے سخت خطرناک ہے۔ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ دفاعی بجٹ میں مناسب حد تک اضافہ کیا جائے۔" [۵۰]

"الاعتصام" نے شملہ معاہدے پر مختلف سیاسی رہنماؤں کے ردعمل کو اس طرح نمایاں کیا ہے ۔

"بھٹو نے شملہ میں دستاویز امن نہیں دستاویز شکست پر دستخط کیے ہیں" (ملک غلام جیلانی)

"پاکستان بساط سیاست پر پوری طرح بازی ہار گیا ہے، کیونکہ یہ سمجھوتہ سراسر بھارت کے حق میں ہے۔" (حامد سرفراز) ۔" [۵۱]

پیپلز پارٹی کے رہنما معراج محمد خاں کے بیان پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"بھٹو حکومت کے مرکزی وزیر معراج محمد خاں نے اخباری بیان میں کہا ہے کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے، جب تک سہگل، داؤد اور آدم جی کے کارخانے چھین کر عوام کو نہیں دے دیں گے، اور یہ مولوی جو جھاڑیوں کی طرح داڑھیاں رکھ کر آجاتے ہیں، ان کی ایسی تیسی، یہ جھاڑی والے ملک کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔

پیپلز پارٹی کے اصاغر و اکابر کے دلوں میں اسلام اور حاملینِ اسلام کے خلاف جو جذباتِ بغض بھرے ہوئے ہیں، وہ آہستہ آہستہ منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔" [۵۲]

بھٹو حکومت کی جانب سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافے پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"یہ موجودہ عوامی حکومت کا شاندار کارنامہ ہے کہ روزمرہ استعمال کی اشیائے خورد و نوش میں سائٹھ فیصد تک ہوشربا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ عوام کے غم میں آنسو بہانے والی حکومت کے قول و عمل میں تضاد صاف دیکھا جا سکتا ہے۔" [۵۳]

۱۹۷۳ء کے آئین کی منظوری کے حوالے سے "الاعتصام" نے لکھا۔

"پیپلز پارٹی نے اپنے انتخابی منشور میں اس بات کا دعویٰ اور وعدہ کیا تھا کہ وہ برسرِ اقتدار آ کر عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کریں گے۔ لیکن اب جبکہ ۱۹۷۳ء میں آئین کی منظوری کا مرحلہ آیا ہے تو اس آئین میں روٹی، کپڑے اور مکان کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی۔ قومی زبان اُردو کے نفاذ کو ۱۵ سال کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ البتہ صوبائی خود مختاری کے مسئلہ کو آئینی طور پر حل کرنا خوش آئند امر ہے۔" [۵۴]

ملکی بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے "الاعتصام" نے لکھا ــــ

"نئے قومی بجٹ کے دو خطرناک پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے دفاعی

بجٹ میں سرے سے کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس غیر ترقیاتی اور سرکاری اخراجات میں دوگنا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اُم الخبائث شراب پر بھی پابندی عائد نہیں کی گئی۔" ۵۵

بھٹو حکومت کی جانب سے ۱۹۷۳ء کے آئین کو اسلامی جمہوری اور وفاقی قرار دینے پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"حکومت کی جانب سے آئین کے اسلامی اور جمہوری ہونے کا دعویٰ نہ جانے کس بنیاد پر کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ملک میں جمہوری اقدار و روایات کا سرے سے کوئی احترام نہیں کیا جا رہا، اور نہ ہی اسلام کا کچھ پاس لحاظ کیا جا رہا ہے۔ ہر اہم جگہ پر دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے۔ اظہار رائے کی آزادی ناپید ہو چکی ہے۔ بیشتر اخبارات حکومتی نیشنل پریس ٹرسٹ کی ملکیت ہیں۔" ۵۶

دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کی خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے "الاعتصام" نے لکھا۔

"روزنامہ "امروز" ۱۹ جنوری ۱۹۷۵ء میں باوثوق ذرائع کے حوالے سے تمام مدارس دینیہ کو قومی تحویل میں لینے کے سلسلے میں خبر شائع ہوئی ہے۔ ہم حکومت سے عرض کریں گے کہ اگر حکومت نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا تو مذکورہ خبر کی تردید کرے، اور اگر اس انداز کا فیصلہ کیا ہے تو اس کو فوراً منسوخ کر دے۔ علماء کرام دینی مدارس کو کسی صورت میں سرکاری تحویل میں نہیں جانے دیں گے۔ کیونکہ اوّل تو اس کی پشت میں کارفرما مقاصد بڑے خطرناک ہیں۔ ثانیاً اس سے آزادیٔ ضمیر اور حق گوئی کی روایات ختم ہو جائیں گی۔" ۵۷

عوام پر نت نئے ٹیکس عائد کیے جانے پر "الاعتصام" نے بطور احتجاج لکھا۔

"ملک کا دیوالیہ تو موجودہ حکومت کی شاہ خرچیاں اور عیاشیاں کر رہی ہیں۔ اگر آپ عوام کی بنیادی اشیائے صرف میں اضافہ کر کے اپنی آمدنی اور وسائل میں کمی اور اضافہ کر بھی لیں گے تو اس کا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جب تک آپ اپنے شاہانہ اخراجات، سیاسی

اللّے تللّے اور پُر تکلف زندگی ترک کرکے سادگی و ایثار کا راستہ اختیار نہیں کریں گے"۔ ۵۸ے

حکومت کی قائم کردہ اسلامی مشاورتی کونسل نے جو سفارشات تیار کی تھیں ان کے متعلق الاعتصام نے لکھا۔

" اسلامی مشاورتی کونسل کی سفارشات کے مطابق ۔

۱۔ سود مکمل طور پر ختم کیا جائے۔ ۲۔ زکوٰۃ کا نظام قائم کیا جائے۔ ۳۔ نظام تعلیم کو اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ ۴۔ فریضۂ تبلیغ حکومت اپنے ذمے لے۔ ۵۔ ریڈیو، ٹی وی پر اذان نشر ہو۔ ۶۔ عربی کی لازمی تدریس اور دینیات کی تدوین، سرکاری ملازمین کی سالانہ خفیہ رپورٹ میں ایک کالم اسلامی شعائر کی پابندی کو شامل کیا جائے۔

۔ کوئی شک نہیں کہ یہ سفارشات اپنی جگہ درست اور انتہائی ضروری ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر عملدرآمد کی کیا صورت ہوگی؟"۔ ۵۹ے

وفاقی وزیر مذہبی امور کے ایک بیان پر "الاعتصام" نے پوچھا ـــ

" مذہبی امور کے وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی کی سربراہی میں ایک قومی سیرت کمیٹی قائم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذہبی امور بس یہی ہیں کہ قرآن کمیٹی۔ رویت ہلال کمیٹی۔ علماء کمیٹی، اسلامی نظریاتی کونسل جیسے ادارے اور کمیٹیاں تشکیل دے دی جائیں اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور ادارہ ثقافتِ اسلامیہ جیسے اداروں کی سرپرستی کر لی جائے؟"۔ ۶۰ے

قومی اسمبلی میں اپوزیشن ارکان کے ساتھ ناروا سلوک پر "الاعتصام" نے لکھا۔

" اپوزیشن ارکان کو زبردستی اٹھا کر اور گھسیٹ گھسیٹ کر ایوان سے نکال دیا گیا۔ اس ہنگامے میں کئی اپوزیشن لیڈر زخمی بھی ہو گئے۔ اس کے بعد حکومت نے چوتھی آئینی ترمیم منظور کر لی، جس کی رو سے ہائی کورٹ صرف ۶۰ دن کیلئے حکمِ امتناعی جاری کر سکے گی۔" ۶۱ے

بھٹو دور کی جمہوری اقدار و روایات کے حوالے سے "الاعتصام" نے لکھا۔

"اس وقت ملک میں جمہوریت کے نام پر فسطائیت کا دور دورہ ہے۔ اگر ملک میں یہی شب و روز رہنے ہیں تو بہتر ہے کہ جمہوریت کی بساط ہی لپیٹ دی جائے، تاکہ دنیا کے سامنے حکومت کا اصل چہرہ تو بے نقاب ہو جائے، اور اگر حکومت فی الواقع جمہوریت کی نشوونما چاہتی ہے تو پھر جمہوری اقدار و روایات کو پنپنے کا موقع دیا جائے۔" [۶۲]

عوام کو پکی پکائی روٹی حکومت کی جانب سے فراہم کیے جانے پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"لاہور میں مائیکاس لمیٹڈ کے زیر اہتمام عوام کو پکی پکائی روٹی فراہم کرنی شروع کر دی گئی ہے۔ واقعات و شواہد کی بنا پر یہ خدشہ بے جا نہیں کہ روٹیاں پکانا حکومت کے لیے خسارے کا سودا ہے۔ عنقریب جب روٹی گھر قائم ہو جائیں گے اور لوگ مائیکاس کے پیک کیے ہوئے کھانوں کے عادی ہو جائیں گے تو یہ قلعی ضرور کھلے گی اور وہ وقت آنے والا ہے، جب روٹی گھروں پر خرچ کی جانے والی امدادی رقوم کے نام پر بھی ضروریاتِ زندگی کی قیمتیں بڑھائی جایا کریں گی۔" [۶۳]

حکومت کے زیر اہتمام چلنے والے اداروں کی حالتِ زار کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

"بھٹو حکومت نے بلا سوچے سمجھے بڑے بڑے صنعتی اداروں کو حکومتی تحویل میں لے کر ان تمام اداروں کا انتظام و انصرام ایسے افراد کے حوالے کر دیا، جنہیں اس قسم کے ادارے چلانے کا سرے سے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انتظامیہ کی ناتجربہ کاری اور ملازمین کی بھرمار اور کام چوری نے انتہائی اہمیت کے حامل صنعتی اداروں کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ خود کفیل اور منافع بخش ادارے مسلسل خسارے سے دوچار ہو چکے ہیں، اب حکومت کو ملازمین کی تنخواہیں بھی سرکاری خزانے سے ادا کرنا پڑیں گی۔" [۶۴]

بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے والی مارشل لاء حکومت سے "الاعتصام" نے مطالبہ کیا۔

"پوری قوم یک زبان مطالبہ کررہی ہے کہ ظالم و خونخوار بھٹو کا سختی سے مواخذہ و محاسبہ کیا جائے۔ تاکہ اس غریب نواز بھٹو کا اصل چہرہ عوام کے سامنے آسکے۔ موجودہ عبوری حکومت کے پاس یقیناً سارا مواد ہوگا، اس لیے اس قومی مطالبے کی ہمنوائی کرتے ہوئے ہم مارشل لاء حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ انصاف کے تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مسٹر بھٹو کا بلاتاخیر محاسبہ کرے۔" ۶۵ے

ذوالفقار علی بھٹو کو مقدمۂ قتل میں سزائے موت پر عملدرآمد کے بعد "الاعتصام" نے لکھا۔

"پاکستانی سیاست کے ڈرامہ باز لیڈر مسٹر بھٹو بالآخر تختۂ دار پر لٹکا دیے گئے۔ یوں وہ دونوں لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن اور بھٹو اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ گئے، جنہوں نے اقتدار کی خاطر پاکستان کو دولخت کیا، اور ہزاروں عوام کو خاک و خون میں تڑپایا۔" ۶۶ے

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے مجوزہ آئین کی تیاری کے حوالے سے لکھا۔

"یہ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ وہ مملکت جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آئی۔ اسلام ہی کے ضابطے سے محروم رہی۔ عوامی حکومت بھی اب آئین سازی کے لیے راہ ہموار کررہی ہے۔ ہمارے خیال میں حکومت کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کو دستور کی بنیاد بنائیں۔" ۶۷ے

ڈاکٹر نذیر احمد کے سانحہ قتل کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"اس قتل کے پیچھے سیاسی ہاتھ کارفرما ہے۔ جو ملک کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ سیاسی مخالفین کو اس طرح راستے سے ہٹانے کا سلسلہ چل نکلا تو پھر کسی بھی سیاسی لیڈر کی جان محفوظ نہیں رہے گی۔" ۶۸ے

مسئلہ بنگلہ دیش کے سلسلہ میں "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"ہماری حکومت کئی ماہ سے مضطرب ہے کہ کسی طرح نام نہاد بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا جائے ۔ حکومت کو چاہیے کہ اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں پیش کرے اور عوامی نمائندوں کے مشورہ سے صحیح فیصلہ کرے" ۔ ۶۹؎

مہنگائی کے حوالے سے "اہل حدیث" کا اداریہ نگار رقمطراز ہے ۔

"روٹی، کپڑا اور مکان پیپلز پارٹی کا بنیادی نعرہ تھا ۔ ستم یہ ہے کہ جب سے یہ پارٹی برسرِ اقتدار آئی ہے ضروریاتِ زندگی اس قدر گراں ہو گئی ہیں کہ اس گرانی نے غریبوں کو نانِ شبینہ کا محتاج اور اوسط درجے کے طبقے کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے ۔" ۷۰؎

۱۹۷۳ء کے متفقہ دستور کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک عرصہ کے بعد قوم کو مستقل آئین میسر آیا ۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف، دونوں کی کوششیں قابلِ قدر ہیں ۔ تھوڑی مدت میں دستوری جدوجہد کی کامیابی بڑی حد تک متحدہ محاذ ہی کی مرہونِ منت ہے ۔" ۷۱؎

ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی پر وزیرِاعظم بھٹو کے بیان کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے لکھا ۔

"ہمارے وزیرِاعظم بے حد ذہین آدمی ہیں ۔ یہ ذہانت ہی تو تھی کہ روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کیے، اور اب تینوں چیزوں سمیت تمام اشیا لوگوں کی دسترس سے باہر ہو گئیں تو صاف فرما دیا کہ حالات ہمارے قابو میں نہیں ہیں ۔ مہنگائی ایک بین الاقوامی عمل ہے ۔ ہم اس میں کچھ نہیں کر سکتے ۔ اپنی بے تحاشہ ذہانت کی بدولت اس سے بھی صرفِ نظر کر لیا گیا کہ بین الاقوامی طور پر قیمتوں میں دس فی صد اضافہ ہوا ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں پاکستان میں یہ اضافہ تین سو فی صد سے بھی زیادہ ہے ۔" ۷۲؎

مہنگائی ہی کے حوالے سے "اہل حدیث" نے مزید لکھا۔

"مہنگائی سے نچلا طبقہ پس رہا ہے۔ اس میں وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کی غلط پالیسیوں اور ناکام منصوبہ بندیوں کو بڑا دخل حاصل ہے۔ روپے کی قیمت میں فی الفور بہت زیادہ کمی نے قیمتوں کو آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اقتصادی بحران پر قابو پانے کے لیے فوری اقدامات کرے۔"[43]

بلوچستان سے سرداری نظام کے خاتمے پر حکومتی اقدام کو سراہتے ہوئے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"کوئٹہ میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم بھٹو نے ملک بھر میں سرداری نظام کے خاتمے کا اعلان کیا ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی صدر پاکستان نے سرداری نظام کے خاتمے کا آرڈی ننس جاری کر دیا ہے۔ بھٹو حکومت کا یہ اہم ترین کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔"[44]

قومی اسمبلی میں اپوزیشن کے ساتھ حکومتی رویّہ کی مذمت کرتے ہوئے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"آئین میں چوتھی ترمیم کی زبردستی منظوری کے موقع پر حزبِ اختلاف کے رہنماؤں کے ساتھ جو غیر مناسب اور اخلاق سے بعید سلوک کیا گیا اور مولانا مفتی محمود سمیت ان سب رہنماؤں کو ایف ایس ایف نے کسی کو گھسیٹ کر اور کسی کو اٹھا کر اسمبلی سے باہر پہنچایا۔ اس پر ملک بھر میں احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔"[45]

۱۹۷۷ء کے انتخابات کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"۷ مارچ کو قومی اسمبلی کے انتخابات میں جو ہوا، پوری دنیا اس سے آگاہ ہے۔ عوام کا فیصلہ کمید اور مقاصد کو تبدیل کرنے کے لیے ۷ مارچ کو وہ گھناؤنا کھیل کھیلا گیا۔ جس کے تصور سے جمہوریت کی روح لرزہ براندام اور اس کی تعریف کرنے والے عرقِ ندامت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"[46]

انتخابی دھاندلیوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو وزیر اعظم بھٹو نے مسئلہ کے حل کے لیے اپوزیشن رہنماؤں کو ریفرنڈم کروانے کی تجویز پیش کی، اس سلسلہ میں "اہل حدیث" نے لکھا۔

"بھٹو نے پاکستان قومی اتحاد کو تجویز دی ہے کہ موجودہ بحران کا حل ریفرنڈم کے ذریعے نکالا جائے کہ قوم دوبارہ انتخابات چاہتی ہے یا نہیں؟ حزبِ اختلاف نے بھٹو کی اس تجویز کو مسترد کر دیا ہے اور ایک بار پھر مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے عہدے سے دستبردار ہو جائیں۔"[77]

مارشل لاء حکومت نے بھٹو حکومت کا تختہ اُلٹنے کے بعد بھٹو کے خلاف عدالتی فیصلہ پر عملدرآمد نہیں کیا تھا کہ کچھ ممالک کے سربراہوں کے پیغامات فوجی حکومت کے سربراہ کو ملے، ان پر ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"کچھ ممالک کے سربراہوں کی اپیلیں آئی تھیں کہ بھٹو کی سزا میں کمی کر دی جائے۔ اس ضمن میں جنرل ضیاءالحق نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ "عدلیہ پوری طرح آزاد ہے۔ حکومت کی طرف سے دباؤ ڈالنے کا الزام قطعی غلط ہے۔ اب یہ سپریم کورٹ کا کام ہے کہ ملزموں کو کونسی سزائیں دی جائیں"۔ ہم اپنے اندرونی اور بیرونی بہی خواہوں سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ پاکستان میں عدل و انصاف کی مشینری کو اسلام کی اعلیٰ روایات کے مطابق کام کرنے دیں۔"[78]

پیام عمل (لاہور)

"پیام عمل" نے سیاسی امور کو اپنے صفحات پر بہت کم جگہ دی ہے۔ اس لیے بھٹو دورِ حکومت کے متعلق بھی بہت کم اظہار رائے کیا ہے۔ شملہ کانفرنس کے سلسلہ میں "پیام عمل" نے لکھا۔

"اگر بھارت نے شملہ کانفرنس کے موقع پر خلوص سے کام لیا تو اسے پاکستان کے بنیادی حقوق و مفادات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا، اور انہی بنیادی حقوق، مفادات کا لحاظ، آبرو مندانہ صلح کی پہلی شرط ہے۔ اللہ کرے کہ یہ کانفرنس پاکستان کے مفادات و مقاصد کے لیے مفید ثابت ہو۔"[79]

۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے خلاف دھاندلیوں کا الزام لگا کر پاکستان قومی اتحاد نے تحریک چلائی تو ہر آنے والا دن اس کی مقبولیت کا دن ثابت ہو رہا تھا۔ ایسے میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے پی این اے کے اسلامی نظام کے حوالے سے مطالبات کے پیش نظر اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا، لیکن پی این اے نے اسے سیاسی سٹنٹ قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ جس پر بھٹو نے الزام لگایا کہ پی این اے ''اسلام کے لیے نہیں امریکی مفادات کے لیے تحریک چلا رہی ہے۔ اس صورتِ حال کے متعلق "پیامِ عمل" نے لکھا۔

"وزیر اعظم بھٹو کی جانب سے اس انکشاف نے عوام کو چونکا دیا ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کو بیرونی طاقت ڈالر مہیا کر رہی ہے، تاکہ تحریک جاری رکھی جا سکے۔ حالانکہ بھٹو نے پی این اے کے اسلامی نظام کے حوالے سے مطالبات تسلیم کرتے ہوئے آج سے دس روز قبل نفاذِ شریعت کا اعلان کر دیا ہے۔ اس لیے اپوزیشن کو اب اپنی تحریک ختم کر دینی چاہیے۔" [۸۰]

رضاکار لاہور

ہفت روزہ "رضاکار" نے بھٹو دورِ حکومت کے حوالے سے اپنے صفحات پر حمایت یا مخالفت میں لکھنے سے صرفِ نظر کیا ہے۔ "رضاکار" انقلابِ ایران ۱۹۷۹ء سے قبل سیاسی مسائل و معاملات کو زیر بحث لانے کی بجائے زیادہ تر اہل تشیع کے حقوق و مطالبات کو نمایاں کرنے میں مصروف رہا۔ اس لیے ملکی سیاسی حالات و واقعات کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ بھٹو دورِ حکومت کے دوران "رضاکار" کی مجلسِ ادارت نے پرچے کے عمومی مزاج کے مطابق اہل تشیع سے متعلقہ خبروں اور واقعات ہی کو شاملِ اشاعت کیا۔ اسی لیے یہاں بھٹو دور کے متعلق کوئی اقتباس شامل نہیں کیا جا سکا۔

البتہ آئندہ باب میں، دینی رسائل کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی کردار کے حوالے سے بتیس سالہ دور کے متعلق ہفت روزہ "رضاکار" کی آراء تبصرے اور اقتباسات شامل ہوں گے۔

ترجمان القرآن

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد جب ذوالفقار علی بھٹو نے باقی ماندہ پاکستان کی زمام کار سنبھالی تو اس موقع پر ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"ذوالفقار علی بھٹو نے جن نامساعد حالات میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ جب پاکستان کا نصف حصّہ اس سے الگ ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت جسے اسلام کا حصار سمجھا جاتا تھا، اس کی دنیا بھر میں رسوائی ہوئی ہے۔ ملک کا جو حصّہ بچ گیا ہے۔ اس کی حالت بھی شکستہ کشتی کے ان ٹوٹے ہوئے تختوں سے کسی طرح بھی بہتر نہیں، جو تلاطم خیز موجوں میں ہچکولے کھاتے پھر رہے ہوں"۔[۸۱]

"ترجمان القرآن" نے حکمرانوں کی اصلاح احوال کے لیے لکھا۔

"تاریخ کے اس نازک مرحلہ پر جماعت اسلامی، پوری قوم اور اس کے اربابِ اختیار کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ ملک کے ایک بڑے حصّے کی علیحدگی اور ملک گیر انتشار کے اصل وجوہ کا جائزہ لیں، اور ان کے مہیب نتائج کے آئینہ میں اس حقیقت کو اب بچشمِ سر دیکھ لیں کہ منافقت کی روش اور خدا کے دین سے عملی بغاوت نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کو کس حشر سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد بھی اگر اصلاحِ احوال اور رجوع الی اللہ کی روش اختیار نہ کی گئی تو پھر جو کچھ بچا رہ گیا ہے، اس کا انجام اس سے زیادہ ہولناک ہو گا۔ ان حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور اصلاحِ احوال کے لیے عملی اقدامات کریں۔"[۸۲]

بھٹو حکومت کی جانب سے جمہوری کی بجائے فسطائی اقدامات کرنے پر "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"موجودہ حکومت جمہوریت کے سارے بلند بانگ دعووں کے باوجود اس راہ پر گامزن ہے، جسے کسی بھی صورت میں جمہوریت کی راہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ صحیح طور پر فسطائیت کی راہ کہا جا سکتا ہے۔ حکومت کا مزاج، اس کا طرزِ عمل، قومی مسائل کو حل کرنے کے طریقے، یہ سب اس بات کی دہائی دے رہے ہیں کہ حکومت نخلِ جمہوریت کو بارآور ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتی، بلکہ فسطائیت کو پروان چڑھانے کا عزم رکھتی ہے۔

اقتدار کے آمرانہ مزاج کی شہادت میں یوں تو کئی ایک مثالیں دی جا سکتی ہیں، لیکن اس نے جو ظالمانہ سلوک "اردو ڈائجسٹ" "زندگی" اور "پنجاب پنچ" کے مدیروں اور ناشروں سے کیا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے اس کی جمہوریت پسندی کا سارا پول کھل جاتا ہے۔"[۸۳]

حکومتی اصلاحات پر تبصرہ کرتے ہوئے "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"اجتماعی زندگی کے اہم شعبوں میں اصلاحات کے نام پر بعض ایسی تبدیلیاں کی گئی ہیں، جس نے اجتماعی زندگی کے توازن کو بالکل تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان اصلاحات کے ذریعے فسطائیت کے لیے حالات کو سازگار بنایا جائے۔"[۸۴]

اسی حوالے سے "ترجمان القرآن" مزید لکھتا ہے۔

"حکمران اپنی جن اصلاحات کو سب سے بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں، وہ تین ہیں۔ زرعی اصلاحات، صنعتی اصلاحات اور تعلیمی اصلاحات۔ زرعی اصلاحات سے ملک میں کوئی خوش آئند تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ صنعتی اصلاحات کے ذریعے نہ تو ملکی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی بندۂ مزدور کے اوقات کی تلخی ہی کم ہوئی ہے۔ یہی کیفیت تعلیمی اصلاحات کی ہے۔ اس کے نتیجہ میں تعلیمی معیار اور تعلیمی ماحول تباہ ہوا ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں، جنہیں اپنے بچوں کی تعلیم سے دلچسپی ہے۔"[۸۵]

بھٹو حکومت کے تسلطائی عزائم کی نشاندہی کرتے ہوئے "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"پیپلز پارٹی کی حکومت اس ملک میں آمریت و تسلطائیت مسلط کرنے کے لیے کس قدر بے تاب ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دستور کے ذریعے عام شہریوں کے سر پر یہ تلوار معلق کر دی گئی ہے کہ اُن کی جائیداد ہر وقت بحق سرکار ضبط کی جا سکتی ہے۔ ہم حکمران پارٹی سے بصد خلوص کہیں گے کہ وہ نشۂ اقتدار میں بدمست ہونے کی بجائے اسلام اور جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کریں"۔ ۸۶؎

حکومت کے آمرانہ رویوں کی نشاندہی کرتے ہوئے "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"آمریت، درحقیقت کسی انسان کے دل میں خدا بننے کی دبی ہوئی آرزو کا عملی اظہار ہے"۔ ۸۷؎

بھٹو حکومت اور اسلام کا استعمال کے حوالے سے "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"ہمارے ملک کے حکمرانوں کی یہ ریت رہی ہے کہ عمل کی دنیا میں خواہ انہیں اسلام سے کتنی ہی کد ہو، لیکن زبان کی حد تک خصوصاً جب انہیں عوام کے جذبات سے کھیلنا مقصود ہو، اسلام کے بڑے شیدائی بنتے ہیں۔ اسلام کی حیثیت ان کے نزدیک ایک دلفریب نعرے کی سی ہے۔ جسے بلند کر کے وہ عوام میں مقبولیت حاصل کرتے ہیں اور پھر انہیں فریب دے کر تختِ اقتدار پر فائز ہوتے ہیں۔ جب اُن کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولنے لگتا ہے تو پھر اسلام کا وظیفہ پڑھ کر اپنے اقتدار کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں"۔ ۸۸؎

بھٹو دورِ حکومت کے خاتمے پر "ترجمان القرآن" نے یوں تبصرہ کیا۔

"نشۂ اقتدار میں بدمست، مضبوط کرسی کے مالک، غریبوں کسانوں اور مزدوروں کی محبت کا دم بھرنے والے، برِاعظم ایشیا کی قیادت اور تیسری دنیا کی رہنمائی کے دعویدار مسٹر بھٹو، بہ حسرت تمام یکایک شاہانہ اختیارات سے محروم ہو گئے۔ اُن کے اقتدار سے علیحدگی حسرت ناک بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔ افسوس کہ وہ اپنی نبض شناسی کے دعوے کے باوجود عوامی تحریک کے تقاضوں کا احساس

کرنے سے قاصر رہتے اور عوام کی خواہشات کے علی الرغم تسلطانی طرزِ عمل اختیار کیا، جس سے بالآخر انہیں مسندِ اقتدار چھوڑنی پڑی۔" ۸۹؎

بھٹو دورِ حکومت کے متعلق "ترجمان القرآن" نے مزید لکھا۔

"بھٹو کے عہدِ اقتدار میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ پاکستان کے اقتدار پر انسان نہیں بلکہ انسان نما بھیڑیئے قابض تھے۔ جنہیں انسانی خون کی چاٹ لگی ہوئی تھی۔ سفاکی اُن کا محبوب مشغلہ تھا، اور قتل و غارت گری اُن کا دل پسند پیشہ، وہ پاکباز عورتوں کی ردائے عصمت تار تار کرنے کو اپنا کمال سمجھتے تھے اور دھوکہ، فریب، غبن، ظلم و ناانصافی جیسے جرائم کا ارتکاب گویا ان کی فطرت میں شامل تھا۔" ۹۰؎

میثاق

ماہنامہ "میثاق" کے صفحات پر بھٹو دورِ حکومت کے متعلق بہت کم تحریریں شائع ہوئی تھیں، ان میں سے ایک تحریر بھٹو دورِ حکومت کے خاتمے کے متعلق ہے۔ مدیر "میثاق" لکھتے ہیں۔

"۵ر جولائی تک حکومت اور اپوزیشن میں مفاہمت کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ ملک پر خانہ جنگی کے بادل سر پر منڈلانے لگے تھے اور روشنی کی ہر کرن معدوم نظر آنے لگی تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی اور ایسے حالات پیدا فرمائے کہ بھٹو حکومت ہی ختم ہوگئی اور ملک کی مسموم فضا یک لخت کافور ہوگئی، اور امن و امان کے سورج کی تابانیاں نظر آنے لگیں، اور ساتھ ہی ساتھ ملک کے نظم و نسق میں چند خوشگوار تبدیلیوں کا آغاز ہوگیا اور ایسے اقدامات بھی یکے بعد دیگرے عمل میں آئے جنہوں نے لاقانونیت، معصیت، فسق و فجور اور فحاشی و عریانی کے سیلاب کے آگے فی الوقت ایک بند کا کام انجام دیا ہے۔" ۹۱؎

ماہنامہ "فیض الاسلام" نے بھٹو دورِ حکومت کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ شاید اس لیے کہ پرچے کا عمومی مزاج سیاسی کی بجائے سماجی اور رفاہی ہے۔ "فیض الاسلام" نے بھٹو حکومت کے متعلق اپنے ایک اداریے میں لکھا۔

"حکمران پارٹی کے افراد اپنی حرکات سے پارٹی کو رسوا کر رہے ہیں۔ شراب عام ہو رہی ہے، اور اس میں دلیل یہ ہے کہ شراب پر پابندی سے حکومت کو لاکھوں روپے ٹیکس کا نقصان ہوگا، اور اس کی دکانوں کو ختم کرنے سے بے شمار افراد بے روزگار ہو جائیں گے۔ لہٰذا یہ برائیاں جاری رہنا چاہیں۔ اخلاق و کردار کی تباہی ہوتی رہے، صحت تباہ ہوتی رہے، لیکن ہماری حکومت کو چند لاکھ روپے آمدن ان تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔" [۹۲]

ملک میں تخریب و تباہی کے حوالے سے "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"بے شک ملک میں تخریب و تباہی کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں، جو ملک پر مسلط کر دیئے گئے ہیں، اور یہ سب کچھ عوام کا اپنا کیا دھرا ہے۔" [۹۳]

بھٹو دورِ حکومت کے متعلق تحقیقی مقالہ کے لیے منتخب دینی رسائل نے مثبت یا منفی کیا ردِعمل ظاہر کیا، اس کی ایک جھلک گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہے۔ آئندہ صفحات پر ضیاء الحق دور کے متعلق دینی رسائل کا مؤقف پیش کیا جا رہا ہے۔

ضیاء الحق دورِ حکومت

عرفات

ماہنامہ "عرفات" لاہور کے سرپرست و مدیرِ اعلیٰ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کا ملک کے دینی و سیاسی حلقوں میں بڑا نام ہے۔ لیکن شاید اپنی دینی اور سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ "عرفات" کو زیادہ وقت نہیں دے پائے۔ جس کی وجہ سے کئی اہم اور ملّی واقعات پر "عرفات" کا موقف سامنے نہ آنے پر خامی تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ تحریکِ ختمِ نبوت، نیشنلائزیشن کا عمل، تحریکِ نظامِ مصطفےٰ، بھٹو حکومت کا خاتمہ، ضیاء مارشل کا نفاذ اور اسلامائزیشن جیسے اہم واقعات پر ماہنامہ "عرفات" نے بہت زیادہ نہیں لکھا۔ نفاذِ اسلام کے حوالے سے ہونے والے ریفرنڈم کے متعلق "عرفات" نے لکھا۔

"مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے ریفرنڈم پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ پاکستان ایک کلمے کے لیے اگر اسلام سے جُدا کر دیا جائے تو اس کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں اسلام کو پسند یا ناپسند کا سوال بنانا پاکستان کی بنیاد اکھیڑنے اور وطنِ عزیز کی روح نکالنے کے مترادف ہے۔ صدر ضیاء الحق کے ریفرنڈم کرانے کے اعلان سے اسلام دشمن افراد کو خوشی ہوئی ہے، اور ہر محبِ وطن پاکستانی کو صدمہ پہنچا ہے۔ صدر جنرل ضیاء الحق سے درخواست ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں مسلسل اعلانات اور وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کی طرف توجہ دیں اور عوام و خواص کے لیے نئے مسائل اور الجھنیں پیدا کرنے سے گریز کریں۔" ۹۴

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے جنرل محمد ضیاء الحق کے مارشل لاء کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا۔

"پاکستان کا مستقبل کا مؤرخ جب پاکستان کی تاریخ مرتب کرے گا تو جنرل محمد ضیاء الحق کا نام سنہری حروف سے لکھے گا۔ انہوں نے ایک جرأت مندانہ اقدام کرکے ملک کو خانہ جنگی سے بچا لیا۔ انہوں نے اب تک جتنی بھی تقریریں کی ہیں ان کی ہر تقریر کا ہر جملہ قوم کے لیے حیات بخش پیغام کا حامل ہے۔ انہوں نے قلیل عرصے میں ایک مومن حکمران کی خصوصیات کا جس خوب صورتی سے مظاہرہ کیا ہے، اس نے پاکستانی عوام کے دل جیت لیے ہیں۔" [95]

"ضیائے حرم" نے جنرل ضیاء الحق کی جانب سے عام انتخابات کے التواء کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا۔

"جب حالات انتہائی سنگین ہو گئے تو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کو دل پر پتھر رکھ کر انتخابات کے التواء کا اعلان کرنا پڑا۔ انہوں نے انتخابات کے التواء کا اعلان کرکے فتنہ بازوں کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا اور ان کی سازشوں کو ناکام کرکے ملک کو بچا لیا ہے۔" [96]

ایک سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد بھی اسلامی نظام کی جانب واضح پیش رفت نہ ہوئی تو ماہنامہ "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"خدا لگتی کہیے کہ گذشتہ تیرہ ۱۳ ماہ میں کوئی خوش آئند تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ ہاں ایک تبدیلی ضرور رونما ہوئی ہے کہ پے در پے ایسے واقعات رونما پذیر ہونے لگے ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کے بارے میں اب جنرل صاحب کا جوش و خروش ماند پڑتا جا رہا ہے۔ اب اُن کے گرد ایسے لوگوں نے حلقہ بنالیا ہے، جو انہیں اسلام مخالف سمت لے جانے کی کوششوں میں معروف ہیں۔" [97]

اقوامِ متحدہ میں جنرل محمد ضیاء الحق کی جانب سے عالمِ اسلام کی نمائندگی اور خطاب کا زبردست الفاظ میں خیر مقدم کرتے ہوئے "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" UNO کی پیاسی اور اداس فضاؤں میں پہلی بار آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور صدائے حق اپنی پوری شانِ دلنوازی کے ساتھ گونجی۔ عالم تمام تک پہلی بار اسلام کی آفاقی دعوت اور پیغام پہنچانے کی سعادت جنرل محمد ضیاء الحق کو ہوئی۔ یہ اعزاز بے بہا پاکستان کو حاصل ہوا کہ اس کے حکمرانِ وقت نے دنیا بھر کو اسلام کے پیغامِ لافانی سے روشناس کرایا۔" [98]

اسلامائزیشن کی سست رفتار پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"صدرِ مملکت کی مصروفیات بے اندازہ ہیں۔ ان کے راستے میں مشکلات کے پہاڑ سینہ تانے کھڑے ہیں، نفاذِ اسلام کے بارے میں ان کی نیت پر کسی بداندیش کو بھی شک شبہے کی گنجائش نہیں۔ اس کے باوجود ہم یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ نفاذِ اسلام اور اصلاحِ احوال کی رفتار اتنی سست بھی نہیں ہونی چاہیے کہ لوگ مایوسی کا شکار ہو جائیں۔" [99]

جنرل ضیاء الحق کے اقتدار کو چند برس کا عرصہ گذرنے پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" جنرل صاحب کو زمامِ اقتدار سنبھالے ہوئے چھ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ ان کی شخصیت جس طرح پہلے بے داغ تھی، آج بھی بے داغ ہے، اور جس سیاسی بصیرت اور فہمِ خداداد سے انہوں نے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی آزادی کا تحفظ کیا ہے، یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے، جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔" [100]

"ضیائے حرم" نے ریفرنڈم کی حمایت کرتے ہوئے لکھا۔

" ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۴ء کا دن ایک یادگار اور تاریخ ساز دن کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔ جس میں منعقد ہونے والے ریفرنڈم میں امتِ جمہوریہ کی غالب اکثریت نے تمام فتنوں کو زندہ درگور کر دیا، جو

پاکستان کے مستقبل کو ہمیشہ کے لیے اسلام سے منقطع کر کے کفر والحاد سے منسلک کرنے کیلئے کوشاں تھے۔" [101]

صدر ضیاء الحق کا ساتھ دینے کی ضرورت کے حوالے سے "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" ملکی سیاست نے اہم ، سال میں کئی رنگ بدلے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں فسطائی دور کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق نے عنانِ اقتدار سنبھال کر اسلام کے نفاذ کے اقدامات کا آغاز کیا تو ضرورت اس بات کی تھی کہ تمام جماعتیں جنہوں نے بھٹو کے خلاف نظام مصطفےٰ کی تحریک چلائی تھی، جنرل ضیاء الحق سے تعاون کرتے۔ مگر ہوا اس کے برعکس۔ جمعیت علماء پاکستان ہو، جماعت اسلامی ہو، یا جمعیت علماء اسلام، ان سبھی جماعتوں نے ملک میں اسلامائزیشن کے عمل کو تیز کرنے میں جنرل ضیاء الحق کا صحیح معنوں میں ساتھ نہیں دیا۔ ان جماعتوں کو چاہیئے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا خواب شرمندہ کرنے کے لیے جنرل ضیاء الحق سے تعاون کریں۔" [102]

جنرل ضیاء الحق کے فضائی حادثہ میں انتقال پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" ضیاء الحق۔ حق کی ضیاء بن کر گیارہ سال ایک ماہ اور بارہ دن تک اپنے ملک کے افق پر ضیاء پاشیاں کرتا رہا۔ بیواؤں، یتیموں اور معذوروں کا آسرا بنا رہا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے دشمنوں کے لیے فولاد کی دیوار بن کر کھڑا رہا۔

قوم نے جس عقیدت، محبت، سوز و گداز اور وارفتگی سے اپنے محبوب، درویش صفت، عادل، منکسر المزاج، شب زندہ دار، غریب پرور اور یتیم نواز صدر کو الوداع کہی۔ اس کی نظیر دیکھنے کے لیے چشمِ فلک کو صدیوں کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اے شہید ملت! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمتوں کی بارش برساتا رہے۔" [103]

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور نے جنرل محمد ضیاء الحق کے پورے دور میں ضیاء الحق کی حمایت میں بلا جھجک لکھا، اور اس سلسلہ میں کسی قسم کا معذرت خواہانہ رویہ نہیں اپنایا۔ پہلے دن سے لے کر آخری دن تک جنرل ضیاء الحق کا قلمی محاذ پر بھرپور ساتھ دیا۔

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" نے جنرل محمد ضیاء الحق کی جانب سے اقتدار سنبھالنے پر لکھا ۔

" جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک کا نظم و نسق سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی نشری تقریر اور ۱۴ر جولائی کو پہلی پریس کانفرنس میں پاکستان کے قیام و ترقی کے ضمن میں اسلام کی جن بنیادی امور کا ذکر کیا ہے، وہ نہ صرف تاریخی صداقت بلکہ اسلامیان پاکستان کے دل کی آواز تھی ۔ اللہ تعالیٰ کا از حد شکر ہے کہ سوشلزم و اسلامی سوشلزم کے بعد خالص اسلام کی آواز سننے میں آئی ہے ۔" ۱۰۴ے

جنرل ضیاء الحق کے اقتدار کا ایک سال گذرنے پر "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا ۔

" جنرل صاحب، سوشلزم اور غنڈہ ازم کے عوامی دور کے بعد جس طرح مسند اقتدار پر فائز ہوئے ہیں ۔ یہ ان کا تاریخی کارنامہ ہے ۔ انہوں نے جس درد و سوز سے قوم سے خطابات فرمائے ہیں، وہ بھی قابل ستائش ہیں ۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ پورا ایک سال گذرنے کے باوجود پاکستان کا مغرب زدہ معاشرہ جوں کا توں قائم ہے، بلکہ دن بہ دن ترقی و فروغ پا رہا ہے ۔" ۱۰۵ے

چند ماہ کے بعد "رضائے مصطفیٰ" نے اسلامی نظام کی جانب عدم پیش رفت پر لکھا ۔

"سوا سال کا عرصہ گذر چکا ہے ۔ جنرل صاحب کی جانب سے اسلامی نظام حکومت کا کوئی قابل ذکر، ٹھوس اور مؤثر کام شروع نہیں ہو سکا ۔ حالانکہ جتنے اختیارات جنرل صاحب کے پاس ہیں، اتنے اختیارات تو ماضی میں کسی بھی حکمران کے پاس نہیں رہے ۔" ۱۰۶ے

ریفرنڈم کے حوالے سے "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا ۔

۱۹ دسمبر کے ریفرنڈم کے موقع پر مختلف طبقوں کے علاوہ صدر مملکت کے نفاذ اسلام کی یقین دہانی کی بناء

پر علماء و مشائخ نے بھی کثیر تعداد میں صدر کی حمایت کی۔ اور صدر کی حمایت کے لیے اپنے اثر و رسوخ کو بروئے کار لاکر ریفرنڈم کو کامیاب کروایا۔ اب صدر مملکت کا فرض بنتا ہے کہ وہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے اپنے وعدوں کو پورا کریں۔" ۱۰۷ ؎

اوجڑی کیمپ کے سانحہ کے متعلق "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا۔

" یہ سب کچھ اپنے رب سے کیے گئے وعدوں سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ اگر اب بھی ہم باز نہ آئے، اور اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو ہمارا نام بھی نہیں رہے گا داستانوں میں۔" ۱۰۸ ؎

صدر ضیاء الحق کے فضائی حادثہ پر "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا۔

" جب تک تمام مسائل حل نہ ہو جائیں، حکومت کرتا رہوں گا۔" سابق صدر ضیاء الحق کا یہ بیان ۱۴؍اگست کے اخبارات میں نمایاں انداز میں شائع ہوا تھا، اور اس کے چند دن بعد ۱۷؍اگست کو لیارہ کے حادثہ میں مع اپنے رفقاء کے آناً فاناً اس طرح موت کی آغوش میں پہنچ گئے کہ ہر شخص افسوس و تعجب اور حیرت کا اظہار کر رہا ہے۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ضیاء الحق صاحب نے دورانِ اقتدار تسلسل اور کثرت سے زبانی طور پر اسلام کا نام استعمال کیا۔ مگر طویل عرصۂ اقتدار کے باوجود اپنے وعدہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔" ۱۰۹ ؎

ماہنامہ "البلاغ" نے ریفرنڈم میں کامیابی پر جنرل ضیاء الحق کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے لکھا۔

" صدر ضیاء ریفرنڈم کی کامیابی پر بلاشبہ مبارکباد کے مستحق تھے، اور یہ بات ان کے لیے نہایت نیک فال اور موجب سعادت ہے کہ ریفرنڈم میں تمام دینی حلقوں نے کسی تحفظ کے بغیر اُن کی حمایت کی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ صدر ضیاء اسلامی نظام کے لیے عملی اقدامات بھی کریں۔" ۱۱۰ ؎

جنرل ضیاء الحق کے فضائی حادثہ کو عظیم ملی حادثہ قرار دیتے ہوئے "البلاغ" نے لکھا ۔

"صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے اچانک فضائی حادثے میں شہید ہونے کا جو جانکاہ حادثہ پیش آیا ہے، وہ یقیناً پاکستان کی تاریخ کے چند المناک ترین حادثوں میں ایک ہے ۔ جس ماحول میں حکمرانوں کے منہ سے اسلام اور اسلامی شعائر کی باتیں سننے کو کان ترستے تھے، وہاں اس اللہ کے بندے نے شاید دنیا کا کوئی ملک اور زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا، جہاں اسلام کا پیغام نہ پہنچایا ہو ۔ غلطیاں اور کوتاہیاں کس سے نہیں ہوتیں، صدر شہید بھی فرشتہ نہیں تھے، لیکن اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کھلے دل سے اعتراف اور ابرو پر شکن لائے بغیر اپنے اوپر سخت سے سخت تنقید سننے کا حوصلہ شاید ہی کسی اور فرد میں ہو ۔" [111]

ماہنامہ "البلاغ" نے جنرل ضیاء الحق کی اسلامی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ۔

" گزشتہ گیارہ سال میں نفاذ اسلام کے لیے جتنا کام شہید صدر ضیاء الحق نے کیا، وہ اس سے پہلے کے تینتیس برسوں میں بھی نہیں ہوا تھا ۔ ۱۔ شراب پر پابندی، ۲۔ حدود شرعیہ کا اجراء، ۳۔ غیر اسلامی قوانین کو عدالت میں چیلنج کرنے کے مواقع، ۴۔ قرارداد مقاصد کو دستور کے دیباچے میں شامل کرنا، ۵۔ عدلیہ کے ذریعے نظام قانون میں اصلاح، ۶۔ نماز صلوٰۃ کا قیام، ۷۔ احترام رمضان آرڈیننس کا اجراء ۸۔ زکوٰۃ وعشر کا نظام، ۹۔ سرکاری ملازمین کے لیے قومی لباس، ۱۰۔ تعلیم اور نصاب تعلیم کی اصلاح ۔ ۱۱۔ اسلام آباد میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام، ۱۲۔ دینی مدارس کی سند کو ایم اے کے برابر قرار دینا ۔ ۱۳۔ غیر سودی بینکاری کا اجراء، ۱۴۔ ریڈیو، ٹی وی پر تبدیلی کے اثرات، ۱۵۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجراء، اور ۱۷۔ جہاد افغانستان کا ناقابل فراموش کارنامہ ۔

آج سیاسی چشمک کی فضا میں خواہ کچھ کہا جائے، لیکن جب معاصرت کا گرد وغبار چھٹے گا، اور اسلام کا درد رکھنے والے کسی مؤرخ کو غیر جانبداری کے ساتھ ملکی حالات کا تجزیہ

کرنے کا موقع ملے گا تو وہ ان تمام کارناموں کو شہید صدر ضیاء الحق کے درخشاں کارناموں میں شمار کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔" ۱۲؎

ماہنامہ "الحق" نے بھٹو دور کے خاتمے اور جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا ۔

"۵ جولائی ۷۷ء کی رات کو پاکستان کی تاریخ کا بدترین اور شرمناک دور ختم ہو گیا اور صبح جب سورج طلوع ہو رہا تھا تو پاکستان کی سسکتی ہوئی انسانیت نے دیکھا کہ بدترین فاشسٹ اور آمریت کا سورج غروب ہو چکا ہے ۔ آمر اور اس کی آمریت کے خلاف مارچ سے جون تک جو تحریک چلی وہ ایک لا مثال اور ہمہ گیر تحریک تھی ۔ جس نے نہ صرف آمریت کے تابوت میں کیل ٹھونک دیئے بلکہ اس نے قومی سطح پر بھی ہمیں وہ کچھ دیا جس سے حال اور مستقبل کے سیاسی رہنماؤں اور جماعتوں کو سبق لینا ہو گا ۔" ۱۳؎

حادثہ بہاولپور پر "الحق" نے لکھا ۔

"صدر ضیاء الحق کی ملک و قوم کے لیے خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔ کاش وہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں کیے جانے والے اقدامات کو حتمی شکل دے سکتے ۔ صدر ضیاء کے بعد اس محاذ پر کام جاری رکھنے کی ضرورت ہے ۔ صدر ضیاء کے بعد افغانستان اب تنہا رہ گیا ہے ۔" ۱۴؎

ہفت روزہ "خدام الدین" نے جنرل محمد ضیاء الحق کو متوجہ کرتے ہوئے اداریہ میں لکھا ہے ۔

" مسائل بڑھ رہے ہیں اور ملکی حالات روز بروز ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ مضبوط کرسی کا

دعویدار تو جیل میں ہے، لیکن اس کے پروردہ بیوروکریٹ ہمارے نزدیک مسائل کا اصل سبب ہیں۔ ان سے نمٹنا وقت کی ضرورت ہے۔" [۱۱۵]

اسلامائزیشن کے عمل پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے "خدام الدین" نے لکھا۔

"جنرل ضیاء الحق کو برسرِ اقتدار آئے ایک سال کا عرصہ ہونے کو ہے، لیکن ہم بڑے احترام سے گذارش کریں گے کہ اس پورے عرصے میں کوئی ایسا مثبت کام نہیں ہوا، جسے اسلامی نظام کے سلسلہ میں پیش رفت کا نام دیا جاسکے۔" [۱۱۶]

ریفرنڈم کے حوالے سے "خدام الدین" نے لکھا۔

"۱۹ دسمبر کو ریفرنڈم کا مرحلہ بخیر و خوبی گذر گیا۔ اب صدر ضیاء الحق کو نفاذِ اسلام کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اب یہ نہ ہو کہ ان کے نئے اقدامات پہلے سے بھی زیادہ بے نتیجہ ثابت ہوں، اور وہ "اسلام کے نادان دوست" کے عنوان سے تاریخ کے صفحات کا حصہ بن جائیں۔" [۱۱۷]

"خدام الدین" نے جنرل ضیاء الحق کے دس سالہ دورِ حکومت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا۔

"صدر جنرل ضیاء الحق نے دو ٹوک اعلان کر دیا ہے کہ ملک میں شریعت کے نفاذ کے لیے آرڈیننس کے اجراء کی توقع رکھنے والے غلطی پر ہیں۔ شریعت بل کے حامی اسمبلی کے باہر مجمع نہ لگائیں۔ شریعت بل اسمبلی کے اندر منظور ہوگا تو نافذ ہوگا۔

۵ جولائی ۱۹۸۷ء کو صدر جنرل ضیاء الحق کو برسرِ اقتدار آئے دس سال پورے ہوگئے ہیں۔ اس عرصہ میں دینی قوتوں کے مخالفین کا الزام تھا کہ وہ صدر ضیاء الحق کے کہنے کے مطابق نفاذِ شریعت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن صدر ضیاء الحق نے تازہ بیان کے ذریعے اپنوں اور بیگانوں کی ساری غلط فہمیاں دور کر دی ہیں۔

جنابِ صدر! ریفرنڈم کے موقع پر اسلام کے نام پر اقتدار حاصل کرکے اب اسلامی نظام کے نفاذ سے پہلو تہی اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد سے بغاوت کے مترادف ہے۔" [118]

صدر ضیاء کی جانب سے جونیجو حکومت کی برطرفی پر "خدام الدین" نے تلخ الفاظ میں لکھا۔

" ناکام ترین صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب! اب سوچ سمجھ کر اقدام کریں۔ حالات یہاں تک آن پہنچے ہیں کہ شکار کے لیے نیا جال بنایا گیا تو عین ممکن ہے کہ خود شکاری ہی اس میں پھنس کر رہ جائے، اور اس کی بے بسی عبرت کے لیے تاریخ کا حصّہ بن جائے۔" [119]

صدر ضیاء کے حادثۂ بہاولپور کے متعلق "خدام الدین" نے لکھا۔

" قدرت نے بحرانوں پر قابو پانے کی اپنی صلاحیت عطا کر رکھی تھی۔ انہوں نے ۱۶ر نومبر کو عام انتخابات کے انعقاد کا پروگرام وضع کیا تھا اور ۱۴ر اگست کو اعلان کیا تھا کہ ۱۶ر نومبر سے پہلے پہلے قاضی عدالتیں قائم کرکے اسلام کا نظامِ عدل نافذ کر رہے ہیں۔ مگر اس اعلان کے چوتھے روز ہی وہ طیارے کے حادثے میں انتقال کر گئے۔" [120]

محدث

ماہنامہ "محدث" نے بھٹو دور کے خاتمے اور جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے متعلق لکھا۔

"۵ر جولائی کو چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک بھر میں مارشل لاء نافذ کرنے اور قومی و صوبائی اسمبلیاں فوری طور پر توڑنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا: مسٹر بھٹو کی حکومت ختم ہوگئی ہے۔ صوبائی گورنر اور وزیر الٰہا ہٹا دیئے گئے ہیں۔ البتہ آئین کو منسوخ نہیں کیا گیا، تاہم اس کے بعض حصوں پر عمل روک دیا گیا ہے۔" [121]

انتخابات کے التواء کے حوالے سے "محدث" نے لکھا۔

"۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو صدرِ پاکستان نے تمام سیاسی پارٹیوں کو کالعدم قرار دے کر، اور عام انتخابات کو

غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کرکے ایک دفعہ پھر ملک و قوم کو تباہی سے بچا لیا ہے ۔ ہم اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس فیصلہ پر نہایت خوشی اور تہہ دل سے مشکور ہیں ۔" ۱۲۲؎

ریفرنڈم میں کامیابی کے بعد "محدث" نے صدر ضیاء کے حوالے سے لکھا ۔

" ریفرنڈم میں شاندار کامیابی کے بعد پاکستان کے منتخب عوامی صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی ذمہ داریاں اقامت شریعت کے حوالے سے بہت بڑھ گئی ہیں ۔ جنہیں نظرانداز کرنا ان کے لیے ناممکن ہوگا ۔" ۱۲۳؎

اسلامائزیشن کے عمل میں سست روی پر "محدث" نے لکھا ۔

" افسوس صدر صاحب ! آپ نے ایک ایسی قوم کے قیمتی آٹھ سال ضائع کر دیئے ، جس کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب لیا جانا اس کا جزو ایمان ہے ۔ اب وہ پھر یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ نہ جانے ابھی کتنے مداری اور آئیں گے ، جو اسلام کے نام پر انہیں بے وقوف بناتے رہیں گے ۔" ۱۲۴؎

جمہوریت کی بحالی پر "محدث" نے لکھا ۔

"کیا ہی بہتر ہوتا کہ مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان کرتے وقت جمہوریت بحال کرنے کی بجائے قرآن و سنت کے دستور ہونے کا اعلان کر دیتے تو اس قوم کو واقعی اپنی گم گشتہ منزل کا سراغ مل جاتا ۔" ۱۲۵؎

جونیجو حکومت کی برطرفی پر "محدث" نے لکھا ۔

" ۲۹ مئی ۱۹۸۸ ء کی شام کو صدر محمد ضیاء الحق نے جونیجو حکومت کی جانب سے اسلامائزیشن کے عمل کو نظرانداز کرنے اور ملکی امن و امان کی بحالی میں کوتاہی کے الزام میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو برطرف کر دیا ہے ۔ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا ۔" ۱۲۶؎

حادثہ بہاولپور پر "محدث" نے لکھا ۔

" یہ کوئی باقاعدہ سازش تھی ، تخریب کاری ہے ، وحشیانہ قتل کی لرزہ خیز واردات ہے یا محض ایک فضائی

حادثہ ہے ۔ اس حادثے کی بنا پر ملت اسلامیہ ایک عظیم راہنما اور مایۂ ناز جرنیل سے محروم ہوگئی ہے۔"[۱۲۷]

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

ہفت روزہ "الاعتصام" نے مارشل لاء کے نفاذ اور فوجی حکومت کے قیام پر لکھا۔

"جنرل ضیاءالحق نے اکتوبر میں عام انتخابات کا اعلان کرکے اور ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی اہمیت کا اعتراف کرکے پوری قوم کے دل جیت لیے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جنرل ضیاء کو توفیق دے کہ اپنے وعدوں کو پورا کرسکیں۔"[۱۲۸]

"الاعتصام" نے مارشل لاء حکومت کے ایک سال کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا۔

"فوجی حکومت کے سربراہ نے قوم سے جو خوش کن وعدے کیے تھے ، وہ توقعات اور وعدے سراب ثابت ہو رہے ہیں ، اور اس ایک سال کے عرصے میں کسی بھی سمت میں اصلاح احوال کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی ، جسے ان وعدوں کے مطابق کہا جاسکے ۔ اگر تلخ نوائی کیلئے معاف کیا جائے تو حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔"[۱۲۹]

جنرل ضیاءالحق کے قوم سے خطاب پر "الاعتصام" نے لکھا ۔

"جنرل ضیاءالحق کے ابتدائی دور کے بیانات سے اسلام کے نفاذ کی خوش کن توقع قوم نے جنرل صاحب سے وابستہ کی تھی ، وہ توقع اب تک نقش بر آب ثابت ہوئی ہے ، اور موجودہ تقریر میں تو اسلام سے بتدریج پسپائی کی جھلک نظر آتی ہے ۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس پورے سال میں زبانی جمع خرچ سے زیادہ کوئی کام نہیں ہوا ۔"[۱۳۰]

جنرل ضیاء کی جانب سے انتخابات کے التوا پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"۱۶ اکتوبر ۷۹ء کو جنرل محمد ضیاءالحق نے نہ صرف عام انتخابات غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کردیئے ہیں بلکہ سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دے کر سنسر شپ بھی عائد کردی گئی ہے ۔ ملک جس نازک سیاسی بحران سے دوچار ہوچکا تھا ، تازہ اقدامات اسی کا منطقی نتیجہ ہیں ۔"[۱۳۱]

اسلامائزیشن کے سلسلہ میں عدم پیشرفت پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"صدر ضیاء سے قوم کو اسلام کے معاملے میں بہت سی اُمیدیں تھیں، وہ قوم کی آنکھوں کا تارا بنے رہے۔ ان کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کرتے رہے۔ اب جبکہ صدر کی تقریروں اور اعلانات کا قائم کردہ سحر ٹوٹ چکا ہے، اور عوام کو محسوس ہو گیا ہے کہ یہ حکومت بھی قول و عمل کے اسی تضاد کا شکار ہے، جو اب تک ہر حکومت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔"[۱۳۲]

"الاعتصام" نے مارشل لاء حکومت کے سات سال کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا۔

"۵ جولائی ۱۹۸۴ء کو مارشل لاء حکومت کے سات سال پورے ہو گئے ہیں۔ ان سات سالوں میں حکومت اور عوام اپنی اپنی ڈگر پر رواں دواں رہے۔ سیاسی جماعتیں اور سیاسی سرگرمیاں معطل رہیں اور ملک میں ایک ایسی کیفیت طاری رہی جس کو کوئی خاص نام نہیں دیا جا سکتا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے ساتھ ہی جنرل ضیاء الحق نے اعلان کیا تھا کہ اس ملک میں اسلامی قانون کے سوا کوئی قانون نہیں چل سکتا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے وقتاً فوقتاً اسلامی قوانین کا اعلان کیا۔ مگر افسوس کہ ان کے تمام اقدامات کے باوجود ملک ایک انچ بھی اسلام کی طرف آگے نہیں بڑھا، بلکہ اس کے برعکس عوام اسلام کے اصل مقاصد سے نہ صرف دور ہو گئے ہیں، بلکہ اسلام کی اصل تصویر بھی ان کے سامنے دھندلائی ہوئی نظر آنے لگی ہے، جس کے نقوش واضح نہیں ہیں۔"[۱۳۳]

جونیجو حکومت کی برطرفی کے حوالے سے "الاعتصام" نے لکھا۔

"صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو جونیجو حکومت کو برطرف کر دیا ہے۔ عبوری مرکزی اور صوبائی حکومتیں قائم کر کے نظام مملکت بحال کر دیا گیا ہے۔ صدر نے اپنی نشری تقریر میں وزیراعظم جونیجو کے خلاف اسلامائزیشن سے انحراف سمیت کئی سنگین الزامات عائد کیے ہیں۔"[۱۳۴]

جنرل ضیاء الحق کے فضائی حادثہ میں انتقال پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو چار بجے سہ پہر صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کے رفقاء بہاولپور سے واپسی پر فضائی حادثے میں انتقال کر گئے۔ مرحوم امریکہ سے ملنے والے ٹینکوں کی فوجی مشقوں کا معائنہ کرنے بہاولپور گئے تھے۔" ۱۳۵

اہلحدیث

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے بھٹو حکومت کے خاتمے اور مارشل لاء حکومت کی آمد پر لکھا۔

"۵ جولائی ۷۷ء کی صبح مارشل لاء کے نفاذ کی خبر سنتے ہی عوام کا ردعمل یہ تھا کہ اچھا ہوا، ملک خانہ جنگی سے بچ گیا۔ بعد ازاں جنرل ضیاء الحق کے نشری خطاب پر عوام نے اطمینان کا اظہار کیا کہ اب ملک میں اسلامی نظام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا۔" ۱۳۶

جنرل ضیاء الحق کو ان کے وعدے یاد دلاتے ہوئے "اہل حدیث" نے لکھا ہے ـ

"جنرل ضیاء نے پہلی نشری تقریر میں کہا تھا کہ ملک میں ان کی حکومت کے بنیادی مقاصد آزادانہ انتخابات، اسلامی قوانین کا نفاذ اور چادر و چار دیواری کا تحفظ ہے۔ لیکن افسوس کہ عوام کی تمنا بر نہ آئی اور نئی حکومت نئے مسائل میں الجھ کر اصل اور بنیادی مسائل معرض التوا میں ڈالنے پر مجبور ہوتی رہی۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ فوجی حکومت کے با اختیار سربراہ اپنے اعلانات پر عملدرآمد سے کیوں قاصر رہیں؟" ۱۳۷

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب پر "اہل حدیث" نے لکھا۔

"آپ نے جس جرأتِ ایمانی کے ساتھ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں یکم اکتوبر کو قرآن پاک اور پیغمبر اسلام کے پیغام کو پیش کر کے عظیم تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اس سے عالم اسلام کا عموماً اور اسلامیانِ پاکستان

سا خشوعًا و تار بلند ہوا ہے۔ ہم صدر مملکت کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔" ۱۳۸؎

ملکی صورتِ حال کے حوالے سے "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"صدر مملکت نے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر ۵۳ جاری کیا ہے۔ جس کے تحت ہر قسم کی سرکاری اور قومی املاک کو نقصان پہنچانے کے ذمہ دار افراد کو سزائے موت دی جا سکے گی۔ اس وقت بعض ملکی اور غیر ملکی عناصر پاکستان کے امن و امان کو تہ و بالا کرنے اور اس کی تباہ و سلامتی کے درپے ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لیے اس ضابطے کا اجراء ضروری تھا۔" ۱۳۹؎

"اہلِ حدیث" نے صدر ضیاء کے ایک بیان کو اپنے اداریے میں نمایاں کیا ہے۔

"صدر ضیاء الحق نے لاہور ائیر پورٹ پر صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب تک مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔ نہ کسی کو جانے دوں گا اور نہ کسی کو اٹھنے دوں گا۔ اگر سیاستدان سمجھتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہو کر حکومت کے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں تو یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔" ۱۴۰؎

پاکستان کے آئندہ نظام حکومت کے بارے میں "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"۱۲ اگست کو وفاقی مجلسِ شوریٰ نے مولانا انصاری کمیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ۱۹۷۳ء کا آئین۔ اس میں صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن قائم کر کے بحال کر دیا جائے گا۔ قرار دادِ مقاصد کو آئین کے متن کا حصہ بنایا جائے گا۔ مسلح افواج کا کوئی آئینی کردار نہیں ہوگا۔ صدر، وزیر اعظم کو نامزد کرے گا۔ صدر مسلح افواج کا سپریم کمانڈر رہے گا۔ صدر تینوں مسلح افواج کے سربراہوں کا تقرر کرے گا۔" ۱۴۱؎

ریفرنڈم میں کامیابی کے حوالے سے "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"الیکشن کمشنر کی طرف سے جاری کردہ نتائج کے مطابق جنرل ضیاء الحق ریفرنڈم جیت گئے ہیں۔ یہ ریفرنڈم

صدر ضیاء الحق نے حکومت کے لیے اسلامی اقدامات اور بحالیٔ جمہوریت کے پروگرام کے بارے میں عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے کرایا گیا، اور اس میں "ہاں" کے ووٹ کے بعد صدر ضیاء الحق آئندہ پانچ سال کے لیے ملک کے صدر منتخب ہو گئے تھے۔" ۱۴۲ے

نفاذ اسلام میں ناکامی کے صدر ضیاء کے اعتراف پر "اہل حدیث" نے لکھا۔

" صدر ضیاء الحق نے نفاذِ اسلام میں ناکامی کا جو اعتراف کیا ہے۔ اس کی اس حوالے سے کم از کم ستائش ضروری تھی کہ کسی بھی غلطی کا اعتراف، اصلاح کی جانب پہلا قدم ہوتا ہے۔ نفاذ اسلام کے ضمن میں کسی بھی دباؤ کو خاطر میں نہ لانے کی ذمہ داری صدر ضیاء پر عائد ہوتی تھی۔ جسے وہ نبھا نہیں سکے۔" ۱۴۳ے

ملک سے مارشل لاء کے خاتمے پر "اہل حدیث" نے لکھا۔

" مارشل لاء اٹھا لیا گیا ہے۔ بس یہی اعلان 'مارشل لاء کے نفاذ اور اس کے ساڑھے آٹھ برس تک تسلسل پر دال ہے'، ورنہ تو مارشل لاء۔ وہ مارشل لاء نہ تھا، جس کے تحت صورتِ حال قطعی بدل جاتی ہے، مگر اس مارشل لاء کے دور میں وہ بھی نہیں ہوا، جو مارشل لاء حکام نے چاہا۔ نوّے دن میں انتخابات کروانے کا وعدہ ایفاء نہ ہوا، احتساب کا نعرہ ادھورا چھوڑ کر اسلامائزیشن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ مجلسِ شوریٰ بنائی گئی۔ پھر انتخابات ہوئے، جن میں کامیاب ہونے والوں کو احتساب سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ جس بات سے "آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے" کا نتیجہ اخذ کیا گیا۔ اس پر معاشرے کی اصلاح کی گئی، لیکن بعد میں اس کو بھی ترک کر دیا گیا۔

مارشل لاء کب نافذ ہوا؟ اور کہاں نافذ ہوا؟ شاید اسی حوالے سے اسے "نافذ" کرنے والے بھی اس کے "اٹھنے" کی خوشی منا رہے ہیں۔" ۱۴۴ے

فضائی حادثہ میں صدر ضیاء کے انتقال پر "اہل حدیث" کے تاثرات ۔

"حقیقت یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کی شہادت سے پاکستان ' دنیائے اسلام اور بین الاقوامی سیاست کا ایک جرأت مندانہ اور فہم و فراست سے عبارت ایک دور لد گیا ہے ۔ ایک ایسا دور ' جو اسلامیانِ عالم کی نشاۃ ثانیہ کا پیامبر و محافظ ، پاکستان کی سالمیت و بقاء اور سلامتی و خوشحالی کا ضامن ہونے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سیاستدانوں کے لیے بھی چراغ راہ تھا ۔" ۱۲۵

ماہنامہ پیام عمل لاہور

ماہنامہ "پیام عمل" لاہور نے ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران اپنے صفحات پر جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت کے متعلق واضح انداز میں مثبت یا منفی کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا ۔

رضاکار لاہور

ہفت روزہ "رضاکار" نے مارشل لاء کے نفاذ پر لکھا ۔

"پاکستان تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا تھا' جنرل ضیاء الحق کے بروقت اقدام نے اسے بچا لیا ہے ۔ عوام' جنرل ضیاء الحق کے خطابات کے نتیجے میں انہیں نجات دہندہ سمجھنے لگے ہیں ۔" ۱۲۶

ریفرنڈم کے حوالے سے رضاکار نے لکھا ۔

فوجی حکومت کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۹ دسمبر کو ریفرنڈم کا اعلان کیا ہے ۔ انہوں نے اپنے گذشتہ سات سالہ دورِ حکومت کے کارناموں کی بنیاد پر لوگوں سے مزید پانچ سال برسرِ اقتدار رہنے کی تائید چاہی ہے ۔ موجودہ فوجی حکومت کے ماضی کا ریکارڈ کیا ہے ؟ اسلامیانِ پاکستان کو بالعموم

اور ملتِ جعفریہ پاکستان کو بالخصوص اس ضمن میں کوئی پروپیگنڈہ متاثر نہیں کرسکتا۔"[147]

حادثۂ بہاولپور پہ "رضاکار" نے لکھا۔

"صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے طیارے کے المناک حادثے میں وفات کے بعد ملکی تاریخ میں طویل ترین حکمرانی کا دور ختم ہوگیا۔ مرحوم صدر کے گیارہ سالہ دورِ اقتدار میں ملک نے کن شعبوں نے کیا ترقی کی، یہ تو مورخ ہی تحریر کرسکے گا، لیکن خود صدر جس دہشت گردی اور تخریب کاری کا نشانہ بنے، یہ خود اُن کے دور کا بڑا تحفہ ہے۔"[148]

ترجمان القرآن

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے ریفرنڈم کے حوالے سے لکھا۔

"پاکستان کا دوسرا اور دنیا کا ۵۵۵ واں ریفرنڈم ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کو بخیروخوبی منعقد ہوا۔ اس ریفرنڈم کی اہمیت یہ ہے کہ مارشل لاء کے تسلط سے نکل کر قوم کو جمہوری اور انتخابی حکومت کے دائرے میں داخل ہونے کا راستہ مل گیا ہے۔ اس ریفرنڈم نے لادینیت پسندوں اور تخریب پسندوں کو شکست دے دی ہے۔"[149]

میثاق

ماہنامہ "میثاق" لاہور نے ادارتی صفحات پہ ریفرنڈم کے متعلق لکھا۔

"جنرل محمد ضیاء الحق کی جانب سے کروایا جانے والا ریفرنڈم سو فیصد فراڈ اور دھوکہ تھا۔ صدر ضیاء نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے ریفرنڈم کا چکر چلایا۔"[150]

جنرل ضیاء الحق کے فضائی حادثے پر "میثاق" نے لکھا۔

"پاکستان ہفتہ رفتہ میں ایک بحرانی اور ہیجانی کیفیت سے گذرا ہے۔ صدر مملکت اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق فضائی حادثے سے دوچار ہوئے۔ یہ سانحہ بذاتِ خود بہت بڑا سانحہ ہے۔ لوگوں نے بجا طور پر اُن کی شہادت کو اپنی پیشانی کا جھومر سمجھا ہے۔" [151]

ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی

ماہنامہ "فیض الاسلام" نے حکومتِ وقت سے وابستہ افراد کے متعلق لکھا۔

"ان نفسیاتی مریض افراد کو مینٹل ہسپتال میں زیر علاج ہونا چاہیے تھا۔ بدبختی سے وہ ہمارے ملک کے اقتدارِ اعلیٰ کے عہدوں پر فائز ہیں اور پورا ملک اُن کے قبضے میں ہے۔" [152]

ملک کی انتظامی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"ہمارے ملک کا انتظامی ڈھانچہ، اس وقت نااہلی کی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ ذہنی پسماندگی اور نااہلی میں معاشرے کا اعلیٰ طبقہ، خواہ وہ حکومتی ہو یا غیر حکومتی سب برابر کے شریک ہیں۔ عدم توجہی، بے اعتنائی اور لاپرواہی کی وجہ سے سارا نظام تلپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔" [153]

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی نے ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ادوارِ حکومت کے متعلق اپنے صفحات پر کسی قسم کا مثبت یا منفی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ اس لیے "تعلیم القرآن" کی رائے زیر نظر باب میں شامل نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱ ماہنامہ عرفات، لاہور۔ شمارہ جنوری ۱۹۷۲ء

۲ ایضاً " " "

۳ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور۔ شمارہ جولائی ۱۹۷۲ء

۴ ایضاً " " " دسمبر ۱۹۷۳ء

۵ ایضاً " " " اپریل ۱۹۷۴ء

۶ ایضاً " " " نومبر ۱۹۷۴ء

۷ ایضاً " " " دسمبر ۱۹۷۵ء

۸ ایضاً " " " جولائی ۱۹۷۶ء

۹ ایضاً " " " جولائی ۱۹۷۷ء

۱۰ ایضاً " " " اگست ۱۹۷۷ء

۱۱ ایضاً " " " مئی ۱۹۷۸ء

۱۲ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ شمارہ، جون ۱۹۷۲ء

۱۳ ایضاً " " " ستمبر ۱۹۷۲ء

۱۴ ایضاً " " " نومبر ۱۹۷۲ء

۱۵ ایضاً " " " جنوری ۱۹۷۵ء

۱۶ ایضاً " " " اگست ۱۹۷۶ء

۱۷ـ ماہنامہ رہنمائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، شمارہ، اپریل ۱۹۷۷ء

۱۸ـ ماہنامہ البلاغ، کراچی۔ شمارہ، جون ۱۹۷۲ء

۱۹ـ ایضاً " " " اکتوبر ۱۹۷۲ء

۲۰ـ ایضاً " " " جنوری ۱۹۷۳ء

۲۱ـ ایضاً " " " مئی ۱۹۷۳ء

۲۲ـ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، شمارہ۔ مارچ ۱۹۷۲ء

۲۳ـ ایضاً " " " جولائی ۱۹۷۶ء

۲۴ـ ایضاً " " " دسمبر ۱۹۷۶ء

۲۵ـ ایضاً " " " مئی ۱۹۷۷ء

۲۶ـ ایضاً " " " ستمبر ۱۹۷۷ء

۲۷ـ ایضاً " " " مارچ ۱۹۷۸ء

۲۸ـ ایضاً " " " اپریل ۱۹۷۹ء

۲۹ـ ہفت روزہ خدام الدین لاہور، شمارہ ۲۰ اپریل ۷۳ء

۳۰ـ ایضاً " " " ۲۸ فروری ۷۵ء

۳۱ـ ایضاً " " " ۲۲ اگست ۷۵ء

۳۲ـ ایضاً " " " ۲۸ نومبر ۷۵ء

۳۳ـ ایضاً " " " ۲ جون ۷۶ء

۳۴ـ ایضاً " " " ۱۲ جولائی ۷۶ء

۳۵۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ ۲۱ جنوری ۷۷ء

۳۶۔ ایضاً " " " ۲۲ اپریل ۷۷ء

۳۷۔ ایضاً " " " ۲۷ مئی ۷۷ء

۳۸۔ ایضاً " " " ۱۰ جون ۷۷ء

۳۹۔ ایضاً " " " ۵ اگست ۷۷ء

۴۰۔ ایضاً " " " ۴ نومبر ۷۷ء

۴۱۔ ایضاً " " " ۳۱ مارچ ۷۸ء

۴۲۔ ایضاً " " " ۱۳ اپریل ۷۹ء

۴۳۔ ماہنامہ محدث، لاہور۔ شمارہ اگست ۱۹۷۲ء

۴۴۔ ایضاً " " " اگست ۱۹۷۲ء

۴۵۔ ایضاً " " " فروری ۱۹۷۳ء

۴۶۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ ۲۱ اپریل ۷۲ء

۴۷۔ ایضاً " " " ۲۸ اپریل ۷۲ء

۴۸۔ ایضاً " " " ۹ جون ۷۲ء

۴۹۔ ایضاً " " " ۱۶ جون ۷۲ء

۵۰۔ ایضاً " " " ۳۰ جون ۷۲ء

۵۱۔ ایضاً " " " ۱۴ جولائی ۷۲ء

۵۲۔ ایضاً " " " ۸ ستمبر ۷۲ء

۵۳۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ ۔ ۸ دسمبر ۷۲ء

۵۴۔ ایضاً " " " ۲۰ اپریل ۷۳ء

۵۵۔ ایضاً " " " ۲۹ جون ۷۳ء

۵۶۔ ایضاً " " " ۶ دسمبر ۷۴ء

۵۷۔ ایضاً " " " ۷ فروری ۷۵ء

۵۸۔ ایضاً " " " ۱۸ اپریل ۷۵ء

۵۹۔ ایضاً " " " ۱۵ اگست ۷۵ء

۶۰۔ ایضاً " " " ۱۷ اکتوبر ۷۵ء

۶۱۔ ایضاً " " " ۲۱ نومبر ۷۵ء

۶۲۔ ایضاً " " " ۲۶ دسمبر ۷۵ء

۶۳۔ ایضاً " " " ۳۰ جولائی ۷۶ء

۶۴۔ ایضاً " " " ۳۱ ستمبر ۷۶ء

۶۵۔ ایضاً " " " ۲ ستمبر ۷۷ء

۶۶۔ ایضاً " " " ۱۳ اپریل ۷۹ء

۶۷۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ ۱۷ مارچ ۷۲ء

۶۸۔ ایضاً " " " ۱۶ جون ۷۲ء

۶۹۔ ایضاً " " " ۴ اگست ۷۲ء

۷۰۔ ایضاً " " " ۲۲ دسمبر ۷۲ء

۷۱۔ ہفت روزہ اہلحدیث لاہور۔ شمارہ ۲۰/ اپریل ۷۳ء

۷۲۔ ایضاً " " " ۲۸/ دسمبر ۷۳ء

۷۳۔ ایضاً " " " ۳/ جنوری ۷۵ء

۷۴۔ ایضاً " " " ۱۶/ اپریل ۷۵ء

۷۵۔ ایضاً " " " ۲۸/ نومبر ۷۵ء

۷۶۔ ایضاً " " " ۲۵/ مارچ ۷۷ء

۷۷۔ ایضاً " " " ۲۰/ مئی ۷۷ء

۷۸۔ ایضاً " " " ۳۱/ مارچ ۷۸ء

۷۹۔ ماہنامہ پیام عمل لاہور۔ شمارہ اگست ۱۹۷۲ء

۸۰۔ ایضاً " " " مئی ۱۹۷۷ء

۸۱۔ ماہنامہ ترجمان القرآن' لاہور شمارہ فروری ۱۹۷۲ء

۸۲۔ ایضاً " " " مارچ ۱۹۷۲ء

۸۳۔ ایضاً " " " مئی ۱۹۷۲ء

۸۴۔ ایضاً " " " ستمبر ۱۹۷۲ء

۸۵۔ ایضاً " " " جنوری ۱۹۷۳ء

۸۶۔ ایضاً " " " فروری ۱۹۷۳ء

۸۷۔ ایضاً " " " نومبر ۱۹۷۴ء

۸۸۔ ایضاً " " " جنوری ۱۹۷۷ء

۸۹۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور۔ شمارہ، اگست ۱۹۷۷ء

۹۰۔ ایضاً " " " ستمبر ۱۹۷۷ء

۹۱۔ ماہنامہ میثاق، لاہور۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۷۷ء

۹۲۔ ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۷۲ء

۹۳۔ ایضاً " " " مئی ۱۹۷۳ء

۹۴۔ ایضاً " " " اگست ۱۹۷۵ء

۹۵۔ ماہنامہ عرفات، لاہور۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۱ء

۹۶۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ۔ نومبر ۱۹۷۷ء

۹۷۔ ایضاً " " " ستمبر ۱۹۷۸ء

۹۸۔ ایضاً " " " نومبر ۱۹۸۰ء

۹۹۔ ایضاً " " " اپریل ۱۹۸۲ء

۱۰۰۔ ایضاً " " " اگست ۱۹۸۳ء

۱۰۱۔ ایضاً " " " جنوری ۱۹۸۵ء

۱۰۲۔ ایضاً " " " اگست ۱۹۸۸ء

۱۰۳۔ ایضاً " " " اکتوبر ۱۹۸۸ء

۱۰۴۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ شمارہ اگست ۱۹۷۷ء

۱۰۵۔ ایضاً " " " جولائی ۱۹۷۸ء

۱۰۶۔ ایضاً " " " اکتوبر ۱۹۷۸ء

۱۰۷ے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۵ء

۱۰۸ے ایضاً " " " جون ۱۹۸۸ء

۱۰۹ے ایضاً " " " ستمبر ۱۹۸۸ء

۱۱۰ے ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ، جنوری ۱۹۸۵ء

۱۱۱ے ایضاً " " " ستمبر ۱۹۸۸ء

۱۱۲ے ایضاً " " " اکتوبر ۱۹۸۸ء

۱۱۳ے ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک۔ شمارہ جولائی ۱۹۷۷ء

۱۱۴ے ایضاً " " " ستمبر ۱۹۸۸ء

۱۱۵ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور، شمارہ ۹، دسمبر ۷۷ء

۱۱۶ے ایضاً " " " ۱۶، جون ۷۸ء

۱۱۷ے ایضاً " " " ۲۸، دسمبر ۸۴ء

۱۱۸ے ایضاً " " " ۱۰، جولائی ۸۷ء

۱۱۹ے ایضاً " " " ۱۰، جون ۸۸ء

۱۲۰ے ایضاً " " " ۲۶، اگست ۸۸ء

۱۲۱ے ماہنامہ محدث لاہور۔ شمارہ اگست ۱۹۷۷ء

۱۲۲ے ایضاً " " " اکتوبر ۱۹۷۹ء

۱۲۳ے ایضاً " " " جنوری ۱۹۸۵ء

۱۲۴ے ایضاً " " " اپریل ۱۹۸۵ء

۱۲۵ـ ماہنامہ محدث لاہور۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۶ء

۱۲۶ـ ایضاً " " " جون ۱۹۸۸ء

۱۲۷ـ ایضاً " " " اگست ۱۹۸۸ء

۱۲۸ـ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور۔ شمارہ ۱۵، جولائی ۷۷ء

۱۲۹ـ ایضاً " " " " ۲۸، جولائی ۷۸ء

۱۳۰ـ ایضاً " " " " ۲۰، اگست ۷۸ء

۱۳۱ـ ایضاً " " " " ۲۶، اکتوبر ۷۹ء

۱۳۲ـ ایضاً " " " " ۲، نومبر ۷۹ء

۱۳۳ـ ایضاً " " " " ۱۳، جولائی ۸۴ء

۱۳۴ـ ایضاً " " " " ۱۴، دسمبر ۸۴ء

۱۳۵ـ ایضاً " " " " ۲۶، اگست ۸۸ء

۱۳۶ـ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ۔ ۱۵، جولائی ۷۷ء

۱۳۷ـ ایضاً " " " " ۲۰، اکتوبر ۷۸ء

۱۳۸ـ ایضاً " " " " ۱۰، اکتوبر ۸۰ء

۱۳۹ـ ایضاً " " " " ۲۴، ستمبر ۸۲ء

۱۴۰ـ ایضاً " " " " ۲، اپریل ۸۳ء

۱۴۱ـ ایضاً " " " " ۱۹، اگست ۸۳ء

۱۴۲ـ ایضاً " " " " ۲۸، دسمبر ۸۴ء

۱۴۳ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ ۲۶ر جولائی ۸۵ء

۱۴۴ ایضاً " " " ۲ر جنوری ۸۶ء

۱۴۵ ایضاً " " " ۲ر ستمبر ۸۸ء

۱۴۶ ہفت روزہ رضاکار لاہور۔ شمارہ ۸ر اگست ۷۷ء

۱۴۷ ایضاً " " " ۸ر دسمبر ۸۴ء

۱۴۸ ایضاً " " " یکم ستمبر ۸۸ء

۱۴۹ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۵ء

۱۵۰ ماہنامہ میثاق، لاہور۔ شمارہ مئی ۱۹۸۶ء

۱۵۱ ایضاً " " " ستمبر ۱۹۸۸ء

۱۵۲ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ مارچ ۱۹۸۳ء

۱۵۳ ایضاً " " " مئی ۱۹۸۴ء

●—●—●

٦

دینی صحافت کا سیاسی معاشی اور معاشرتی کردار

پاکستان میں دینی صحافت کا ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے کیا کردار رہا ہے۔ اس سلسلہ میں منتخب دینی رسائل کے اداریتی صفحات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ۱۵ منتخب دینی رسائل میں ۱۱ ماہانہ اور ۴ ہفتہ وار پرچے ہیں۔ ماہانہ رسائل نے اپنے اداریتی صفحات پر عام پر علمی نوعیت کے موضوعات پر لکھا ہے۔ جبکہ ہفتہ وار پرچوں نے زیادہ تر ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر اداریے قلمبند کیے ہیں۔

منتخب دینی رسائل کے بیس سال پر پھیلے ہوئے ہزاروں شماروں کے تمام تر اداریوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے تمام رسائل کے اداریتی صفحات سے مختلف واقعات کے متعلق اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں۔ البتہ اس باب کے آخر میں ہر پرچے کے متعلق گراف دے دیا گیا ہے۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مختلف دینی رسائل نے سیاسی، معاشی اور معاشرتی موضوعات پر کس قدر لکھا ہے۔

مجموعی طور پر دینی رسائل نے مختلف موضوعات وعنوانات کے تحت انہیں کتنی اہمیت دی ہے؟ ایک نظر میں جائزہ لینے کے لیے اس کے اعداد و شمار درج کیے جا رہے ہیں۔

- نظریاتی کشمکش اور انتخابات۔ ۔ ۔ — ۶,۵۳ فیصد
- سقوطِ ڈھاکہ — ۴,۱۳ "
- نیشنلائزیشن — ۱,۰۴ "
- مسئلہ ختم نبوت — ۵,۱۰ "

- تحریک نظام مصطفیٰ — ۴,۰۰ فیصد
- اسلامائزیشن — ۱۰,۳۰ "
- معیشت — ۳,۵۰ "
- فحاشی و عریانی — ۴,۰۵ "
- تعلیم اور نظام تعلیم — ۶,۰۵ "
- امن و امان — ۵,۰۲ "
- سالمیت پاکستان — ۶,۰۴ "
- تعصبات — ۳,۵۲ "
- ذرائع ابلاغ — ۴,۲۱ "
- مسئلہ افغانستان — ۵,۰۰ "
- شریعت بل — ۷,۰۲ "
- حقوق نسواں — ۴,۰۰ "
- پی۔این۔اے — ۲,۰۷ "
- ایم۔آر۔ڈی — ۱,۳۰ "
- کھیل اور تفریح — ۱,۴۰ "

منتخب دینی رسائل نے اپنے مسلکی اور تنظیمی امور پر سب سے زیادہ لکھا ہے۔ لیکن ہمارے پیش نظر چونکہ پاکستان کی دینی صحافت کا سیاسی معاشی اور معاشرتی نقطہ نظر سے جائزہ لینا ہے۔ اس لیے مسلکی اور تنظیمی مسائل کو شامل نہیں کیا گیا۔

نظریاتی کشمکش اور انتخابات ۷۰ء

۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء کا دور' پاکستان کی تاریخ کا ہنگامہ خیز دور تھا۔ وہ دور جس میں ایک نظریاتی مملکت ہوتے ہوئے بھی نظریاتی کشمکش کا طوفان اٹھا۔ ملک کی تاریخ میں پہلی بار بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات ہوئے اور ان انتخابات کے نتیجے میں ملک مضبوط و مستحکم ہونے کی بجائے دو لخت ہو گیا۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء کے دوران رونما ہونے والے واقعات کو دینی رسائل نے کس طرح محسوس کیا اور اپنے ادارتی صفحات پر کیا رنگ دیا' وہ پیش خدمت ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "عرفات" نے لکھا۔

"جنرل یحییٰ خاں نے اقتدار سنبھالتے ہی مارشل لاء آرڈی ننس جاری کیا ہے کہ نظریۂ پاکستان اور اسلام کے خلاف کسی شخص کو بیان دینے اور تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مارشل لاء حکومت کے اس اعلان کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو' مولانا بھاشانی اور شیخ مجیب الرحمٰن اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ حکومت کو اس صورتِ حال کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔" [۱]

عام انتخابات کے انعقاد کے اعلان پر "عرفات" نے لکھا۔

"۱۹۷۰ء میں ہونے والا الیکشن' پاکستان کے مستقبل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا' آج اسلام دشمن جماعتیں پاکستان کی حاکم بننے کی

کوشش کر رہی ہیں۔ یہ جماعتیں اگر انتخابات میں کامیاب ہو گئیں تو پاکستان کے لیے دی جانے والی تیس سالہ قربانیاں ضائع ہو جائیں گی۔ اس مرحلہ پر علمائے کرام اور مشائخ عظام نے غفلت برتی اور اپنی استطاعت کے مطابق اسلام کو غالب کرنے کے لیے جدوجہد نہ کی تو دنیا میں مطعون اور آخرت میں ماخوذ ہوں گے۔" [۲]

دینی جماعتوں کے انتشار پر "عرفات" نے لکھا۔

"ملک میں جو نظریاتی کشمکش جاری ہے اور اسلام دشمن عناصر ملک پر غیر اسلامی نظریات مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت حال میں اسلام پسند جماعتوں کا اتحاد بہت ضروری ہے۔ لیکن جمعیت علماء پاکستان، جماعت اسلامی اور جمعیت علماء اسلام باہم متحد و متفق ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اگر یہی صورتِ حال رہی تو اسلام دشمن قوتوں کا راستہ نہیں روکا جا سکے گا۔" [۳]

انتخابات میں دینی جماعتوں کی ناکامی پر "عرفات" نے لکھا۔

"انتخابات میں مذہبی جماعتوں کے اختلافات کی وجہ سے لادینی اور سیکولر جماعتیں جیت گئی ہیں۔ جبکہ جمعیتِ علماء اسلام، جمعیتِ علماء پاکستان اور جماعتِ اسلامی جیسی محب وطن ہونے کا دعویٰ کرنے والی جماعتوں نے اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کھڑی کی اور انتخابات میں بُری طرح شکست کھا گئیں۔" [۴]

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج کے متعلق لکھا۔

"آخر ۷ دسمبر کا تاریخی دن آگیا۔ بھولے بھالے عوام جو جھوٹے وعدوں کے چکر میں پھنس چکے تھے، جو بہتان تراشیوں کے طوفان میں اپنے حقیقی بہی خواہوں سے بدگمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے ووٹ کے ذریعے اپنا فیصلہ اُن لوگوں کے حق میں دے دیا، جو سوشلزم کے علمبردار تھے۔ عوام نے جن لوگوں پر اعتماد کیا ہے، اور مستقبل کی صورت گری کا فریضہ سونپا ہے، وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اُمّتِ مسلمہ اُن پر اعتماد کرے۔ عوام نے ایسی راہ اختیار کی ہے، جو پُرخار اور دشوار ہے۔" [۵]

ماہنامہ "البلاغ" نے نظریاتی کشمکش کے حوالے سے لکھا۔

"سوشلزم کا سراسر غیر انسانی نظامِ زندگی، درحقیقت سرمایہ دارانہ نظام ہی کی ایک بدترین صورت ہے۔ جس میں ایک بڑا سرمایہ دار، چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو ہضم کرکے غریب عوام کے لیے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ سوشلزم اور کمیونزم کے انسان کش نظام کا بھی پوری قوت سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہماری کوششوں کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ ایک ظلم دفع ہونے کے بعد اس سے بدترین ظلم و جور ہم پر مسلط ہو جائے۔" [۶]

۱۹۷۰ء کی انتخابی مہم کے متعلق "البلاغ" نے لکھا۔

"موجودہ انتخابی مہم میں اصل معرکہ، اسلام اور سوشلزم یا اسلام اور صوبائی تعصب کے درمیان ہوگا۔ تقریباً ہر انتخابی حلقے میں واضح طور پر یہ دو کیمپ موجود ہوں گے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنا ووٹ اس طرح استعمال کرے کہ اس کا فائدہ کسی صورت میں بھی سوشلسٹ اور علیحدگی پسند عناصر کو نہ پہنچ سکے۔" [۷]

انتخابی نتائج کے متعلق "البلاغ" نے لکھا۔

"بعض عناصر کی طرف سے تاثر دیا جا رہا ہے کہ انتخابات کے نتیجے میں (معاذ اللہ) اسلام ہار گیا ہے، اور سوشلزم کو فتح ہوئی۔ حالیہ انتخابات میں پیپلز پارٹی کی کامیابی کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ اس ملک کے عوام سوشلزم چاہتے ہیں یا اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں یا انہوں نے اسلام کی کسی نئی تعبیر کو قبول کر لیا ہے، بلکہ دینی قوتوں کے انتشار و افتراق نے اپنی شکست و ہزیمت سے دوچار کیا ہے۔" [۸]

ماہنامہ "الحق" نے سوشلزم کے متعلق لکھا۔

"سوشلزم صرف ایک معاشی تحریک نہیں، بلکہ ایک جدید مذہب ہے، جو تمام ادیانِ سابقہ، الٰہی تعلیمات، اخلاقی اقدار اور خود سرچشمۂ حق یعنی ذاتِ خداوندی کے خلاف ہے اور کامریڈوں کی درندگی کی راہ میں ہر رکاوٹ دُور کرنا اس دینِ جدید یا دینِ یہودی کا مقصد ہے۔ جس کے بانی کارل مارکس اور لینن یہودی تھے۔" ۹ے

دینی جماعتوں میں اتحاد کے حوالے سے "الحق" نے لکھا۔

"انتخابات کا مرحلہ قریب تر ہونے اور حالات کی نزاکت کے ساتھ ساتھ اسلام پر دل و جان سے ایمان رکھنے والی دینی جماعتوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی ضرورت کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ لیکن علمائے کرام کا باہمی اختلاف و افتراق بڑھتا ہی جا رہا ہے۔" ۱۰ے

انتخابی نتائج کے بعد "الحق" نے لکھا۔

"بحمدللہ! ملک میں پہلی بار آزادانہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات مکمل ہوئے۔ قوم کی اکثریت نے جو فیصلہ دیا ہے۔ اس کی بھلائی یا بُرائی بھی جلد سامنے آجائے گی۔ تاریکی کے بادل اب بھی چھٹ سکتے ہیں، بشرطیکہ اسلامی درد رکھنے والے لیڈر اور ملک و ملت کا جذبہ رکھنے والے لیڈر اب بھی کچھ سبق سیکھ لیں۔" ۱۱ے

ہفت روزہ خدام الدین نے دینی جماعتوں کے اتحاد کے متعلق لکھا۔

"دینی جماعتوں اور علماء کے اتحاد کی کوشش ہو رہی ہیں اور متحدہ اسلامی محاذ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پاکستان میں اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی نظامِ حیات کی ترویج کا یہ آخری موقع ہے۔ اگر اس مرتبہ بھی اسلام کیلئے عملی اقدام نہ اٹھایا گیا تو پھر سوشلزم اور کمیونزم کا راستہ کوئی نہ روک سکے گا۔" ۱۲ے

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے نظریاتی کشمکش کے متعلق لکھا۔

"سرمایہ داری اور اشتراکیت کو صرف اقتصادی نظام تسلیم کرنے کی غلطی گمانِ باطل کا نتیجہ ہے۔ بہت سے لوگ حتیٰ کہ علماء حضرات کی ایک جماعت بھی اسی رَو میں بہہ گئی ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کو سرمایہ داری یا اشتراکیت کا نقیب کہنا یا اسے سرمایہ دارانہ اسلام یا اسلامی اشتراکیت کا نام دینا اسلام کی تحقیر و تذلیل کے مترادف ہے۔" [۱۳]

ہفت روزہ "الاعتصام" نے ۱۹۷۰ء کے مجوزہ انتخابات کے حوالے سے لکھا۔

"ہم پھر تمام دینی جماعتوں کے اکابر سے اپیل کرتے ہیں کہ موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھیں اور پاکستان میں اسلام کی حکمرانی اور بالادستی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو صرف کریں۔ وگرنہ سوشلسٹ، کیمونسٹ اور دیگر لادینی طاقتیں عوامی جدوجہد سے فائدہ اٹھا جائیں گی اور آپ لکیر پیٹ کررہ جائیں گے۔" [۱۴]

انتخابی نتائج پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"پاکستان کے پہلے عام انتخابات میں ہماری شکست، ہمارے ہی اعمال و کردار کا نتیجہ ہے اور ہمیں پوری غیر جانبداری سے ان اسباب کا تجزیہ اور ان خامیوں کو دور کرنا چاہئے، جو ہمارے ضعف کا سبب بنیں۔ ہمیں مل بیٹھ کر اتحاد کی کوئی صورت پیدا کرنی ہوگی۔ فتح و شکست عارضی چیزیں ہیں۔ فتح سے بدمست اور شکست سے بددل اور مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔" [۱۵]

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے نظریاتی کشمکش کے متعلق لکھا۔

"پاکستان ایسے نظریاتی ملک میں سوشلزم، سرمایہ داری یا کسی دوسرے نظام کو لانا نظریہ

پاکستان سے غداری ہوگی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات کا مقصد دراصل پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ اس منظم سازش کو ہندوؤں کا پورا پورا تعاون حاصل ہے۔" [16]

انتخابات میں ناکامی پر "اہل حدیث" نے لکھا۔

" انتخابات میں شکست کھا کر بددل ہو جانا سیاسی جماعتوں کے شایانِ شان نہیں ہوتا۔ بلکہ انتخابات کے بعد حزبِ اقتدار کے مقابلے میں حزبِ اختلاف کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے، اور ان کا جمود جمہوری اقدار کی نشوونما کے لیے سمِ قاتل اور آمریت کی راہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ اسلامی نظام کی حامی جماعتوں کو پہلے سے بڑھ چڑھ کر اپنی کوششوں کو جاری رکھنا ہوگا۔" [17]

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے نظریاتی کشمکش کے سلسلہ میں لکھا۔

" اگر سرمایہ داری وحشیانہ نظام ہے تو اشتراکیت، اشتمالیت اور فسطائیت بھی کچھ اس سے بہتر نظام نہیں ہیں۔ اگر سرمایہ داری ایک منظم غارت گری ہے تو ان نئے اقتصادی نظاموں میں بھی کوئی اصلاحی جدت موجود نہیں ہے۔ ان کا مقصد بھی اصلاح نہیں ہے۔" [18]

ہفت روزہ "رضاکار" نے اسلامی سوشلزم کے متعلق لکھا۔

" اسلامی سوشلزم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ سوشلزم پر اسلام کا نام رکھنا، اسی طرح ہے جس طرح شراب کی بوتل پر "اسلامی شراب" کا لیبل چسپاں کر دیا جائے۔" [19]

معاشی نظام کے سلسلہ میں "رضاکار" نے لکھا۔

" غریبوں کے مسائل حل کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً بہت سے نظام سامنے آئے ہیں۔ ان میں اشتراکیت اور

سرمایہ داری دو رائج الوقت سکے ہیں۔ لیکن اسلام ان دونوں کو ممنوع قرار دے کر ایک ایسا راستہ بتاتا ہے جو انتہائی معقول اور معتدل راستہ ہے۔" [20]

دینی جماعتوں کے اتحاد کے متعلق "رضاکار" نے لکھا۔

"سوشلزم کا سیلاب جس تیزی سے پاکستان میں بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمان بلا لحاظ فرقہ سوشلزم کا مقابلہ کرنے کے لیے متحدہ محاذ قائم کریں۔ کیونکہ اگر اسلام ہی باقی نہ رہا تو پھر یہاں نہ شیعہ رہیں گے اور نہ ہی سنی۔" [21]

انتخابات میں دینی جماعتوں کی شکست پر "رضاکار" نے لکھا۔

"سنی مذہبی رہنماؤں کی جانب سے انتخابات کے دوران تنگ دلی اور مذہبی تعصب نے اقلیتی فرقوں کو چونکا دیا، اور انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ وہ اپنے ووٹ اس پارٹی کو دیں، جو مذہبی تعصب سے بالاتر ہو۔ چنانچہ بعض شیعوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے۔" [22]

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے نظریاتی کشمکش کے سلسلہ میں لکھا۔

"بدقسمتی سے ہمارے ملک کے بعض سادہ لوح افراد اشتراکیت کو محض غربت، افلاس اور معاشی عدم مساوات دور کرنے کا ایک زود اثر اور سستا نسخہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ فریب نظر ہے۔ اشتراکیت ایک ایسا نظام فکر و عمل ہے، جو اسلام کی عین ضد ہے۔ جس کا مقصد انسانی معاشرے کو خالص مادیت اور الحاد کی بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری نے مادیت کے بطن سے جنم لیا، یوں سرمایہ داری اور اشتراکیت کا مولد ایک ہی ہے۔" [23]

ماہنامہ "میثاق" نے انتخابی عمل کے حوالے سے لکھا۔

"ملک میں جب وقت بھی انتخابی معرکہ آرائی ہو گی تو ہماری دانست کے مطابق مشرقی پاکستان میں مقابلہ مولانا بھاشانی اور شیخ مجیب الرحمٰن میں ہو گا۔ جبکہ مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو اور جماعت اسلامی کے درمیان مقابلہ ہو گا۔"[24]

ماہنامہ "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"ہمیں آج بھی وہی مسائل درپیش ہیں جن سے ہمارے اسلاف کبھی دوچار تھے۔ اسلام و انسانیت کے ازلی دشمن یہود، ہنود اور نصاریٰ نے مغربی جمہوریت اور اشتراکیت کے بعد اسلامی سوشلزم کا روپ دھار لیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی مملکت کی جڑیں کھوکھلی کرکے یہاں بھی لادینیت کو فروغ دیا جائے۔"[25]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے لکھا۔

"قیام پاکستان کے وقت ہر لیڈر اسلام کا نعرہ لگاتا تھا۔ مگر بعد میں کیا ہوا؟ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پھر نااہلی اور نااتفاقی کی وجہ سے مارشل لاء نافذ ہو گیا۔ فحاشی و عریانی کو فروغ ہوا۔ مہنگائی کا عروج اور پھر ہنگامے شروع ہو گئے۔ صدر ایوب رخصت ہوئے تو نظریاتی بحث چل نکلی اور اب اسلام کے مقابلے میں سوشلزم کو اس ملک کا مقدر بنانے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ اہل پاکستان کو اس ساری صورتِ حال کے پیشِ نظر اسلامی قوتوں کا ساتھ دینا چاہیے۔"[26]

□ □ □

سقوطِ ڈھاکہ

سقوطِ ڈھاکہ ۔ ملتِ اسلامیہ کا بہت بڑا سانحہ ہے ۔ دنیا کی سب سے بڑی مملکتِ خداداد پاکستان، جسے اپنوں کی عاقبت نااندیشانہ رویّوں اور بیرونی سازشوں کے ذریعے دولخت کر دیا گیا۔ جبکہ ملتِ اسلامیہ پر ایسا گھاؤ ہے، جو کبھی مندمل ہوتا نظر نہیں آتا۔ سقوطِ ڈھاکہ کے محرکات کیا تھا۔ یہ کیسے رونما ہوا، اور دینی رسائل نے اس اندوہناک حادثے پر کیا ردِعمل ظاہر کیا، وہ درجِ ذیل ہے۔

بریلوی مکتبِ فکر

سقوطِ ڈھاکہ کے روح فرسا واقعے پر ماہنامہ "عرفات" نے لکھا۔

" ہمارے حکمرانوں کی عاقبت نااندیشی نے ہمیں آج وہ دن دیکھنے پر مجبور کر دیا ہے، جس کے دیکھنے سے پہلے ہر مسلمان کا مر جانا ہی بہتر تھا۔ سقوطِ ڈھاکہ سے نہ صرف پاکستانیوں کے وقار کو دھچکا لگا ہے، بلکہ پوری تاریخِ اسلامی کی شاندار اور درخشندہ روایات داغ دار ہو گئی ہیں۔ " [1]

ماہنامہ ضیائے حرم نے سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے لکھا۔

" سقوطِ مشرقی پاکستان نے ہر محبِ وطن پاکستانی کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ایسا سانحہ عظیم، جس کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنوں کی سازشوں اور غداریوں نے یہ سیاہ دن دیکھنے پر مجبور کروایا ہے۔ کاش ملتِ اسلامیہ ایسے المناک حادثے سے دوچار نہ ہوتی۔ " [2]

سقوطِ ڈھاکہ پر عوامی ردِعمل کا تذکرہ ماہنامہ "رضائے مصطفٰے" نے اس طرح کیا ۔

"سقوطِ ڈھاکہ کے متعلق عوام و خواص کی متفقہ رائے ہے کہ پاکستان کو جو سانحہ پیش آیا ہے، وہ شرابی اور زانی قیادت کی شامتِ اعمال سے پیش آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کراچی، پشاور اور دیگر شہروں میں شراب کی دکانیں عوام کے غیظ و غضب کا نشانہ بن گئی تھیں۔ صرف پشاور میں لاکھوں روپے کی شراب بہا دی گئی۔ لاہور میں نکلنے والے جلوس کے ایک کتبہ پر نمایاں الفاظ میں لکھا تھا۔ شرابیوں اور زانیوں کی قیادت مردہ باد"۔ [3]

دیوبندی مکتبِ فکر

سقوطِ ڈھاکہ پر ماہنامہ "البلاغ" نے لکھا۔

"ہندوستان کی فوجیں ڈھاکہ میں داخل ہوگئیں۔ پاکستانی فوج کے اسّی ہزار نوجوانوں نے انڈیا کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ایک ہندوستانی فوجی افسر کو علاقے کا گورنر مقرر کر دیا گیا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جنہوں نے یہ منحوس خبر سننے سے پہلے ہی جامِ شہادت نوش کر لیا تھا۔

سقوطِ بیت المقدس اور سقوطِ غرناطہ کے بعد یہ عالمِ اسلام کا تیسرا بڑا المیہ ہے۔ آج ہر مسلمان کا دل بے چین اور آنکھ اشک بار ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ سب سے بڑا سانحہ ہے جس سے پاکستانی قوم دوچار ہوئی ہے۔" [4]

سقوطِ ڈھاکہ کے اہم کردار شیخ مجیب الرحمٰن کی ہلاکت پر "البلاغ" نے لکھا۔

"وہ شخص جس نے پاکستان کے جسدِ واحد میں علیحدگی کا خنجر گھونپ کر مملکتِ خداداد کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مکافاتِ عمل کے نتیجہ میں آج خود نام نہاد بنگلہ دیش کے عوام ہی نے "سونار بنگلہ" کا خواب دکھانے والے شیخ مجیب الرحمٰن کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے، اور آج کوئی اس کی موت پر دو آنسو تک بہانے والا موجود نہیں ہے۔" [5]

ماہنامہ "الحق" نے سقوطِ ڈھاکہ کے متعلق لکھا۔

"وہ دیکھو ڈھاکہ فتح ہو گیا۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے سانحہ' اسلام کے لحاظ سے نہیں' مگر مسلمانوں کے لحاظ سے دُنیا کی عظیم اسلامی مملکت سرنگوں ہو گئی۔ کیا یہ اسلام کی شکست ہے؟ کیا حق' باطل کے سامنے سپر انداز ہو چکا ہے؟ نہیں۔ ہزار بار نہیں۔ یہ اسلام کی شکست نہیں، بلکہ یہ تو عروج و زوالِ اُمم کے لیے اللہ تعالیٰ کے اٹل قوانین اور سنت اللہ کا ٹھیک ٹھیک ظہور ہے۔" [۶]

شیخ مجیب الرحمٰن کی ہلاکت پر "الحق" نے لکھا۔

"بنگلہ دیش میں خونیں انقلاب آیا اور شیخ مجیب الرحمٰن کو اس کے خاندان سمیت قتل کر دیا گیا۔ یہ انقلاب جو جذباتی نعروں اور خود غرضانہ جدوجہد کے المناک نتائج کا طبعی ردعمل تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اپنے اندر عبرت کے صدہا پہلو لیے ہوئے ہے۔ بنگلہ دیش کا انقلاب شیخ مجیب کی غیر جمہوری پارٹی کا غیر جمہوری ردعمل تھا۔" [۷]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے لکھا۔

"۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء تک پاکستان دُنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک تھا، اور پوری دُنیا میں اس لحاظ سے اس کی اہمیت تھی۔ لیکن اس تاریخ کو جو حادثہ رونما ہوا۔ اس نے جہاں اس منفرد اعزاز کو ہم سے چھین لیا، وہاں ہماری ملی و قومی زندگی پر وہ داغ لگایا، جو بقول شخصے سات سمندروں کے پانی سے بھی نہیں دُھل سکتا۔ خدا کرے موجودہ سال میں ۱۶ دسمبر کے المیہ کی یاد' ہماری غفلت کے پردے دُور کرنے کا باعث بن جائے، اور ہم قومی اور ملی ذمہ داریوں کو محسوس کر سکیں۔" [۸]

اہل حدیث مکتبِ فکر

سانحۂ سقوطِ ڈھاکہ پر "محدث" نے لکھا۔

"مشرقی پاکستان کا المیہ اور سقوطِ ڈھاکہ کا کوئی اور ذمہ دار نہیں ہے۔ یہ غلطیاں' یہ گناہ'

یہ جرائم جن کے ہم مجرم ہیں۔ اس بات کے متقاضی تھے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے۔ شکست سے دوچار ہوتے، اور تیری بے جان مورتیوں کو خدا سمجھنے والے ہندو کے ہاتھوں، جس کے سامنے نہ کوئی نصب العین ہے اور نہ کوئی مقصدِ حیات، ہزیمت سے دوچار ہوتے۔" [9]

شیخ مجیب الرحمٰن کے متعلق "محدث" نے لکھا۔

"۱۴/ اور ۱۵/ اگست ۱۹۷۵ء کی درمیانی شب کو تقریباً ۳ بجے بنگالی میر جعفر اور غدارِ قوم و ملت شیخ مجیب الرحمٰن کو بنگلہ دیش کے فوجیوں نے اہل خانہ سمیت گولیوں سے اڑا دیا۔ پاکستان سے غداری کا بدلہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔" [10]

ہفت روزہ "الاعتصام" نے لکھا۔

"سقوط ڈھاکہ! پاکستان ہی نہیں عالم اسلام کے لیے المناک اور روح فرسا حادثہ ہے۔ ایسا کربناک حادثہ، جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس حادثے پر مسلمانوں کی درخشاں و تابندہ تاریخ داغ دار ہو گئی ہے۔ کاش ہمارے حکمران عاقبت نااندیش نہ ہوتے اور یہ المیہ پاکستانی قوم کا مقدّر نہ بنتا۔" [11]

سقوط ڈھاکہ کے متعلق "اہل حدیث" نے لکھا۔

"۱۶/ دسمبر ہمارے لیے کربلا سے کم نہیں، کہ کربلا میں تو ۷۲ نفوس شہید ہوئے اور اس روز ۷۲ کروڑ مسلمانوں کے دل کٹ گئے۔ ہم دکھی ہیں۔ ہم رنجیدہ ہیں، غمزدہ ہیں، زخمی ہیں۔ یہ زخم اسی وقت مندمل ہوں گے، جب مشرق و مغرب ایک بار پھر اکٹھے ہوں گے۔" [12]

عید الاضحیٰ کے موقع پر "اہل حدیث" نے لکھا۔

"اے عید الاضحیٰ! آج ڈھاکہ کی مسجد بیت المکرم کے نگوں سار مینار اپنی غلامی اور اسیری پر

نوحہ کناں ہیں۔ دشمن جس روز مشرقی پاکستان پر شب خون مار رہا تھا اور مغربی پاکستان کی سرحدوں پر یلغار کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس دن ہم لاہور کی ایک طوائف گائکہ کی رسمِ تاج پوشی میں مصروف تھے۔ سیدالاضحیٰ ہم تجھے کیسے منائیں کہ جس دن پاکستان کے نوّے (۹۰) ہزار فوجیوں کے سر خم ہو چکے تھے۔"[13]

شیعہ مکتب فکر

سقوطِ ڈھاکہ کے متعلق "پیامِ عمل" نے لکھا۔

"ہزاروں سرفروشوں اور جانبازوں کو ایک بد خود غلط قیادت کے زیرِ حکم دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ وہ سب جان باز اب بھارت کی قید میں ہیں۔ یہ سانحہ پاکستان ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے عبرت ناک سانحہ ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سقوطِ ڈھاکہ کے اسباب پر غور کریں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ آپس میں لڑنے جھگڑنے کا کیا حشر ہوتا ہے، اور باقی ماندہ ملک کے تحفظ اور تعاون کے لیے کیا کرنا ہے، اس سلسلہ میں بروقت اقدامات کیے جائیں۔"[14]

ہفت روزہ "رضا کار" نے المیۂ مشرقی پاکستان کے عنوان سے لکھا۔

ہمارے فوجی حکمران عوام کو یہ تسلیاں دیتے رہے کہ وہ بھارتی حملے کا منہ توڑ جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے مکروہ گٹھ جوڑ نے مشرقی محاذ پر ہمیں افسوس ناک فوجی ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ بے چارے سادہ لوح عوام سر پکڑے بیٹھے سوچ رہے ہیں کہ ایک لاکھ پاکستانی فوج، جو دنیا کی بہترین فوج سمجھی جاتی ہے، بھارتی دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر کیسے مجبور ہوئی؟ یہ بات بہت واضح ہے کہ مشرقی پاکستان کی شکست، پاکستان کی جری افواج کی شکست نہیں اور نہ ہی شیر دل پاکستانی عوام کی بلکہ یہ شکست ہماری نااہل قیادت کی شکست ہے۔"[15]

سقوطِ ڈھاکہ کے متعلق "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

" سقوطِ ڈھاکہ ' ایسا روح فرسا المیہ ہے ' جس کے تصور سے سینے میں گھاؤ پڑتے ہیں' اور جس کی وجہ سے نہ صرف پاکستان کے مسلمان بلکہ امتِ مسلمہ خون کے آنسو بہا رہی ہے۔ اس خیال سے دل کانپ جاتا ہے کہ سب سے بڑی مسلم مملکت کی سات کروڑ آبادی کو ہندو جارحیت ہڑپ کر گئی ہے اور ہزاروں نہیں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ بہو اور بیٹیوں کی عصمت لٹ رہی ہے اور بچوں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ چشمِ فلک نے ظلم و استبداد کے بہت کم ایسے بھیانک مناظر دیکھے ہوں گے۔" [16]

ماہنامہ میثاق نے سقوط ڈھاکہ کے متعلق لکھا۔

" یہ ایسا سانحہ ہے' جس پر قلم کچھ لکھنے سے قاصر ہے۔ وطنِ عزیز کی عیاشں اور نااہل قیادت کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو اس ناقابلِ فراموش حادثے اور المیے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔" [17]

سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے ماہنامہ "فیض الاسلام" نے لکھا۔

" ۱۶ دسمبر کو کیا ہوا؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم ذلت و خواری کا قرض چکانے کے لیے ہوشمندی کے ساتھ اپنے آپ کو اور نئی نسل کو تیار کرتے' لیکن کل کی طرح آج بھی ہم خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں' یہ صورت کامیابی و کامرانی کی نہیں' ذلت و پسپائی کا پیش خیمہ ہے۔" [18]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے لکھا ۔

مشرقی پاکستان کا سانحہ ایسا سانحہ ہے' جو ہماری بے غیرتی و بے حسی پر دلالت کرتا ہے۔ ہماری فوجی قیادت نے پاکستانی قوم کو اندھیرے میں رکھ کر ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا۔" [19]

نیشنلائزیشن

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کی انتخابی مہم کے دوران پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے منشور میں وعدہ کیا تھا کہ برسرِاقتدار آنے کے بعد سرمایہ داروں کے استحصال کے خاتمے کیلئے تمام بڑی بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ ۱۹۷۱ء کے آخر میں پاکستان پیپلز پارٹی برسرِاقتدار آئی تو اس نے اپنے انتخابی منشور پر عمل کرتے ہوئے ملک کی بڑی بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا۔ اس فیصلہ پر عملدرآمد کے نتیجہ میں دینی رسائل نے کیا ردعمل ظاہر کیا، یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے "نیشنلائزیشن" کے حوالے سے لکھا۔

"سپوں حکومت کی نیشنلائزیشن کی پالیسی یہ ہے کہ پاکستان میں طبقاتی کشمکش پیدا کردی جائے۔ جو اشتراکی نظام کے نفاذ کی طرف پہلا قدم ہے۔ چنانچہ مزدور اور صنعت کار اور کسان و زمیندار کے تعلق کو اتنا کشیدہ بنا دیا گیا ہے کہ باہمی اعتماد نام کو بھی نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ صنعت کے میدان میں انحطاط اور جمود کی شکل میں ظاہر ہوا ہے، اور زراعت کے میدان میں اسی افراتفری کے باعث پیداوار میں بے پناہ قلت پیدا ہو گئی ہے۔"[1]

"نیشنلائزیشن" کے سلسلہ میں "ضیائے حرم" نے مزید لکھا۔

" حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ کاروبار کے جن شعبوں پر کلیۃً حکومت کا کنٹرول ہے۔ ان کی حالت بڑی ہی ابتر ہے۔ مثال کے طور پر روئی کی تجارت پر غور فرمایئے۔ گذشتہ سال سے حکومت نے اسے

اپنی تحویل میں لیا ہے' اور حال یہ ہے کہ نئی فصل کی تین لاکھ گانٹھیں بھی برآمد نہیں ہو سکیں ۔" [۲]

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے لکھا ۔

" قومی اسمبلی کے نائب قائد ایوان اور مرکزی وزیر صحت شیخ محمد رشید نے بڑی صنعتوں اور دیگر اداروں کو قومی ملکیت میں لینے کے اقدامات کو درست قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ نیشنلائزیشن کے نتیجہ میں ملک میں انقلاب برپا ہوگا۔ غریبوں کی غربت دور ہوگی اور وہ دولت جو چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی' اب عوام میں وسائل کی فراہمی کے نتیجہ میں خوشحالی آئے گی ۔" [۳]

نجی سیکٹر پر حکومتی کنڑول پر "الاعتصام" نے لکھا ۔

" بڑی بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے کے بعد اب فلور ملوں' رائس ملوں اور جننگ فیکٹریوں کو بھی قومی تحویل میں لے لیا گیا ہے ۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے' اسلام اس امر کی قطعی اجازت نہیں دیتا کہ اس طرح لوگوں کے جائز اور حلال کاروبار کو قومیا لیا جائے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام میں تاجروں اور صنعت کاروں کو مغربی سرمایہ داری کی طرح لامحدود خود مختاری حاصل نہیں بلکہ ان کے لیے حدود اور ضابطے ہیں' جن کی پابندی بحیثیت مسلمان ضروری ہے ۔ یہ بات بھی قابلِ تسلیم ہے کہ زیر بحث کارخانوں کے بہت سے مالکان اسلامی ضابطوں اور ہدایات کا خیال نہیں رکھتے ، اور انہوں نے ہر قیمت اور ہر صورت میں پیسہ کمانے ہی کو مقصود بنا رکھا ہے ۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اسلام میں نیشنلائزیشن جیسے اقدام کی اجازت محلِ نظر ہے ۔" [۴]

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے نیشنلائزیشن کے متعلق لکھا ۔

"پاکستان کی موجودہ حکومت کی معاشی پالیسیوں کا بنیادی عنصر بتدریج ذرائع پیداوار کو قومی تحویل میں لینا ہے۔ سب سے پہلے بنیادی صنعتوں کو قومی تحویل میں لیا گیا، پھر گھی ملیں اور اب بنک قومیائے گئے ہیں۔ اصولی طور پر یہ پالیسی سوشلسٹ طرز معیشت کی پالیسی ہے۔ ہماری حکومت اگر سرمایہ داری کے ناکام تجربے کے بعد ایک اور ناکام تجربہ سے بچنا چاہتی ہے تو سوشلسٹ اصولوں پر چل کر صنعتوں اور بنکوں کو قومی تحویل میں لینے کو اپنی منزل نہ سمجھے، بلکہ اسلامی اصولِ اقتصاد کو نافذ کرنے کی تدبیر کرے۔" ۵

قومی ملکیت کے سلسلہ میں "اہل حدیث" نے مزید لکھا۔

"وزیراعظم بھٹو نے ۱۷ر جولائی کو قوم کے نام خطاب میں اعلان کیا کہ فلور اور جننگ ملوں اور دھان چھڑنے والے کارخانوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا ہے۔ قومی تحویل میں لیے گئے کارخانوں کے ملازمین کو ملازمت پر بحال رکھا جائے گا۔ وفاقی حکومت رائس ملنگ کارپوریشن قائم کرے گی۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ اقدام کئی وجوہ سے محلِ نظر ہے۔ نرم سے نرم الفاظ استعمال کریں تو حکومت کا یہ اقدام عاجلانہ بھی ہے اور غیرادانشمندانہ بھی ہے۔" ۶

شیعہ مکتب فکر

ہفت روزہ "رضاکار" نے بھٹو حکومت کی جانب سے "دس بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے کی خبر اور بھٹو کی تقریر کے متن کو من وعن شائع کردیا ہے۔ اس اہم ملکی مسئلہ پر "رضاکار" نے فوری طور پر کسی قسم کا ردِ عمل ظاہر کرنے سے احتراز کیا ہے۔ ۸ر جنوری ۷۲ء کے شمارے میں خبر کی سرخی اس طرح ہے۔ "دس بڑی صنعتیں قومی تحویل میں لے لی گئیں۔" ۷

□ □ □

مسئلہ ختمِ نبوت

مسئلہ ختم نبوت، دینی رسائل کے لیے ہمیشہ حساس مسئلہ رہا ہے۔ جب سے یہ مسئلہ شروع ہوا ہے، دینی رسائل اور مذہبی رہنماؤں نے ہمیشہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کی ہیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت ہو یا ۱۹۷۴ء کو برپا ہونے والی ختم نبوت تحریک ہو، دینی رسائل نے ہمیشہ بھرپور انداز میں لکھا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے حوالے سے "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قادیانیوں کے حملے کے نتیجہ میں ملک بھر میں جاری احتجاج کے حوالے سے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قوم سے اپنے نشری خطاب میں کہا ہے کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا فیصلہ تنہا نہیں کر سکتا۔ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ بھٹو نے واضح انداز میں کہا کہ۔ ختمِ نبوت پر میرا محکم ایمان ہے۔ اسی پر زندہ ہوں اور رہوں گا۔ جو شخص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا، وہ میرے نزدیک کافر ہے۔" [1]

قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیئے جانے پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" قادیانیت کے مسئلے پر مسٹر بھٹو نے حزبِ اختلاف کے رہنماؤں کے صحیح موقف اور ملتِ اسلامیہ کے متفقہ مطالبے کو تسلیم کر کے اپنے اشتراکی دوستوں کی بڑی حد تک حوصلہ شکنی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح سمت

میں قدم اٹھا کر انہوں نے اپنی قوم کے دِل جیت لیے ہیں۔ ان کے وقار، اثر و نفوذ اور احترام میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ اس سے صرف ان کی ذات کو نہیں، بلکہ پاکستان کے استحکام کو عدیم النظیر فائدہ پہنچا ہے۔ خدا کرے وہ ہمیشہ جادہ مستقیم پر گامزن رہیں۔" [۲]

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ نے آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر لکھا۔

"آزاد کشمیر کی مجلس قانون ساز کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر پاکستانی حکمرانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں پاکستان کو بھی اس نوعیت کا فیصلہ کرنا چاہیے۔" [۳]

دیوبندی مکتب فکر

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر "البلاغ" نے لکھا۔

"۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن پاکستان بلکہ اسلام کی تاریخ میں ایک یادگار دن شمار ہوگا۔ اس مبارک دن اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی قومی اسمبلی سے وہ سنگین اور نازک مسئلہ طے کروا دیا۔ جس نے ۹۰ سال سے عالم اسلام کو تشویش اور اضطراب میں مبتلا کیا ہوا تھا۔" [۴]

قادیانی مسئلہ حل ہونے کے بعد "البلاغ" نے لکھا۔

"قادیانیت کا دائرہ جس قدر پاکستان کے اندر ہے، شاید اتنا ہی باہر بھی ہے۔ اس لیے اس مذہب کے پیروکار بستی بستی یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اس غرض کے لیے واقعات کی بالکل من گھڑت تصویریں کھینچی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت کو سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔" [۵]

ماہنامہ "الحق" نے قادیانیت کے ضمن میں لکھا۔

"شراب اُم الخبائث ہے، مگر قادیانیت پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے اس سے ہزار درجہ اخبث الخبائث

ہے۔ وہ اعمال کی دشمن ہے، مگر یہ عقائد کی موت، وہ جان لیوا یہ ایمان سوز۔ اس لیے شراب کی طرح اولین فرصت میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی لگادینی چاہیے۔" ۶ ؎

قادیانیوں کے بارے میں "الحق" نے مزید لکھا۔

" قادیانیوں کے سلسلہ میں حال ہی میں مکہ مکرمہ سے عالمی اسلامی تنظیموں کی متفقہ قرارداد کی شکل میں جو آواز اٹھی ہے۔ وہ قادیانیت کے بارے میں پورے عالم اسلام کے متفقہ اور تازہ اجماع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں شاہ فیصل اور رابطہ عالم اسلامی کی مساعی قابل تحسین ہے۔" ۷ ؎

"الحق" نے اقلیتی فرقہ قادیانیت کے متعلق لکھا۔

" پاکستانی پارلیمنٹ کا قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دینے کے بعد اردن، پھر ابوظہبی اور اب حکومت ملائشیا نے بھی قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ مہرعربی کے باغیوں پر چودھویں صدی کے خود ساختہ مسیح دجال پر خدا کی زمین تنگ ہو رہی ہے۔" ۸ ؎

ہفت روزہ "خدام الدین" نے ایک سول جج کے فیصلے کے متعلق لکھا۔

" جیمس آباد کے سول جج شیخ محمد رفیق گوریجہ نے ایک لڑکی کی طرف سے تنسیخ نکاح کے ایک مقدمہ کا فیصلہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔ اس سے پہلے بھی دو تاریخی فیصلے قادیانیوں کے خلاف ہو چکے ہیں۔" ۹ ؎

امتناع قادیانیت آرڈی ننس کے متعلق "خدام الدین" نے لکھا۔

" صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے قادیانیت کے متعلق ایک ایسا آرڈی ننس نافذ کر دیا ہے، جس سے قانونی اور آئینی طور پر قادیانیت کے سلسلہ میں اکثر و بیشتر سوراخ بند ہو گئے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ کلیدی اسامیوں سے بھی قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔" ۱۰ ؎

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے قادیانیوں کے متعلق قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد لکھا۔

"قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ لیکن ملک میں اس کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ ربوہ ان کی ریاست، ویسے ہی قائم ہے، جیسے پہلے تھی۔ کلیدی اسامیوں پر ان کا ویسے ہی تسلط ہے، جیسے پہلے تھا۔ ہماری عبادت گاہوں کے نام پر وہ ویسے ہی اپنی عبادتوں کے نام رکھ رہے ہیں۔ موجودہ صورت میں قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ غیرموثر ہوکر رہ گیا ہے۔" [11]

ہفت روزہ "الاعتصام" نے قادیانیت کے حوالے سے لکھا۔

"بین الاقوامی سیرت کانگرس کے موقع پر جو مختلف قراردادیں منظور کی گئیں، ان میں ایک قرارداد یہ بھی ہے کہ حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار تو دے دیا ہے۔ لیکن اس فیصلے کے منطقی نتائج سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جن اقدامات کی ضرورت ہے، انہیں بروئے کار لانے میں حکومت ابھی متامل دکھائی دے رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی اس فیصلے کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔" [12]

آئینی ترمیم کی وضاحت کے سلسلہ میں "الاعتصام" نے لکھا۔

"صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی طرف سے قادیانیوں کے متعلق آئینی ترمیم کی وضاحت کے لیے نیا صدارتی حکم نامہ جاری ہوا ہے، جس کے مطابق مرزائی لاہوری اور مرزائی قادیانی دونوں ہی غیرمسلم ہیں، دونوں گروہوں کے لیے آئینی وقانونی احکامات یکساں طور پر نافذالعمل ہیں۔" [13]

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے ایک سول جج کا فیصلہ درج کیا ہے۔

"۲۰ فروری ۱۹۷۲ء کو رحیم یار خاں کے سول جج چوہدری محمد نسیم نے اپنے فیصلہ میں

اُمتِ مرزائیہ کو اسلام سے خارج ایک الگ اُمت قرار دیا ہے ۔ اس لیے انہیں اذان دینے، تبلیغ کرنے اور عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" ۱۴ے

امتناع قادیانیت آرڈی ننس کے متعلق "اہل حدیث" نے لکھا ۔

" جنرل ضیاء الحق نے ۲۴/ اپریل ۱۹۸۴ء کو ہلٹن ہوٹل لاہور میں ایک مجلسِ مذاکرہ سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ۔ قادیانیوں پر پابندی لگادی گئی ہے کہ وہ پاکستان کے اندر اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ نہیں کر سکتے، نہ ہی کسی شخص کو اپنے عقائد قبول کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے والے، ان کے اخبارات اور کتابیں ضبط کرلی جائیں گی اور سخت کارروائی کی جائے گی۔" ۱۵ے

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے لکھا ۔

" چونکہ شیعہ ہمیشہ سے قادیانیوں کو ان کے کافرانہ عقیدہ کی بناء پر نجس جانتے تھے، اور ان سے معاشرت منقطع کر رکھی تھی ۔ اس لیے اسمبلی کے باہر اس ملک گیر تحریک میں تمام شیعہ مقررین اور ذاکرین نے شب و روز کام کیا، کیونکہ شیعہ سنی عقائد کا مرکزی نقطہ "ختم نبوت" ہے ۔" ۱۶ے

ہفت روزہ "رضاکار" نے لکھا ۔

" قادیانیوں کی جماعتِ احمدیہ ضلع لائلپور (فیصل آباد) کے امیر محمد احمد ایڈووکیٹ نے اعتراف کیا ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ہم نے پیپلز پارٹی سے باقاعدہ سیاسی معاہدہ کیا تھا جس کے نتیجہ میں ہمارے پانچ افراد صوبائی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوگئے ۔ اس خبر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانی کس طرح مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں میں نقب لگاکر مذموم مقاصد حاصل کرنے میں مصروف ہیں ۔" ۱۷ے

ختم نبوت کے حوالے سے "ترجمان القرآن" نے لکھا ۔

"مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کے بارے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے حال ہی میں جو متفقہ فیصلہ کیا ہے، اس پر لفظ "فیصلہ" کا اطلاق صحیح نہیں ۔ یہ تو مسلم قوم کے عقیدہ داعیان کا ان نمائندوں کی طرف سے ایوانِ حکومت کے اندر برملا اظہار ہے، کیونکہ اسی عقیدہ پر ایمان لاکر ہی کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے ۔" [۱۸]

قادیانیت کے متعلق ڈاکٹر اسرار احمد نے "میثاق" میں لکھا ۔

"قادیانیوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ اپنی نماز و کلمہ سے روکا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح راہ تو یہ ہے کہ قادیانی جھوٹے نبی کی پیروی چھوڑ کر دوبارہ اُمتِ محمدیہ میں شامل ہوجائیں۔ یا پھر خود کو دل سے غیر مسلم اقلیت تسلیم کرکے دعوت و تبلیغ کا رُخ غیر مسلم ممالک کی طرف موڑ دیں۔" [۱۹]

ماہنامہ "فیض الاسلام" نے لکھا ۔

"قادیانیوں کو قومی اسمبلی سے غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے بعد حکومت کا فرض ہے کہ اس فیصلہ کو صرف کاغذوں تک محدود نہ رکھے بلکہ اس فیصلہ پر عملدرآمد کروائے ۔" [۲۰]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے لکھا ۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد ان کی تبلیغ اور نشرواشاعت پر پابندی عائد نہ ہونے کی وجہ سے قومی اسمبلی کا فیصلہ زیادہ مؤثر محسوس نہیں ہوتا۔ اس لیے حکومت کی جانب سے ایسا قانون بنایا جائے کہ قادیانی، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے قادیانیت کی تبلیغ نہ کریں ۔" [۲۱]

تحریکِ نظامِ مُصطفےٰ

مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں اپوزیشن کی جانب سے انتخابی نتائج میں دھاندلیوں کے الزام میں احتجاجی تحریک شروع کی گئی۔ اپوزیشن میں ملک کی سبھی دینی سیاسی جماعتیں شامل تھیں۔ اس لیے اس احتجاجی تحریک کو "نظام مصطفےٰ تحریک" کا نام دے دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں اس تحریک کو ملک کے عام مذہبی طبقے کی تائید اور حمایت حاصل ہو گئی۔ ہر روز ملک کے چھوٹے بڑے شہروں میں مساجد سے احتجاجی جلوسوں کا آغاز کیا جاتا اور گرفتاریاں پیش کی جاتیں۔ اس تحریک کے متعلق دینی رسائل نے کیا لکھا، اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

آہ! تحریک نظام مصطفےٰ کے عنوان سے رضائے مصطفےٰ نے لکھا۔

"پانچ سال کا قیمتی وقت اور بہترین موقع کارآمد بنانے کی بجائے بحث بازی اور دفع الوقتی میں ضائع کر دیا گیا۔ پیر پگاڑا اور ایر مارشل اصغر خان نے تحریک نظام مصطفےٰ کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ پیر پگاڑا نے تحریک کے دوران ہی غیر سنجیدہ رویہ اپنا لیا تھا، جس کی وجہ سے تحریک کے لیے سرگرم رہنماؤں اور عام کارکنوں کو سخت مایوسی ہوئی تھی۔ تحریک نظام مصطفےٰ کے بعد اب ان لیڈروں نے جمعیت علمار پاکستان کے رہنماؤں کے ساتھ اتحاد کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ اس سے خدشہ ہے کہ جمعیت علمار پاکستان کو یہ حضرات اس کے بنیادی مقصد ہی سے نہ ہٹا دیں۔" [1]

دیوبندی مکتب فکر

ہفت روزہ خدام الدین نے تحریک نظام مصطفےٰ کے متعلق لکھا۔

"نظام مصطفےٰ کے لیے جن آنکھوں کے چراغ گل ہوئے۔ جن ماؤں کی گودوں سے اُن کے جگر کے ٹکڑے چھین لیے گئے، اُن عظیم ماؤں کو بشارت دے دو کہ اُن کے بچے آغوشِ مہدیؑ میں پل رہے ہیں۔ جس عظیم نظامِ حیات کے لیے یہ لہو بہہ رہا ہے۔ جس مقصدِ عظیم کے حصول کے لیے وطن کی شاہراہیں لالہ زار بن رہی ہیں۔ رب ذوالجلال کی قسم! وہ نظام آکر رہے گا، اور ظالم اپنے ظلم سمیت تباہ ہو کر رہے گا۔" [۲]

اہل حدیث مکتب فکر

تحریک نظام مصطفےٰ کے نتائج کے حوالے سے ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا۔

"ایک آمر و جابر حکمران کے خلاف چلائی جانے والی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو چکی ہے۔ لیکن یہ کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ مارشل لاء حکومت، جو اسلامی نظام کے قیام کے لیے قومی اتحاد کی جماعتوں سے تعاون کی طلبگار رہی، خود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ پیر پگاڑا اور ایئرمارشل اصغرخاں کے غیر ذمہ دارانہ بیانات نے پاکستان قومی اتحاد کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔" [۲]

شیعہ مکتب فکر

تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران "رضاکار" نے لکھا۔

"تحریک نظام مصطفےٰ، اس وقت اپنے عروج پر ہے۔ حکومت کے خلاف عوامی احتجاج کا سلسلہ

جاری ہے۔ پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں سے شیعہ اثنا عشریہ نے جو مطالبات کیے ہیں وہ یہ ہیں۔
پاکستان قومی اتحاد کی حکومت بننے کے نتیجہ میں اسلامی نظریاتی کونسل میں مناسب نمائندگی دی جائے۔ شیعہ طلبہ کے لیے علیحدہ دینیات رائج کی جائے۔ شیعہ اور سنی کے لیے علیحدہ علیحدہ پرسنل لاء رائج کیے جائیں۔ قرآن و سنت کی وہ تعبیر تسلیم کی جائے جو اسی فرقے کی نزدیک مسلّم ہو۔" ۴

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "میثاق" نے تحریک نظام مصطفےٰ کے متعلق لکھا۔

"حکومت کے خلاف موجودہ احتجاجی تحریک کے دو خوش کن پہلو ہیں۔ پہلا تو یہ کہ اس تحریک میں عوام کو ابھارنے اور ہر قسم کی قربانی دینے پر آمادہ کرنے والا جذبہ مذہب ہے۔ جس سے تحریک پاکستان جیسا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ ایک مرتبہ پھر واضح ہو گیا ہے کہ پاکستان میں اسلام کی جڑیں کتنی گہری ہیں اور علماء کو معاشرے میں کس قدر اثر و نفوذ حاصل ہے۔ پاکستان میں بسنے والے عوام مردہ ضمیر نہیں ہیں، بقول اقبال ؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔" ۵

ماہنامہ "میثاق" نے سیاسی پس منظر میں لکھا۔

"تحریک نظام مصطفےٰ روز بروز وسعت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ لیکن یہ امر تشویشناک ہے کہ اس تحریک میں اب مذہبی کی بجائے سیاسی رنگ زیادہ غالب آنے لگا ہے۔ تحریک کے رہنماؤں کو اس کا فوری نوٹس لینا چاہیے، ورنہ تحریک ان کے ہاتھوں سے نکل کر سیاست کے غارتگروں کی نذر ہو سکتی ہے۔" ۶

□ □ □

اسلامائزیشن

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سرکاری سطح پر اسلامی نظام کے لیے عملی اقدامات جنرل محمد ضیاء الحق کے دور اقتدار میں ہوئے۔ حکومتی سطح پر، خود صدر مملکت کی جانب سے بڑے کھلے اور واضح انداز میں اسلامی نظام کی تائید و حمایت کی جاتی رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ گیارہ برس کے طویل عرصہ میں اس ساری کوشش اور جدوجہد سے ملک اور قوم ثمربار ہوئے یا معاملہ رجعت قہقہری والا ہوا۔ اس سلسلہ میں منتخب دینی رسائل کی کیا رائے ہے، وہ پیش کی جا رہی ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "عرفات" نے اسلامائزیشن کے حوالے سے لکھا۔

"۲۲، مارچ ۱۹۸۱ء کے اخبارات میں شائع شدہ خبر ہمارے لیے انتہائی صدمے اور حیرت کا باعث بنی ہے کہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے حکومت کے نافذ کردہ حدود آرڈی ننس مجریہ ۱۹۷۹ء حد رجم کو اسلامی احکام کے منافی قرار دیا ہے اور حکومت کو ہدایت کی ہے کہ ۳۱ جولائی ۸۱ء تک اس آرڈی ننس میں ترمیم کرے۔ ہم واشگاف الفاظ میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ شرعی عدالت کا یہ فیصلہ شریعت اسلامی کے صریحاً خلاف ہے۔ کیونکہ اس حد کا نفاذ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوا تھا۔ یہ بڑی الم انگیز بات ہے کہ جن لوگوں کو پاکستان میں اسلامی قوانین کی تنفیذ کی ذمہ داری سونپی گئی، وہی ایسے غلط فیصلے کرنے لگیں۔" [1]

[بعدازاں سپریم کورٹ آف پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر حدود آرڈی ننس کو بحال رکھا]

نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں "عرفات" نے لکھا۔

"نفاذِ شریعت کا المیہ یہ ہے کہ وہ جنرل ضیاء الحق کے ہاتھوں ایسے وقت میں نافذ ہوا ہے، جب شکوک و شبہات اور بے اعتمادی کے سائے گہرے ہو چکے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق جو کچھ کر سکتے تھے، وہ انہوں نے کیا یا نہیں کر پائے، یہ درست ہے۔ جنرل ضیاء الحق کی ذات، ان کی صفات اور حرکات و سکنات کو ایک طرف رکھیئے اور ان کے نافذ کردہ شریعت آرڈی نینس کا جائزہ لیجئے تو واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا گیا ہے، جو اس سے پہلے نہیں اٹھایا جا سکا۔ یہ شریعت آرڈی نینس خواہشات کے مقابلے میں مختصر ہے، آرزوؤں سے کم تر ہے۔ لیکن پھر بھی یہ بہت بڑا اقدام ہے۔" [2]

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"پاکستان کے حاکم اعلیٰ جنرل محمد ضیاء الحق نے نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے یہ مثبت قدم اٹھایا ہے کہ آئندہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ ہر اُس قانون کو کالعدم قرار دے دے، جو کتاب و سنت کے منافی ہو۔ ہمارے کان ایسی باتیں سُننے کو ترس گئے تھے۔ ساری قوم تہہ دل سے جنرل صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ انہوں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے۔" [3]

نفاذِ شریعت کے ضمن میں "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"صدرِ محترم نے شریعت آرڈی نینس کا اعلان کر دیا ہے۔ وہ جماعتیں جو اسلام سے دلی وابستگی رکھتی ہیں۔ اُن کے پاس اس بات کا کوئی جواز نہیں کہ اس اعلان کی بھرپور حمایت نہ کریں۔ اگر دینی جماعتوں نے صدر ضیاء کے اس اعلان پر مثبت ردِ عمل ظاہر نہ کیا تو پھر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی قوم ایسا زریں موقع ضائع کر دیتی ہے تو پھر صدیوں پچھتایا کرتی ہے، تب کہیں جا کر توبہ کا دروازہ کھلتا ہے۔" [4]

ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا۔

"گذشتہ دنوں صدر مملکت نے حیا باختہ ایکٹرسوں اور ایکٹروں سے ملاقات فرما کر ان کی کمال عزت افزائی فرمائی، اور ان میں سے بالخصوص "ملکہ جہنم" کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ جو "مبلغ اسلام" صدر مملکت کے شایانِ شان نہیں۔ ایکٹرسوں کے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں اتنا کٹر آدمی نہیں ہوں۔ ہماری گذارش ہے کہ صدر صاحب اسلامی تعلیمات پر عمل کرانے میں اتنے کٹر نہیں تو پھر اپنی اسلام پر اس قدر زور دینے اور وعظ فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟" ۵

نفاذ شریعت کے حوالے سے "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا۔

"محض سستی شہرت کے حصول اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی کوشش میں اسلام کا نام استعمال کرتے ہوئے یہ مقتدر شخصیت نے ایک مرتبہ پھر "شریعت آرڈیننس" کے نام سے قوم کو بہلانے کی کوشش کی ہے۔ اخبارات نے یہ شہ سرخی جمائی ہے کہ "ملک میں شریعت نافذ کر دی گئی"۔
نہ کوئی شرعی حد قائم ہوئی۔ نہ کسی برائی کا انسداد کیا گیا۔ نہ انگریزی ورثہ کے مروجہ باطل نظام میں کوئی تبدیلی آئی اور اس کے باوجود شریعت نافذ کر دی گئی ہے؟" ۶

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "البلاغ" نے اسلامائزیشن کے حوالے سے لکھا۔

"صدر مملکت کے ان اعلانات (عدالتوں کو غیر اسلامی قوانین منسوخ کرنے کا اختیار، حدود شرعیہ کا نفاذ اور زکوٰۃ وعشر کا نفاذ) کو پوری قوم نے ذوق شوق سے سنا اور ملک بھر میں اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ لیکن اس موقع پر ہمیں اندیشہ یہ ہے کہ اگر اعلان کردہ اقدامات میں موجود نقائص کو دور نہ کیا گیا، تو

ان پُرمسرت اعلانات کے حقیقی فوائد و ثمرات حاصل نہیں ہو سکیں گے ۔" ؎

"البلاغ" نے رقص و سرود کے سلسلہ میں لکھا ۔

" اخباری اطلاعات کے مطابق بازارِ حُسن کی نمائندہ تنظیم اور پولیس کے درمیان مذاکرات کے نتیجے میں بازارِ حُسن میں ناچ گانا پھر شروع ہو گیا ہے ۔ اگر اسلام کا نام لینے والی حکومت، رقص و سرود کے تباہ کن کاروبار کو بچانے کے لیے اقدامات کرتی ہے تو پھر ایسی حکومت کو اسلامی نظام کے نفاذ کے دعوے اور وعدے کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ۔" ؎

شریعت آرڈی ننس کے حوالے سے "البلاغ" نے لکھا ۔

" شریعت آرڈی ننس کے نفاذ کے ساتھ ہی اس کے متعلق دو انتہا پسند آراء سامنے آرہی ہیں ۔ پسند اور ناپسندی کے مقابلے میں جاری رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس ایک آرڈی ننس سے پوری شریعت نافذ ہو جائے گی یا ملک سے سارے غیر اسلامی قوانین ختم ہو جائیں گے تو یہ ایک شدید قسم کی غلط فہمی ہو گی ۔ واقعہ یہ ہے کہ اس آرڈی ننس میں کچھ خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ہیں ۔" ؎۹

ماہنامہ "الحق" نے اسلامائزیشن کے سلسلہ میں لکھا ۔

" نئے ہجری سال کا آغاز اس لحاظ سے بے حد مبارک ثابت ہوا کہ اس دن صدرِ مملکت نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں چند انتہائی اہم اور بنیادی اقدامات کا اعلان کیا ہے ۔ یہ بات قابلِ تحسین ہے کہ ملتِ پاکستان مدتوں سے جس نظام کی منتظر تھی، اس کی کچھ کرنیں ان اقدامات کے نتیجہ میں نظر آرہی ہیں ۔" ؎۱۰

اسلامی قوانین پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے "الحق" نے لکھا ۔

"موجودہ حکومت اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلانات تو بڑے شد و مد سے کر رہی ہے ۔ مگر نفاذِ اسلام کی جانب پیشرفت انتہائی مایوس کن ہے ۔ حکومت کو اپنے وعدوں کا کچھ تو پاس کرنا چاہیے ۔" ؎۱۱

ہفت روزہ "خدام الدین" نے اسلامائزیشن کے سلسلہ میں لکھا۔

"یکم محرم الحرام کو صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے چند اقدامات کا اعلان کیا ہے، وہ بحیثیت مجموعی پورے ملک کے لیے نہایت اُمید افزا اور مسرت انگیز ہیں۔ اگر ان اقدامات پر صحیح طریقے سے عمل ہو گیا تو یہ اقدامات ان شاء اللہ ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کیلئے اہم پیش رفت ہوں گے۔" [12]

صدر ضیاء الحق کے دعووں پر تنقید کرتے ہوئے "خدام الدین" نے لکھا۔

" صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کہا ہے کہ گذشتہ دس سالوں میں یہاں اسلام کے لیے اتنا کام ہوا ہے، جتنا گذشتہ تیس سال میں بھی نہیں ہوا تھا۔ صدرِ محترم کے دعوے سے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو چکا ہے۔ قوم شریعت کی بہاریں لوٹ رہی ہے۔ دودھ کی نہریں اور شہد کے دریا بہہ رہے ہیں۔۔۔ اے کاش! ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو صدر صاحب اسلام کا نام لے کر اقتدار پر قبضہ نہ کیا ہوتا، اور قوم اس دھوکہ میں مبتلا نہ ہوتی کہ وہ تحریک نظام مصطفےٰ کے خواب کی تعبیر بن کر آئے ہیں۔ اب بہت کچھ ہو چکا ہے۔ بہتر ہے جنرل محمد ضیاء الحق اور جونیجو حکومت، اور جو چاہے کریں، مگر اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں، تاکہ دُنیا یہ نہ کہے کہ یہ ہیں اسلام کے دعویدار۔" [13]

اہل حدیث مکتب فکر

ہفت روزہ "الاعتصام" نے لکھا۔

" جنرل محمد ضیاء الحق نے عدالتوں کو قرآن و سنت کے منافی قوانین کو کالعدم قرار دینے کا اختیار دے کر بلاشبہ اسلامی نظام کے نفاذ کا راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام غیر اسلامی رسم و رواج کو بھی ختم کیا جائے۔" [14]

اسلامائزیشن کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے "الاعتصام" نے لکھا۔

" جنرل ضیاء الحق کے متعلق لوگوں کا پختہ خیال تھا کہ یہ شخص ضرور اپنے پیشرو حکمرانوں سے مختلف اور قول و عمل کے تضاد سے پاک ہوگا' اور کچھ سنہری کارنامے انجام دے گا۔ لیکن افسوس صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی ذاتی شرافت و کردار کے باوجود جہاں تک ملکی مسائل' عوامی مشکلات اور اسلامی نظام کے قیام کا تعلق ہے' یہ دور بھی سخت ناکام رہا ہے۔ عوام سخت مضطرب ہیں' پریشان ہیں۔ سرکاری اداروں اور اہلکاروں سے سخت نالاں ہیں۔ جرائم میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ رشوت کے بغیر کسی کام کا تصور بھی ممکن نہیں۔ بے حیائی کا ایک طوفان ہے' جو امڈا آرہا ہے جس کے سامنے بند باندھنے کی کسی کو فکر نہیں ہے۔" ۱۵ے

شریعت آرڈی ننس کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا۔

" جنرل ضیاء الحق نے شریعت آرڈی ننس کا اعلان کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں شریعت کی بالادستی' شریعت اسلامی' پاکستان میں اعلیٰ ترین سرچشمۂ قانون اور مملکت کی حکمت عملی کی ترتیب میں سب سے بالاتر ہوگی۔ قوانین کی تعبیر شریعت کی روشنی میں کی جائے گی۔ ہم اس اعلان پر اعتماد کرتے ہیں کہ آپ نے جو سنایا ہے' وہ ٹھیک ہی سنایا ہے۔ لیکن بات سنانے اور سن لینے سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا۔ جو سنایا ہے' وہ کرکے دکھا بھی دیجئے۔" ۱۶ے

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے اسلامائزیشن کی کوششوں کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے لکھا۔

" موجودہ حکومت' اسلام اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ

اپنے اختلافات ختم کر کے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور حکومت کی مساعی جمیلہ میں ہاتھ بٹائیں ۔" ۱۷؎

"پیام عمل" نے شیعہ سنی قوانین کے سلسلہ میں لکھا ۔

" شرعی قوانین کی بالادستی اور نفاذ کے لیے شیعہ سنی فقہا کو ایک جگہ بٹھا کر ان کے مسلک و مذہب کے مطابق قوانین نافذ کیے جائیں ۔ آخر برصغیر میں وقف، ہبہ، میراث، نکاح طلاق، جیسے قوانین شیعہ سنی فقہ کے مطابق ڈیڑھ سو برس تک نافذ العمل تھیں اور کبھی فساد نہیں ہوا ۔" ۱۸؎

ہفت روزہ "رضاکار" نے اسلامائزیشن کے ضمن میں لکھا ۔

" پاکستان میں نافذ ہونے والا اسلامی آئین صرف اسی صورت میں اسلامی آئین کہلانے کا حقدار ہو سکتا ہے ۔ جب اس آئین کو وضع کرتے وقت دو عظیم مکتبہ ہائے فکر شیعہ و سنی کے نقطۂ نظر کو پیش نظر رکھا جائے ، کیونکہ پاکستان حنفی سٹیٹ نہیں ، بلکہ اسلامی سٹیٹ ہے ۔ اس لیے کہ اس ملک کو شیعہ اور سنی دونوں نے مل کر بنایا تھا ۔" ۱۹؎

زکوٰۃ سے استثنیٰ پر "رضاکار" نے لکھا ۔

" صدر ضیاء الحق نے ایک آرڈیننس کے ذریعے شیعوں کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے ۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت ملکی بینکوں کو بھی ہدایت کرے کہ وہ ہر سال ڈیکلریشن داخل کرانے کا تقاضا نہ کریں ، اور ایک ہی بار جو ڈیکلریشن کروا دیا جائے تو اسے ہمیشہ کے لیے کافی سمجھا جائے ۔" ۲۰؎

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ ترجمان القرآن نے اسلامائزیشن کے سلسلہ میں لکھا ۔

" محترم جنرل محمد ضیاء الحق کے اعلامیہ محرم ۔ شرعی قوانین ، غیر سودی بینکاری اور عدالتوں کے ساتھ شریعت

بنیوں کے قیام کے بڑے بڑے فیصلوں کو ایک طرف رکھ کر، اگر صرف دفاتر میں اقامتِ صلوٰۃ کے حکم کے اثرات کو دیکھا جائے تو غلبۂ اسلام کی امیدوں کا ایک کشادہ راستہ دکھائی دینے لگتا ہے۔" [۲۱]

اسلامائزیشن کے سست عمل پر نکتہ چینی کرتے ہوئے "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"جناب ضیاء الحق نے مکمل اختیارات کے ساتھ نفاذِ اسلام کا جو کام کیا ہے۔ اس کے اجراء الگ الگ کر کے جو قیمت لوگ لگاتے ہیں، وہ بعض وجوہ کی بناء پر آہستہ آہستہ ختم ہو گئی اور آخر میں تو لوگوں کی امیدوں کے خواب اس حد تک پریشان ہوئے کہ مایوس لوگوں نے یہاں تک سوچا کہ "جو یا للہ ٹوراہی بھلا" ۔ اور اسی طرح لادینیت پسندوں کے لیے میدان اور زیادہ ہموار ہو گیا ہے۔" [۲۲]

ماہنامہ "میثاق" نے لکھا۔

"آج کل ہمارے ملک کے طول و عرض میں نفاذِ شریعت آرڈی نینس مجریہ ۱۵ / جون ۱۹۸۸ء موضوع بحث و نزاع بنا ہوا ہے۔ اس آرڈی نینس کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم اس کو شریعت کی جانب مزید ایک پیشرفت سمجھتے ہیں۔ اگرچہ یہ آرڈی نینس بے سروپا اور کئی لحاظ سے ناقص ہے۔" [۲۳]

ماہنامہ "ضیفِ الاسلام" نے لکھا۔

"ہم عوام کو مطمئن کرنے کے لیے سالہا سال سے اسلام کی رٹ لگاتے رہے ہیں، اور آئندہ بھی یہی کرتے رہے تو قرآن مجید کی رُو سے ہم منافق ہیں اور منافقت کی سزا سے ہم نہیں بچ سکتے۔" [۲۴]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے لکھا۔

"گیارہ سال کا عرصہ گذر جانے کے باوجود ابھی تک نفاذِ اسلام کے وعدے ہی کیے جا رہے تھے۔ ملک میں فواحش و منکرات حکومت کی اجازت سے چل رہے ہیں اور قومی و ملّی اقدار کی مٹی پلید کی جا رہی ہے۔" [۲۵]

□ □ □

معیشت

معیشت، انسانی زندگی کا انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ معیشت کی بحالی اور بے حالی ہر دور میں موضوع بحث رہا ہے۔ بجٹ خواہ گھر کا ہو یا پوری مملکت کا، آمدن اور خرچ میں سب سے نمایاں چیز خسارہ ہوتا ہے، جسے پورا کرنے کے لیے گھر سے لیکر مملکت ہر جگہ، اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوششِ ناتمام کی جاتی ہے۔

دینی رسائل و جرائد نے بھی اپنے ادارتی صفحات پر معیشت کے حوالے سے اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ جسے یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ملکی بجٹ کے متعلق "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"نئے بجٹ نے پاکستان میں بسنے والے ہر فرد کو خواہ اس کا تعلق زندگی کے کسی شعبے سے ہو، انگشت بدنداں ہے۔ ڈاک کے کارڈوں اور لفافوں سے لے کر ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ پاکستان میں بسنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جو نئے ٹیکسوں کی زد سے بچا ہو۔ اس لیے یہ بجٹ گزشتہ سالوں میں پیش کیے جانے والے بجٹوں میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔" [1]

بڑھتی ہوئی بےروزگاری اور مہنگائی پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

حکومت کی جانب سے دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ گرانی پر قابو پایا جا رہا ہے۔ وزارتِ خزانہ نے جو طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے، وہ ایک عام آدمی کو بھی حیران و ششدر کر دیتا ہے۔ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں روز بروز کم ہو رہی ہیں، جبکہ

ہمارے ملک میں اس کے برعکس ہر تین چار ماہ بعد قیمت میں تین چار روپے گیلن اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اضافہ تو صرف تیل کی قیمت میں ہوتا ہے، لیکن اس سے ہمارا سارا اقتصادی ڈھانچہ متاثر ہوتا ہے۔" [۲]

سود کے مسئلے پر "عرفات" نے لکھا۔

"قیام پاکستان کے متعلق یہ تاثر کہ یہ معاشی وجوہ کی بنا پر وجود میں آیا تھا، سراسر غلط تاثر ہے۔ ہندوؤں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت معیشت کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام کی وجہ سے کی تھی۔ یہ کتنے ستم کی بات ہے کہ وہ ملک جسے خالصتاً اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر ہزاروں لاکھوں جانوں کی قربانی کے بعد حاصل کیا گیا تھا، چالیس سال بعد بھی ہم سود جیسی لعنت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔ موجودہ حکومت جو اسلام کا دعویٰ لیکر وجود میں آئی تھی، اسے چاہئے کہ ملکی معیشت سے سود کا خاتمہ کرے۔" [۳]

دیوبندی مکتب فکر

حکومت کی مالیاتی سکیموں کے متعلق "البلاغ" نے لکھا۔

" حکومت کی توجہ کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ عوام کو سادہ زندگی اور بچت کی تلقین اس وقت تک محض لفظی وعظ کی طرح بے اثر رہے گی، جب تک حکومت اپنی معاشی پالیسیوں اور اپنے طرز عمل کے ذریعے اس کے لیے مناسب فضا پیدا نہ کرے۔" [۴]

غیر سودی کاؤنٹرز کے حوالہ سے "البلاغ" نے لکھا۔

"یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے حکومت نے بلاسودی بنکاری کے آغاز کا اعلان کیا ہے، اور ہر بنک میں غیر سودی کاؤنٹر کھول دیئے گئے ہیں۔ اس سارے نظام کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فی الحال ان غیر سودی کاؤنٹروں کا کاروبار جائز اور ناجائز معاملات سے مخلوط ہے۔" [۵]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے مہنگائی کے معاملے سے لکھا۔

" موجودہ دور میں ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز اتنی گراں ہو گئی ہے کہ عام آدمی کے لیے دو وقت کی روٹی پوری کرنا مشکل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے عوام میں حکومت کے خلاف شدید اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ اگر حکومت نے مہنگائی کے طوفان کے آگے بند نہ باندھا تو مہنگائی کا عفریت حکمرانوں کو نگل لے گا۔" [۶]

تیل کی قیمتوں میں اضافے پر "خدام الدین" نے لکھا ـــ

گھریلو استعمال کے مٹی کے تیل کی قیمت دوگنی کردی گئی ہے، جبکہ پٹرول کی قیمت میں ۳۵ فی صد اضافہ ہو گیا ہے۔ گھریلو استعمال کا تیل غریب اور متوسط طبقے کی لازمی ضرورت ہے۔ اس تیل کی قیمت میں ایک دم دوگنا اضافہ غریب عوام کی کمر توڑنے کے مترادف ہے۔ حکومت کو غریب پروری کا خیال رکھنا چاہیے کہ مشکل وقت میں یہی لوگ ملک و قوم کے کام آتے ہیں۔" [۷]

بلا سود معیشت کے متعلق "خدام الدین" نے لکھا۔

"بلا سود نظام معیشت کو رائج کرنے کے لیے حکومت کو جرأت مندی سے کام لینا چاہیے۔ موجودہ نظام معیشت کو تبدیل کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ اس وقت سود در سود کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ اس سارے نظام کو ختم کرنے کے لیے عوام اور حکومت کو مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔" [۸]

بجٹ میں ٹیکسوں کے غیر معمولی اضافے پر "خدام الدین" نے لکھا۔

" میاں لیسین وٹو وزیر خزانہ، قوم پر رحم فرمائیں۔ مہنگائی کو عروج پر پہنچانے اور قوم کی ہڈیوں کو نچوڑنے کی بجائے اپنے اردگرد نظر ڈالیں۔ وزیروں مشیروں کی فوج ظفر موج کو کم کریں، اور ٹیکس غریب عوام کی بجائے بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں پر لگائیں۔" [۹]

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے شراکتی کھاتوں کے متعلق لکھا۔

"حکومت کی جانب سے معیشت کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے عزائم اور اقدامات خوش آئند ہیں۔ بنکوں میں بلاسود بنکاری، ایک بہت اچھا طریقہ، بنکاری ہو سکتا تھا، لیکن اس میں بھی اس قدر الجھاؤ پیدا کر دیا گیا ہے کہ اسے مکمل طور پر بلاسود بنکاری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی معاملہ شراکتی کھاتوں کا بھی ہے۔ اگر معیشت سے سود کا مکمل طور پر خاتمہ کرنا ہے تو رائج الوقت سارے معاشی نظام میں اصلاح کرنا ہو گی۔" ۱۱۰

حکومت کے غیر ترقیاتی اخراجات پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"موجودہ عوامی حکومت، جو غریب لوگوں کے ووٹ لے کر برسر اقتدار آئی ہے۔ اس حکومت کے گورنروں، وزیروں اور مشیروں کے بے پایاں اخراجات کی تفصیلات عوام کے سامنے آ جائیں تو وہ حیران و ششدر رہ جائیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت غریبوں کا نام لے کر ان کے غم میں دبلے ہوتے جا رہے ہیں۔ ان وزیروں اور مشیروں کی ذاتی اخراجات کے علاوہ وہ اخراجات بھی ہیں جو آئے دن مختلف جشنوں اور ضیافتوں کی صورت میں ملکی خزانے پر بوجھ پڑ رہا ہے۔" ۱۱۱

انعامی لاٹریوں کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

"انعامی لاٹریوں کی وبا، سرکاری اور غیر سرکاری اور دیگر اداروں میں بڑی سرعت سے پھیل رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام ذہنوں میں سے یہ بات محو ہوتی جا رہی ہے کہ حاصل کردہ انعامی رقم، مال حلال نہیں مالِ حرام ہے۔ اور عوام یہ مال حاصل کرنے کے شوقِ فضول یا خبط میں بری طرح مبتلا ہو رہے ہیں۔"

ہم موجودہ حکومت کے کارپردازوں سے عرض کریں گے کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کے مطابق انعامی لاٹریوں پر پابندی عائد کریں کہ اس سے لوگوں کے اندر حرام خوری اور راتوں رات لکھ پتی بننے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے، جو ہماری بیشتر خرابیوں کا ایک بہت اہم سبب ہے۔" [12]

بجٹ کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

مرکزی وزیر خزانہ نے ۸۸-۱۹۸۷ء کا جو بجٹ پیش کیا ہے۔ اس پر سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی تمام حلقوں کا جو ردِ عمل سامنے آیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بجٹ ملک کا بدترین بجٹ ہے۔ جس سے وزیر خزانہ اور اس کے فاضل عملہ کی نا اہلی اور ناقص منصوبہ بندی کھل کر سامنے آگئی ہے۔" [13]

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے مہنگائی کے حوالے سے لکھا کہ ہر چیز مہنگی ہو گئی اور انسان سستا ہو گیا۔

"جی پی او کے نوجوان پیکر نے ملازمت سے سبکدوشی کے بعد اپنے کپڑوں پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا لی۔ وہ تین دن موت و حیات کی کشمکش کے بعد نوجوان پیکر چل بسا۔ یہ واقعہ پاکستان میں پہلا اور آخری نہیں۔ عام انتخابات کے بعد ہر چیز کو آگ لگ گئی ہے۔ اشیائے صرف کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں۔ آٹا ۲۲ روپے کی بجائے ۲۵ روپے من ہو گیا ہے۔ بناسپتی گھی ۵ سے ۶ روپے ہو گیا ہے۔ گوشت ۶ روپے سے ۶½ روپے ہو گیا ہے۔ آج معاشرے میں عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔" [14]

"اہل حدیث" نے بجٹ کے تاریک پہلو پر لکھا۔

"بجٹ کی بڑی خرابی وہ سودی نظام ہے، جسے نہ صرف بجٹ میں قائم بلکہ مستحکم کیا گیا ہے۔ سودی نظام کے بارے میں خدا کا اعلانِ جنگ ہے۔ سودی معیشت کا نتیجہ بالآخر بربادی ہے۔ اس لیے سودی نظام سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سودی نظام معیشت، ہمارے ملک کے سارے معاشی اور معاشرتی ڈھانچے کو مسمار کر دے گا۔" [15]

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے سود کے متعلق لکھا ۔

"اسلام کے اقتصادی نظام میں سود کا سرے سے کوئی جواز نہیں ہے ۔ اسلام میں سود ہر صورت میں حرام ہے ۔ قرآن مجید میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ سود نظام معیشت کا منہ مار دینے کے مترادف ہے' اور اس کے علاوہ جو کوئی سودی نظام پر اصرار کرتا ہے' وہ درحقیقت اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے ۔ اس لیے بحیثیت مسلمان ہمیں زندگی کے تمام شعبوں سے سود کو ختم کر کے اس کی جگہ اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کو رائج کرنا چاہیے ۔" [16]

دہائی ہے مہنگائی کی ' کے عنوان سے "رضا کار" نے لکھا ۔

"موجودہ دور میں تو پکی پکائی روٹی سے لے کر مٹھائی تک ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے ۔ پیپلز پارٹی کے دور میں جس نے عوام سے روٹی کپڑا اور مکان مہیا کرنے کے بلند بانگ دعوے کیے تھے ۔ کیا امیر اور کیا غریب' سبھی نالاں ہیں کہ مہنگائی نے ان کا کچومر نکال ڈالا ہے ۔" [17]

بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے "رضا کار" نے لکھا ۔

"ملازمین کی تنخواہوں میں ۱۳ فی صد اضافہ کر کے اگر ۱۵ فی صد گرانی کو بڑھا دیا جائے تو ملازمین کا نقصان ہے یا فائدہ ؟ جبکہ وزیر خزانہ افراطِ زر کو اس بجٹ سے پہلے ہی ۱۷ فی صد خود تسلیم کر چکے ہیں ۔ گویا اس بجٹ کے منظور ہونے کے بعد اگر بجٹ سے پہلے ۱۷ فی صد افراطِ زر تھا تو اب یہ شرح بڑھ کر ۲۲ سے ۲۵ فی صد ہو جائے گی ۔" [18]

ملک کی معاشی صورتِ حال کے متعلق "رضا کار" نے لکھا ۔

"مارشل لاء کے گذشتہ آٹھ برسوں کے دوران ملک کی اقتصادی صورتِ حال اس قدر دگرگوں ہوچکی ہے کہ وزیرِ خزانہ خود اس بات کا برملا اظہار کر رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ اقتصادی صورتِ حال کو سنبھالا دینے کے لیے موجودہ سول حکومت کو مکمل اختیارات تفویض کیے جائیں، تاکہ وہ زیادہ خود اعتمادی کے ساتھ درپیش مسائل کو حل کرسکے۔" [19]

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے بجٹ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا۔

"وزیرِ خزانہ یسین وٹو نے جو بجٹ پیش کیا ہے، اس نے ملک کے ہر طبقہ زندگی کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس قسم کا عاقبت نااندیشانہ بجٹ ماضی میں کسی بھی حکومت یا وزیرِ خزانہ نے پیش نہیں کیا۔ ایسی ایسی چیزوں پر بھی ٹیکس تجویز کیے گئے ہیں، جن کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جاتا کہ ان اشیاء پر بھی ٹیکس لگیں گے۔ شدید عوامی ردِعمل کے پیشِ نظر وزیرِ خزانہ کو فوری طور پر مستعفی ہو جانا چاہیے۔" [20]

معاشی صورتِ حال پر "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"مہنگائی کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے کلرکوں نے قلم چھوڑ ہڑتال کر رکھی ہے۔ کلرک ہر ملک کے انتظامی ڈھانچے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، انہیں بھی زندہ رہنے کا حق ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس معمولی تنخواہ دار طبقے کو سہولت اور رعایت کی بجائے مہنگائی کی چکی میں مسلسل پیسا جا رہا ہے۔" [21]

گرانی کا حل تجویز کرتے ہوئے فیض الاسلام نے لکھا۔

"ملکی سطح پر گرانی کا واحد حل یہ ہے کہ چند افراد کو ملکی معیشت سے کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ عوام جنہیں حکومت، طاقت کا سرچشمہ کہتی ہے اسے بھی ملکی معاملات میں حصہ لینے کا موقع دے۔" [22]

فحاشی و عریانی

فحاشی و عریانی ایسا مسئلہ ہے، جس پر ہر دور میں لکھا جاتا رہا ہے اور آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔ یہ ایسا معاشرتی مسئلہ ہے، جس کے لیے نیکی اور برائی کی قوتیں ازل سے بناؤ اور بگاڑ کے معروفِ عمل ہیں، اور ابد تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ منتخب دینی رسائل نے فحاشی و عریانی کے حوالے سے کیا لکھا ہے۔ اس کے متعلق ان رسائل کے اداریوں کے اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "عرفات" نے فحاشی و عریانی کے سیلاب کے حوالے سے لکھا ہے۔

"پاکستان، جسے اسلام کی سربلندی کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ مغربی تہذیب کا شکار ہو چکا ہے۔ نام کی مسلمانی کے سوا اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل کے لیے دل آمادہ نہیں ہوتے۔ مغربی یلغار کے نتیجہ میں فحاشی و عریانی پورے ملک میں سیلاب کی طرح پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ مگر اس کے خلاف نہ تو حکمرانوں کو بند باندھنے کی توفیق ہوتی ہے اور نہ عوام اس جانب توجہ دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں پورا ملک فحاشی و عریانی کے سیلاب میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔" [1]

ہاکس بے پر ہونے والے واقعہ پر "رضائے مصطفیٰ" نے اس طرح ردِعمل ظاہر کیا۔

"کراچی کے ساحلی علاقے "ہاکس بے" میں تفریح کے لیے آئی ہوئی سکول کی ۲۵۰ طالبات پر کراچی کے تین کالجوں کے سات سو سے زیادہ طلبہ نے دست درازی کرتے ہوئے ان کی بے حرمتی کی۔ ہمارے معاشرتی انحطاط کی

کی وجہ سے ملک میں غنڈہ گردی و بدکاری اور فحاشی و عریانی اپنے عروج پر ہے۔ اس سب کچھ کی موجودگی میں ہاکس بے جیسے روح فرسا واقعات رونما نہیں ہوں گے تو اور کیا ہو گا۔" [۲]

"رضائے مصطفٰے" نے فحاشی و عریانی کے حوالے سے ایک واقعہ کی نشاندہی کرتے لکھا۔

" لاہور کی طالبہ فرزانہ روحی کا اپنے آشنا سے میل ملاپ اور اس کے ہاتھوں ایک المناک سانحہ ہے۔ ارباب اقتدار کی اسلام کے بارے میں تغافل اور زبانی پرچار کے باوجود سکولوں کالجوں کے ماحول، نیلم، ٹی وی فحش لٹریچر اور عورتوں کی بے پردگی و آزادی سے پاکستانی معاشرہ جس طرح ناپاک ہو رہا ہے۔ پے در پے واقعات اسی کی تازہ مثال ہیں۔" [۳]

زوال پذیر معاشرے کی خامیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے "رضائے مصطفٰے" نے لکھا۔

" پاکستان میں اخلاقی قدریں تباہ ہو چکی ہیں۔ عصمتیں نیلام ہو رہی ہیں۔ عزتیں بک رہی ہیں۔ سود، رشوت، بے انصافی، بددیانتی اور ہر نوعیت کی برائیاں اپنے عروج پر ہیں۔ مگر اس سب کچھ پر کوئی بھی تو احتجاج نہیں کرتا۔ سب گم صم ہیں، ایسے میں حالات کیسے بدلیں گے۔" [۴]

دیوبندی مکتب فکر

فحاشی و عریانی کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے "البلاغ" نے لکھا۔

" ملک کے تمام شہروں میں سینما ہاؤس قائم ہیں۔ جہاں دن رات حیا سوز فلمیں دکھا کر شرافت و متانت کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ ان فلموں میں عریانیت، فحاشی اور جنس پرستی کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ خاص طور پر غیر ملکی فلموں میں ہیجان انگیزی اور ہوس پرستی کے مناظر نئی نسل کے اخلاق و کردار کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔" [۵]

ماہنامہ "الحق" نے ہاکس بے کے واقعہ کے بعد بھی اصلاحِ احوال کی جانب توجہ نہ دینے اور مختلف غیرملکی ثقافتی طائفوں کی پاکستان آمد پر لکھا۔

" ادھر کوریا کا ثقافتی طائفہ آرہا ہے۔ اُدھر ترکی کے فن کار رخصت ہو رہے ہیں۔ ہرطرف طائفوں کی آمد آمد۔ ان طائفوں کے نیم عریاں رقص وسرود اور تھرکتے جسموں کی ایک دھوم ہے۔ فحاشی، بے حیائی، عریانی اور اخلاق باختگی کا کون سا نمونہ ہے، جو اس ملک کے چھوٹے بڑے شہر میں اپنے عروج پر ہیں۔ کاش حکمرانوں کو اس جانب اصلاحِ احوال کی فرصت مل سکے۔" ۶ ؎

مدیر "الحق" کی جانب سے سینیٹ میں پیش کی گئی تحریک کے متعلق "الحق" نے لکھا۔

" مولانا سمیع الحق، سینیٹر سینیٹ آف پاکستان اور مدیر "الحق" نے سینیٹ میں تحریک برائے انسدادِ فحاشی وعریانی پیش کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی وعریانی پر قابو پایا جائے ورنہ تمام اخلاقی روایات واقدار دم توڑ جائیں گی۔" ۷ ؎

فحاشی وعریانی کی مذمت کرتے ہوئے "خدام الدین" نے لکھا۔

" مختلف کلچرل سوسائٹیوں اور آرٹ کونسلوں کے زیرِاہتمام چھوٹے بڑے شہروں میں رقص وسرود کی محفلیں منعقد کی جارہی ہیں۔ جبکہ بک سٹالوں پر فحش وعریاں لٹریچر بک رہا ہے۔ کیا حکومت ایک اسلامی مملکت میں ایسی خرافات کی حوصلہ شکنی کی ہمت اور جرأت نہیں رکھتی۔ ۸ ؎

"خدام الدین" نے چینی عدالت کا فیصلہ نقل کرتے ہوئے لکھا۔

" ہم اربابِ اختیار واقتدار سے چینی عدالت کے فیصلے اور فحاشی کو فروغ دینے والے ایک چینی باشندے کو سزائے موت دینے کے اعلان کا بغور جائزہ لینے اور سوچنے کی درخواست کرتے ہیں کہ کیا ہمارے ہاں بھی ایسا ہو سکتا ہے؟" ۹ ؎

ماہنامہ "محدث" نے اخبارات و رسائل کو متوجہ کرتے لکھا۔

"ہم اخبارات و رسائل کو فحاشی و عریانی کے سیلاب کے آگے بند باندھنا چاہیے تھا مگر محض پیسے کی خاطر نیم عریاں و فحش اشتہارات چھاپ کر نئی نسل کے اخلاق و کردار کو تباہ کر رہے ہیں۔ اخبارات و رسائل کو اپنی موجودہ پالیسی پر نظرثانی کرتے ہوئے اصلاح معاشرہ کے لیے بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔" [10]

سال نو اور فحاشی و عریانی کے حوالے سے "محدث" نے لکھا۔

"ایک ایسی حکومت، جسے "اسلامی" ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس حکومت کی موجودگی میں لاہور اور کراچی جیسے بڑے شہروں کے کلبوں اور ہوٹلوں میں سالِ نو کی خوشی میں فحاشی و عریانی کا سیلاب اُمڈ آیا۔ ان کلبوں اور ہوٹلوں کے پروگراموں میں شرکت کے لیے ایک ایک ٹکٹ کی قیمت ۱۲ سو روپے تھی، لیکن ۲۵۰۰ میں بلیک فروخت ہوئی۔" [11]

ہفت روزہ "الاعتصام" نے فحاشی و عریانی کے حوالے سے حکومت سے سوال کیا۔

"کیا ہم اپنی حکومت سے پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ رقص و سرود، برہنہ اور نیم برہنہ ناچ اور فحاشی و عریانی کون سے اسلامی نظریے اور کون سی اخلاقی اقدار سے مناسبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بے راہروی اور اخلاقی باختگی کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔" [12]

"کاکس بے" کے واقعہ کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

"فیشن کی قیامت خیز دوڑ اور بے پردگی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اسلامی روایات، تہذیب و

اخلاق، شرم و حیاء اور عصمت و عفت کے تصورات کو جس طرح تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ہاکس بے میں لڑکوں کی جانب سے لڑکیوں پر دست درازی جیسے واقعات رونما نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوگا۔" [۱۳]

فحاشی کو فروغ دینے کے سلسلہ میں حکومتی رویہ کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

"حکومت کے مسلسل کھوکھلے اعلانات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ جب تک ہم خود دینی حمیت، ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت کا بھرپور مظاہرہ نہیں کریں گے، اس وقت تک کچھ نہیں ہو گا۔" [۱۴]

بلیو فلموں کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

"فلمی بزرجمہروں نے یہ عجیب و غریب منطق پیش کی ہے کہ بلیو فلموں کے لیے الگ سینما ہال مخصوص کر دیئے جائیں۔ یہ حال ہے اس ملک کا، جس میں اسلام کو نافذ کرنے کا دعویٰ کیا گیا تھا اور جس کے حکمران اٹھتے بیٹھتے اسلام، اسلام کی رٹ لگاتے نہیں تھکتے۔ لیکن ہماری اسلامی غیرت و حمیت کا اب یہ حال ہو گیا ہے کہ بالکل عریاں فلموں کی نمائش کو قانوناً صحیح قرار دینے کا مطالبہ شروع ہو گیا ہے۔" [۱۵]

اسلام نوازی کی علمبردار حکومت کے متعلق "الاعتصام" نے لکھا۔

"ثقافت و آرٹ کے نام پر رقص و سرود کا سلسلہ جاری ہے۔ جس کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ موجودہ حکومت کو برسر اقتدار آئے ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ اس حکومت نے نظام اسلام کے نفاذ کو اپنا سب سے اہم مقصد بتایا تھا۔ لیکن قول و فعل کا تضاد بہت نمایاں محسوس ہوتا ہے۔" [۱۶]

فحاشی اور سنسر کے حوالے سے "الاعتصام" نے لکھا۔

"تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ملک میں ایک عرصہ سے سنسر شپ نافذ ہے۔ لیکن اس کے باوجود فحاشی اور عریانی پھیلانے والے مواد کی اشاعت جاری ہے۔ حالانکہ سنسر شپ کی موجودگی میں ایسے مواد

کی اشاعت بالخصوص اس حکومت کے عہد میں' جو اسلام کے نفاذ کی دعویدار ہے' تعجب خیز ہے ۔" [۱۷]

سنسر اور فحش مواد کے حوالے سے "الاعتصام" نے مزید لکھا ۔

"یہ بات سخت تعجب انگیز ہے کہ سنسر شپ کی موجودگی میں بھی مخرب اخلاق' عریاں' اور فحش اشتہارات اور مواد کی اشاعت بدستور بلکہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہو رہی ہے ۔ حالانکہ ایک نظریاتی اسلامی ریاست میں اس قسم کے مواد' اشتہارات اور تصاویر کی اشاعت قطعاً ممنوع ہونی چاہیے ۔" [۱۸]

فنون لطیفہ کے ضمن میں "الاعتصام" نے لکھا ۔

"حکومتِ وقت' جس کو اسلام کے نفاذ کا دعویٰ ہے' کم از کم موسیقی کے سیلاب کے آگے بند باندھے تعلیمی اداروں سے فنونِ لطیفہ کی کلاسیں یک قلم ختم کی جائیں' اور شاہین بچوں کو خاکبازی سے بچایا جائے ۔" [۱۹]

سالِ نو کے موقع پر فحاشی کے سلسلہ میں "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"نئے سال کی تقریبات کے حوالے سے اتنا شاندار استقبال دیکھ کر خود نئے سال کو شرم آگئی ۔ رات ۱۲ بجے کی ساعتیں جیسے جیسے قریب آتی گئیں' جوش و خروش بڑھتا گیا ۔ اچانک بتیاں گل ہو گئیں اور یوں محسوس ہوا گویا نئے سال کی بجائے طوفان آگیا ۔" [۲۰]

فحاشی و عریانی کے سلسلہ میں "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے وطنِ عزیز میں فحاشی و عریانی کا سلسلہ اب بے حیائی اور بے غیرتی کی حدود کو پامال کر گیا ہے ۔ حکومت کو چاہیے کہ فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھے ۔ ریڈیو' ٹی وی' اخبارات اور رسائل کو کسی ضابطۂ اخلاق کا پابند بنائے ۔" [۲۱]

موسیقی اور صدر ضیا ر کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"جنرل ضیاء الحق کے دور میں موسیقی' موسیقاروں' فنکاروں' رقاصاؤں اور میراثیوں کا جو بول بالا ہوا

ہے' وہ اس سے پہلے بدنام حکمرانوں کے دور میں بھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔ ہم جناب حاجی ضیاءالحق صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ ۔۔۔ فلمی ستاروں کی حوصلہ افزائی کے ذریعے ملک وقوم کو کیا دینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ نوخیز نسل' محنت کرنے کی بجائے طبلے کی تھاپ پر ناچے اور کودے' اور تعلیم و مطالعہ کی بجائے گلی کوچوں میں دندناتی پھرے۔" [۲۲]

شیعہ مکتب فکر

ہفت روزہ رضاکار نے فحاشی و بے پردگی کے سلسلہ میں لکھا۔

"ہمارے یہاں جتنے بگاڑ ہیں' وہ خدائی ہدایت سے انحراف کا نتیجہ ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فحاشی و بے حیائی کے کاموں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ جب تک فحاشی و بے حیائی کے سیلاب کے آگے بند نہیں باندھا جائے گا' بگاڑ اور فساد کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔" [۲۳]

مبلغ اسلام اور رقص وسرود کے عنوان سے "رضاکار" نے لکھا۔

"سابق عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن محمد علی کلے' جو باکسنگ کے بعد مبلغ اسلام کے طور پر کام کر رہا ہے۔ اس کی پاکستان آمد پر حکومتی سطح پر رقص وسرود کی محفلوں کا اہتمام کیا گیا۔ اس اقدام کی جتنی بھی مذمت کی جائے' وہ قابلِ مذمت ہے۔" [۲۴]

ثقافتی تنظیموں کی سرگرمیوں کے متعلق "رضاکار" نے لکھا۔

"اس وقت ملک ثقافت کے نام پر فحاشی و بے حیائی کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی حکومت کو چاہئے کہ ثقافتی پروگراموں کی آڑ میں نئی نسل کو بگاڑنے اور گمراہ کرنے والی نام نہاد ثقافتی تنظیموں کا محاسبہ کیا جائے۔" [۲۵]

فحاشی و عریانی کے سلسلہ میں "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"شیطانِ مغرب کی بنیادی پالیسی یہ ہے کہ عورتوں کو ہپناٹائز کرے، بچوں کو تفریحات کی ٹافیاں کھلا کر اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو فحاشی و عریانی کی ہیروئن کا عادی بنا کر مسلم گھروں کے ان قلعوں کو توڑ دیا جائے، جو اب تک اسلامی تہذیب کو کسی نہ کسی طرح زندہ رکھے چلے آرہے ہیں۔" [۲۶]

فحاشی کے حوالے سے "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"فحاشی کوئی ایسی چیز نہیں، جو صرف خواتین کو مضر ہو اور مردوں کے لیے مضر نہ ہو۔ برائی ہر حال میں برائی ہے۔ جو حکومت فحاشی و بے حیائی کا پرچار کرنے والوں کو کھلی چھٹی دے دیتی ہے، درحقیقت وہ حکومت بھی ان کاموں میں ملوث ہوتی ہے۔" [۲۷]

"فیض الاسلام" نے فلمی کاروبار کے سلسلہ میں لکھا۔

"ہمارے ہاں فلمی کاروبار کرنے والوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ پوری قوم کو فحاشی و بے حیائی کی بھٹی میں جھونک دیا جائے۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اگر فحاشی و بے حیائی کے خلاف حکومتی سطح پر اقدامات نہ کیے گئے تو معاشرے کی رہی سہی اقدار بھی ختم ہو کر رہ جائیں گی۔" [۲۸]

بے راہروی و فحاشی کے متعلق "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"ملک میں بڑھتی ہوئی بے راہروی اور فحاشی کو اس دورِ حکومت میں فروغ حاصل ہو رہا ہے، جس نے یہاں اسلام کے نام پر اقتدار سنبھالا تھا۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے بے راہروی اور فحاشی کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کرے۔" [۲۹]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے فحاشی کے ضمن میں لکھا ۔

" وطن عزیز میں اخلاق و کردار کو بگاڑنے میں فحاشی و عریانی بنیادی کردار ادا کر رہی ہے ۔ عریانی اور فحاشی نے پاکستانی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے ۔ جب تک فحاشی و عریانی کے خاتمہ کے لیے عملی اقدامات نہیں کیے جائیں گے ، معاشرے کی اصلاح کسی صورت میں ممکن نہیں ہے ۔ " [30]

عریانی و فحاشی کے سلسلہ میں "تعلیم القرآن" نے لکھا ۔

" ملک بھر میں فحاشی ، عریانی اور بداخلاقی کی نشر و اشاعت ، جس منظم انداز میں کی جا رہی ہے وہ انتہائی تشویشناک ہے ۔ اسلام کے نام پر برسراقتدار آنے والی مارشل لاء حکومت کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہیں ۔ " [31]

موسیقی و بے حیائی کے حوالے سے "تعلیم القرآن" نے لکھا ۔

" ہمارے معاشرتی مسائل میں ایک سے بڑھ کر ایک مسئلہ پریشانی و اضطراب کا باعث ہے ۔ لیکن موسیقی و بے حیائی کا مسئلہ دن بہ دن گھمبیر ہوتا جا رہا ہے ۔ معاشرتی اقدار کو تباہ و برباد کرنے میں ان کے منفی کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ ہر گلی محلے ، ہوٹل ، دکان اور بازار میں ایسی فحش اور تیز موسیقی سننے کو ملتی ہے ، جو نئی نسل کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ مارشل لاء کے تحت ایسا ضابطہ جاری کرے ، تاکہ اس طوفان بلاخیز کو روکا جا سکے ۔ " [32]

□ □ □

تعلیم اور نظامِ تعلیم

تعلیم اور نظامِ تعلیم کے سلسلہ میں ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران مختلف مکاتبِ فکر کے منتخب دینی رسائل نے اپنے اداریتی صفحات پر جن آراء کا اظہار کیا۔ وہ پیشِ خدمت ہے۔

بریلوی مکتب فکر

"ائیر مارشل (ریٹائرڈ) نور خان، گورنر مغربی پاکستان نے بڑے خلوص کے ساتھ ملک کے لیے تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ انہوں نے اپنی پالیسی کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ تعلیم کے ہر شعبے میں اسلام کو اولیت دی جائے۔ ان کے نزدیک ڈاکٹری، سائنس، انجینئرنگ اور دیگر فنون جدید سیکھنے والے نوجوانوں کو پہلے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی یہ کہ اس پالیسی کا اعلان ہونے کے کچھ ہفتے بعد ائیر مارشل نور خان مغربی پاکستان کے گورنر ہو گئے، اور تعلیمی پالیسی خدا معلوم کس فائل کی زینت بن کر محکمہ تعلیم کے برف خانوں میں پڑی ہو گی۔" [1]

بھٹو دورِ حکومت میں جو تعلیمی اصلاحات کی گئیں، ان کے متعلق "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"پرائمری سے لے کر میٹرک تک تعلیم مفت ہو گی۔ نویں جماعت تک کسی کو فیل نہیں کیا جائے گا۔ میٹرک پاس طلبہ کو پی ٹی سی کورس کروا کے ہزاروں نئے پرائمری سکولوں میں استاد مقرر کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ یہ وہ اقدامات ہیں، جو تعلیمی اصلاحات میں تجویز کیے گئے ہیں۔ اس سارے منصوبے پر خرچ کرنے کیلئے خطیر رقم کہاں سے لائی جائے گی۔" [2]

شیعہ مکتب فکر کے مطالبہ پر حکومت کی جانب سے تعلیمی اداروں میں علیحدہ دینی نصاب رائج کرنے پر

"ضیائے حرمؒ" نے لکھا ۔

" شیعہ فرقے کے چند افراد کے اصرار پر حکومت نے ان کے لیے سکولوں اور کالجوں میں علیحدہ دینی نصاب رائج کروا دیا ہے ۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ ایک کی بجائے دو کلمے داخلِ نصاب کر دیے گئے ۔ ملتِ اسلامیہ کے مختلف فرقوں میں قدرِ مشترک اور اساسِ وحدت یہ کلمہ ہی ہے، جب یہی اساس باقی نہ رہی تو اب اور کون سا اللسم ہے، جس سے آپ ملت کے ان دو حصوں میں وحدت برقرار رکھ سکیں گے ۔" [۳]

"رضائے مصطفےٰ" نے ایک دلآزار درسی کتاب کی جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھا ۔

" درسی کتابیں شائع کرنے والے ایک ادارے کی طرف سے دوسری اور تیسری جماعت کی اردو ورک بک میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاطمہؓ جیسی برگزیدہ شخصیات کی فرضی تصاویر شائع کرنے پر حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے والے اس ادارے کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے، اور ناشر کو بلیک لسٹ کرکے قرارِ واقعی سزا دی جائے ۔" [۴]

دیوبندی مکتب فکر

ضیاء دورِ حکومت میں تیار ہونے والی تعلیمی پالیسی کے متعلق "البلاغ" نے لکھا ۔

" تعلیمی پالیسی کی اچھی باتوں میں ہمارے نزدیک سب سے بنیادی چیز یہ اعلان ہے کہ ہر مضمون اور موضوع کے نصابِ تعلیم کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھال کر اسے اپنے قومی مزاج کے مطابق بنایا جائے گا ۔" [۵]

جنرل یحییٰ خان کے دور میں پیش کی گئی تعلیمی پالیسی کے متعلق ماہنامہ "الحق" نے لکھا ۔

" نئی تعلیمی پالیسی میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جدید تعلیم کا مقصد لارڈ میکالے کی پالیسی کو پورا کرنا تھا ۔ رپورٹ میں پہلی بار عربی کے قدیم نظامِ تعلیم کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نظام نے اب تک اسلامی

اقدار و روایات اور اسلامی تہذیب کو باقی رکھا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق دینی مدارس کا اخلاقی اقدار کے حوالے سے اعتراف' نیک نیتی اور حق پسندی پر مبنی ہے۔" [۶]

اسلامی علوم سے جدید تعلیمانتہ طبقہ کی دوری کے حوالے سے "الحق" نے لکھا۔

"ہمارا سرکاری نظام تعلیم اور جدید تعلیمانتہ طبقہ دین اور اسلامی علوم سے کتنی تیزی سے دور ہوتا جا رہا ہے' اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ہمارے فکری معاشرتی انتشار کا سبب نئی پود کی عصری درس گاہوں میں مذہب' اسلامی زبان عربی اور اسلامیات سے بے بہرہ ہونا ہے۔" [۷]

بھٹو حکومت کی تعلیمی پالیسی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے "الحق" نے لکھا۔

"صدر بھٹو نے زندگی کے مختلف شعبوں میں نہایت اہم تبدیلیوں کا اعلان کیا ہے۔ جن کے بارے میں اس کی شرعی اور غیر شرعی حیثیت کے بارے میں اپنا حق محفوظ رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی کے بارے میں اتنا عرض کریں گے کہ اس پالیسی سے وہ توقعات پوری نہیں ہو سکیں' جو ملک و ملت کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لحاظ سے نظام تعلیم سے وابستہ کی جا سکتی ہیں۔" [۸]

شیعہ نصاب دینیات کی علیحدگی کے حوالے سے "الحق" نے لکھا۔

"پچھلے دو تین سال سے شیعہ حضرات کی طرف سے شیعہ نصاب کی علیحدگی کا مسئلہ اٹھایا جاتا رہا تھا۔ اب موجودہ حکومت نے ۱۳ اکتوبر کو علماء اہل سنت اور عوام الناس کی رائے کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ اپریل ۱۹۷۵ء سے سکولوں کے نصاب اسلامیات میں نویں دسویں جماعت میں علیحدہ نصاب ہو گا۔ جبکہ مڈل کے نصاب میں سوانح صحابہ و صحابیات شامل نہیں ہو گا۔ ہمارے نزدیک یہ فیصلہ خالص یک طرفہ اور غیر منصفانہ ہے۔" [۹]

ائیر مارشل نور خان کی تیار کردہ تعلیمی پالیسی کو سراہتے ہوئے "خدام الدین" نے لکھا۔

"ایئر مارشل نور خاں کی تعلیمی پالیسی کی تجاویز کی داد نہ دینا ناانصافی ہے۔ مشنری تعلیمی ادارہ کے متعلق واضح حکومتی موقف کے بعد توقع کی جا سکتی ہے کہ ان اداروں کے مضر اثرات کے خاتمے سے ملکی ماحول اور معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔" [10]

"خدام الدین" نے نظام تعلیم کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے سلسلہ میں لکھا۔

"پاکستان کے نظام تعلیم کو اسلامی نظریات کے مطابق بنایا جائے۔ نظریۂ پاکستان کو پسِ پشت ڈالنے کی کوششوں نے نوجوانوں میں ہیجان اور اسلام سے دُوری پیدا کی ہے۔" [11]

دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی خبر پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے "خدام الدین" نے لکھا۔

"اخبارات میں دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی خبر آئی تو ہمارے دینی حلقوں نے حکومت کے اسی فیصلے کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے اور حکومت کی جانب سے کیے جانے والے ہر قسم کے فیصلے کی مزاحمت کی جائے گی۔" [12]

شیعہ جداگانہ نصاب پر "خدام الدین" نے لکھا۔

"حکومت کی جانب سے اہل تشیع کے لیے تعلیمی اداروں میں الگ سے نصابِ دینیات رائج کرنے کے مطالبہ کو تسلیم کرنے پر اسے ملک و قوم اور ملتِ اسلامیہ کے لیے نقصان دہ ہی قرار دیا جائے گا۔" [13]

اہل حدیث مکتب فکر

ملک کے نظام تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے "محدث" نے لکھا۔

"ملک میں علمی استعداد روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری تعلیم کے نصاب میں انگریزی شامل کر کے شاہین بچوں کو اسلام کا دشمن بنا دیا گیا ہے۔" [14]

الگ شیعہ دینیات پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے "محدث" نے لکھا۔

"شیعہ حضرات جن کو ملک میں یقیناً کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ طویل عرصے سے اصرار کر رہے تھے کہ سرکاری تعلیمی درس گاہوں میں ان کے لیے الگ نصاب دینیات کیا جائے۔ حکومت نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مسٹر بھٹو کا تعلق شیعہ خاندان سے ہے، اس لیے ان کی دلجوئی کرنا ضروری سمجھا ہو۔" ۱۵؎

بھٹو حکومت کی جانب سے تعلیمی اصلاحات کا خیر مقدم کرتے ہوئے "الاعتصام" نے لکھا۔

"موجودہ حکومت نے پرائمری تک لازمی تعلیم، میٹرک تک مفت تعلیم، پسماندہ علاقوں کے بچوں کے لیے مخصوص وظائف جیسے اقدامات کر کے فروغ تعلیم کے لیے اچھے اقدامات کیے ہیں۔" ۱۶؎

عربی زبان کے متعلق حکومتی فیصلے پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"وفاقی حکومت نے ملک بھر کے سکولوں میں عربی زبان کی تدریس کو لازمی نصاب کے طور پر شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت کا یہ فیصلہ خوش آئند ہے۔ ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔" ۱۷؎

طالبات کی ایک تنظیم کی قرارداد پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"اسلامی جمعیت طالبات پاکستان کے پانچویں کل پاکستان اجتماع میں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے، جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ملک کے تمام تعلیمی اداروں سے مخلوط تعلیم کا فی الفور خاتمہ کیا جائے۔ یہ قرارداد اپنی جگہ بڑی اہم، ضروری اور فوری عملدرآمد کی متقاضی ہے۔" ۱۸؎

معاشی نظام تعلیم کے سلسلہ میں "الاعتصام" نے لکھا۔

"حکومت کو چاہیے کہ ملک کی تمام یونیورسٹیوں میں معاشی تعلیم کے میدان میں تحقیق کے مراکز قائم کرے۔ معاشی تعلیم و تدریس کا اسلامی خطوط پر مدون کیا جائے اور اس کے علاوہ اسلامی نظام معیشت پر بین الاقوامی تحقیقاتی مرکز قائم کیا جائے۔" ۱۹؎

ضیاء دورِ حکومت میں پیش کی جانے والی تعلیمی پالیسی پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"وزیر تعلیم محمد علی ہوتی نے نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کر دیا۔ حکومتی اعلانات کے پیش نظر توقع تھی کہ نئی تعلیمی پالیسی اسلام اور نظریۂ پاکستان سے ہم آہنگ ہوگی۔ لیکن نئی تعلیمی پالیسی نے مایوس کیا ہے۔" [20]

شیعہ دینیات کے حوالے سے مرکزی وزیر تعلیم کے نام کھلے خط میں "اہل حدیث" نے لکھا۔

"اخبارات میں یہ پڑھ کر بے حد حیرت ہوئی کہ مرکزی حکومت نے اہل تشیع کے اس مطالبے کو منظور کر لیا ہے کہ ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں شیعہ طلبہ کے لیے دینیات کا علیحدہ نصاب رائج کیا جائے۔ ملک کی سلامتی اور یکجہتی کے لیے یہ فیصلہ انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔" [21]

بھٹو دورِ حکومت میں قومی اسمبلی نے دینی مدارس کی ڈگری کو نومبر ۱۹۷۵ء میں ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دینے کی قرارداد منظور کی تھی۔ صدر ضیاء کے دور میں اس پر عملدرآمد کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے دیگر وفاق المدارس کی طرح وفاق المدارس سلفیہ کی سند کو ایم اے اسلامیات کے برابر قرار دے دیا ہے۔ آئندہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں لیکچرار کی تقرری کے لیے مواقع میسر آ سکیں گے۔" [22]

دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"قومی اخبارات میں اس نوعیت کی خبر شائع ہوئی ہے کہ حکومت ملک بھر کے دینی مدارس کو تمام تعلیمی اداروں کی طرح قومی ملکیت میں لینا چاہتی ہے۔ حکومت کو اس عاقبت نااندیشانہ فیصلے پر نظرثانی کرنی چاہیے۔ ورنہ دینی مدارس اس کے خلاف شدید ردعمل ظاہر کریں گے۔ ہر حکمران کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ملک کا ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہونا چاہیے۔ موجودہ حکمرانوں کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔" [23]

نئی تعلیمی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"نظامِ تعلیم کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لیے حکومتی سطح پر جو تعلیمی کمیشن بنایا گیا تھا۔ اس کی منظور شدہ سفارشات کو نظر انداز کر کے جس نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا گیا ہے، بحیثیت مجموعی یہ پالیسی ملّی و قومی ضروریات اور توقعات سے فروتر اور مایوس کن ہے۔" [۲۴]

شیعہ مکتب فکر

"پیامِ عمل" نے فروری ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک اپنے ادارتی صفحات پر شیعہ نصاب دینیات کے مطالبہ کو نمایاں کیا ہے۔ اس کے بعد ضیاء دور آیا تو اس میں بھی الگ نصابِ دینیات کے نفاذ پر اداریے اور مضامین شائع ہوتے رہے، یہاں تک حکومت نے ملک کے تعلیمی اداروں میں شیعہ سنّی الگ الگ نصابِ دینیات رائج کر دیا۔

بھٹو دورِ حکومت میں نئی تعلیمی پالیسی کے خد و خال وضع کیے جا رہے تھے۔ اس موقع پر "رضا کار" نے لکھا۔

"ہم صدر بھٹو کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ وہ وزیرِ تعلیم کو ہدایت فرمائیں کہ وہ نئی تعلیمی پالیسی وضع کرتے وقت سوشلزم کے اصولوں کی بجائے اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھیں۔ کیونکہ ملک کی غالب اکثریت یہی چاہتی ہے کہ نظریۂ پاکستان سے سرِمو انحراف نہ کیا جائے۔" [۲۵]

شیعہ نصاب دینیات کے حوالے سے "رضا کار" نے لکھا۔

" صدر ضیاء الحق کے فرمان کے مطابق کسی کا عقیدہ مت چھیڑو اور اپنا عقیدہ مت چھوڑو کی تکمیل صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے، جب شیعہ طلبہ کو ان کے عقائد کے مطابق دینی تعلیم دی جائے اور سنّی طلبہ کو ان کے عقائد کے مطابق دینیات پڑھائی جائے۔" [۲۶]

ائیر مارشل نور خاں کی مجوزہ تعلیمی پالیسی پر اظہار خیال کرتے ہوئے "میثاق" نے لکھا۔

"اگر ہم نے اسلامی تعلیم کو ملک کے اتحاد کا ذریعہ بنانا ہے تو مجوزہ تعلیمی پالیسی میں بڑی دانشمندی سے تجویز کیا گیا ہے کہ ہم لفظ تعلیم کو وسعت دے کر اس میں نہ صرف یونیورسٹی، کالج اور سکول کی تعلیم کو بلکہ اس تعلیم کو بھی شامل کریں، جو انسان اور کائنات کے متعلق پاکستانی فرد کے نقطۂ نظر پر اثر انداز ہو رہی ہے"۔[27]

پاکستان کے نظام تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"ہمارا نظام تعلیم ایسے دماغوں کی پیداوار ہے، جن کو اسلام، اخلاق و شرافت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ آئندہ انتخابات میں ایسے افراد کو منتخب کیا جائے جو اسلام کے نظریہ حیات پر کامل یقین رکھتے ہوں۔"[28]

فیض الاسلام نے نظام تعلیم کے حوالے سے مزید لکھا۔

"نئی نسل جو قیام پاکستان کے بعد پروان چڑھی ہے، اسے پاکستان کے مقصدِ وجود سے آگاہی نہیں ہے۔ اس میں سنگین نقص ہمارے نظام تعلیم کا ہے۔ جسے فوری طور پر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔"[29]

ضیاء دور کی تعلیمی پالیسی کے متعلق "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"نئی تعلیمی پالیسی میں بعض اعتبار سے اردو کو پیچھے پھینک کر انگریزی کی ناجائز بالادستی کی بنیادیں پہلے سے زیادہ مستحکم کر دی گئی ہیں، جس کی وجہ سے نئی تعلیمی پالیسی سے متوقع نتائج حاصل نہیں ہو سکیں گے۔"[30]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے نظام تعلیم کے حوالے سے لکھا۔ موجودہ دور کی نوجوان نسل کے اخلاق کا جائزہ لیا جائے تو یہ المناک صورتِ حال سامنے آئے گی کہ اپنی تعلیمی اداروں میں ایسا نصاب پڑھایا جا رہا ہے جس کے ذریعے وہ سنورنے کی بجائے بگڑ رہے ہیں۔"[31]

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے لکھا ۔

" اگر فی الحقیقت ہم ایک اسلامی نظام تعلیم قائم کرنا چاہتے ہیں تو محض مرمتیں اور داغ دوزیاں کرنے سے کام نہیں چل سکتا ، بلکہ اس کے لیے ایک انقلابی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے ۔ درحقیقت اب ناگزیر ہو چکا ہے کہ وہ دونوں نظام تعلیم ختم کر دیے جائیں، جو اب تک ہمارے ہاں رائج رہے ہیں۔ پرانا مذہبی نظام تعلیم بھی ختم کیا جائے اور یہ موجودہ نظام تعلیم بھی، جو انگریزی کی رہنمائی میں قائم ہوا تھا ۔ ان دونوں کی جگہ ہمیں ایک نیا نظام تعلیم بنانا چاہیے، جو ان نقائص سے پاک ہو اور ہماری ضرورتوں کو پورا کر سکے ۔ "[۳۲]

نئی تعلیمی پالیسی کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے "ترجمان القرآن" نے لکھا ۔

" نئی تعلیمی پالیسی کے پیچھے حقیقی انقلابی ذہن کارفرما نہیں ہے ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی گاڑی کو صحیح پٹڑی پر ڈالنے کے لیے ایسے انقلاب پسند ذہنوں کو تلاش کیا جائے، جو برسوں سے اسلامی تعلیمی انقلاب کے مسئلے پر سوچتے رہے ہیں ۔ ایسے لوگوں کی سربراہی میں ماہرین کی ٹیمیں کام کریں گی تو معاملہ درست ہوگا ۔ ورنہ معاشرہ ہر ایک نئی تعلیمی پالیسی کے انتظار میں بے چین رہے گا ۔ "[۳۳]

□ □ □

اَمن واَمان

امن وامان کا مسئلہ، ہر دور میں، ہر حکومت کے لیے مشکل اور لاینحل مسئلہ رہا ہے۔ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لیے ہر دور میں حکومتی سطح پر کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ملکی سطح پر امن وامان کی کیا صورتِ حال رہی، اور دینی صحافت نے اسے کس انداز میں اپنے ادارتی صفحات پر جگہ دی، اس کے متعلق منتخب دینی رسائل کی آراء پیش کی جا رہی ہیں۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"اس وقت ملک کے امن وامان کی صورت سخت مخدوش ہے۔ قتل وغارت اور چوریوں ڈاکوں سے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے ملک میں سرے سے کوئی حکومت موجود نہیں ہے۔ حکومتی ذمہ داران کو چاہیے کہ امن وامان کی خراب صورتِ حال کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے اصلاحِ احوال کیلئے اقدامات کریں۔" [1]

سانحہ کراچی کے حوالے سے "رضائے مصطفیٰ" نے لکھا۔

"ملک میں امن وامان کی عمومی صورتِ حال کبھی بھی تسلی بخش نہیں رہی۔ لیکن گذشتہ کچھ عرصہ سے کراچی میں آئے دن تخریب کاری اور توڑ پھوڑ کے علاوہ اب یکے بعد دیگرے جو قتل و خون ریزی، بالخصوص بچوں اور عورتوں پر ظلم وستم کے روح فرسا واقعات رونما ہوئے ہیں، انہوں نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اور ساری قوم کو سوگوار بنا دیا ہے۔" [2]

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "البلاغ" نے سانحہ کراچی کے سلسلہ میں لکھا ۔

"دسمبر ۸۶ء میں کراچی میں ہونے والے فسادات مملکتِ اسلامی پاکستان کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہیں۔ دنیا بھر نے یہ خون ریز تماشا دیکھا کہ انسان نے عداوت، عناد اور شرپسندی کا آلۂ کار بن کر پستی کی کس حد کو چھو لیا ۔ پورا عالم اسلام اس سانحہ پر ماتم کناں ہے ۔" [۳]

امن وامان کی خراب صورتِ حال کے متعلق "الحق" نے لکھا ۔

"ملک کے ہمہ گیر اضطراب اور امن وامان کی خراب صورت حال نے تقسیم ہند سے قبل کے ہنگاموں اور فسادات کی یاد تازہ کردی ہے ۔ ملک کے مختلف شہروں میں عوام کے جان و مال کو سخت خطرہ لاحق ہو چکا ہے ۔ اگر حکومت اس صورتِ حال کا نوٹس لے کر اصلاحِ احوال کی کوشش نہیں کرے گی تو پھر ملک میں امن وامان کی فضا کیسے قائم ہو سکتی ہے ۔" [۴]

ہفت روزہ خدام الدین نے لکھا ۔

"ہماری پولیس امن وامان کی صورت حال بہتر بنانے کی بجائے نہتے اور بے قصور عوام پر ستم ڈھاتی ہے ۔ ہم وقت کے حکمرانوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ محکمہ پولیس کی اصلاح کریں، ورنہ وہ عوام کے غیظ و غضب سے نہیں بچ سکیں گے ۔" [۵]

امن وامان کی صورتِ حال پر "خدام الدین" نے لکھا ۔ ۵ مولائی کو لاہور شہر بموں کے دھماکوں سے لرز اٹھا ۔ ایک ہی وقت میں شہر کے کئی مقامات پر ہونے والے دھماکوں سے معصوم بچوں سمیت کئی جانیں ضائع ہوئی ہیں ۔ حکومت کو امن وامان کے سلسلہ میں ہر ممکن اقدامات کرنے چاہئیں ۔" [۶]

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے لکھا۔

"قومی بجٹ میں امن وامان کی صورتِ حال بہتر بنانے کے لیے جو رقم مختص کی گئی تھی۔خیال تھا کہ اس رقم سے پولیس کے مالی حالات کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی جدید اسلحہ سے لیس کیا جائے گا، لیکن اس کے برعکس ساری توجہ معیار بہتر بنانے کی بجائے نفری بڑھانے کی طرف دی جا رہی ہے۔ اس صورتِ حال میں امن وامان میں بہتری کے امکانات محلِ نظر ہیں۔" ۷؎

امن وامان کے سلسلہ میں "الاعتصام" نے لکھا۔

"ہم اربابِ حکومت کو یاد دلاتے ہیں کہ امن و امان کے سلسلہ میں جو کچھ کراچی، کوئٹہ، پشاور اور حیدرآباد میں ہو رہا ہے۔ اس کا اگلا قدم لاہور کی طرف بڑھ رہا ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ لاہور میں جب طوفان اُٹھتا ہے تو پاکستان بھر میں حکمرانوں کو اپنی جان بچانی مشکل ہو جاتی ہے۔" ۸؎

"اہلِ حدیث" نے جرائم، جرائم اور جرائم کے عنوان سے لکھا۔

"پاکستان میں جرائم اس تیزی سے بڑھ رہے ہیں کہ اگر اسی رفتار سے ان میں اضافہ ہوتا رہا تو جلد ہی پاکستان جرائم کی کثرت میں شکاگو اور یورپ کے دوسرے شہروں کو پیچھے چھوڑ جائے گا۔" ۹؎

ہتھوڑا گروپ کی وارداتوں کے متعلق "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"ڈھوک کھبہ، مظفر آباد اور دھرم پانی میں ہتھوڑا گروپ نے بدترین جرم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حکومتی مشینری، امن وامان بحال کرنے کی بجائے سیاستدانوں کی سرگرمیوں میں اُلجھ کر رہ گئی ہے۔ حکومت کو امن وامان کی مخدوش صورتِ حال کو فوراً بہتر بنانا چاہیے۔" ۱۰؎

کراچی کی صورتِ حال پر "اہلِ حدیث" نے لکھا کہ ۔ صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق کا یہ کہنا کہ ۔ "کراچی پاکستان کا سب سے غیر محفوظ شہر ہے"۔ کوئی معمولی بات نہیں ۔ اسے صدر کی بے بسی کا اظہار بھی کہا جا سکتا ہے۔" [11]

شیعہ مکتبِ فکر

ماہنامہ "پیامِ عمل" نے امن وامان کے سلسلہ میں لکھا ۔

"کراچی کے المناک واقعات ہوں، یا لاہور میں رونما ہونے والے فسادات ہوں۔ جب تک حکومت امن وامان کے لیے مُوثر اقدامات نہیں کرے گی۔ اس نوعیت کے واقعات کا سلسلہ جاری رہے گا۔" [12]

امن وامان کے حوالے سے رضاکار نے لکھا ۔

"اگر حکومت ملک میں موجود بدامنی اور خون خرابے کی صورتِ حال پر کنٹرول نہیں کر سکتی تو ایسی حکومت کو چاہیے کہ اپنی ناکامی کا اعتراف کرے مستعفی ہو جائے ۔" [13]

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور ۔ ماہنامہ میثاق لاہور، ماہنامہ نعیم الاسلام اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نے بھی اپنے ادارتی صفحات پر امن وامان کی سدا بہار مخدوش صورتِ حال پر تنقید سے لکھا ہے ۔ کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور اور دوسرے چھوٹے بڑے شہروں میں ہونے والے مختلف واقعات کو بنیاد بنا کر ان رسائل نے ہر حکومت کی توجہ اس سلگتے ہوئے مسئلے کی جانب دلانے کی مقدور بھر کوشش کی ۔

□ □ □

سالمیتِ پاکستان

سالمیتِ پاکستان، ہر دور میں وطنِ عزیز کا اہم مسئلہ رہا ہے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی صورتِ حال ہمیشہ مخدوش رہی ہے۔ بھارت کے ساتھ مسلسل محاذ آرائی، جنگیں، مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور کشمیر کا سلگتا ہوا مسئلہ، یہ سب امور ملک کی سلامتی کے لیے ہمیشہ خطرے کا باعث رہے ہیں۔ دینی رسائل نے بھی ہر دور میں ملکی سلامتی اور سالمیت کے حوالے سے اپنے اداریوں میں اس موضوع کو زیادہ جگہ دی ہے اور نمایاں کیا ہے۔

بریلوی مکتبِ فکر

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"اس وقت جبکہ وطنِ عزیز کے چاروں جانب خطرات کے مہیب بادل اُمڈے چلے آ رہے ہیں، ایسے میں حکومتِ وقت کو چاہیے کہ وہ ایٹمی صلاحیت پیدا کرے۔ اس کے بغیر ملک کی سلامتی کا تحفظ مشکل ہی نہیں، ناممکن نظر آتا ہے۔" [1]

سالمیتِ پاکستان کے سلسلے میں "رضائے مصطفےٰ" نے لکھا۔

"پاکستان کا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں اسلام کے علاوہ دوسرے نظریات کو فروغ دینے اور ملک کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کھلی چھٹی ہے۔ اگر ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت مطلوب ہے تو پھر حکومت کو اسلام کو دوسرے نظریات کے مقابلے میں بالادست کرنا ہوگا۔" [2]

ماہنامہ "البلاغ" نے لکھا۔

"پاکستان کا یومِ آزادی' ہر سال ہم سے سوال کرتا ہے کہ جس ملک کے قیام کے لیے ہزارہا مسلمانوں نے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ اس کی بقاء اور سلامتی کے لیے اور اس نظریۂ حیات کے لیے، جس کی خاطر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا' اس سلسلہ میں کیا پیشرفت ہوئی ہے۔ یہ وہ سوال ہے' جس کا جواب نہ حکمرانوں کے پاس ہے اور نہ ہی عوام نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا ہے۔" [۳]

ماہنامہ "الحق" نے ملکی سلامتی کے حوالے سے لکھا۔

"وطنِ عزیز پاکستان آج جن حالات سے دوچار ہے۔ اس کی سنگینی اور نزاکتوں کو سوچتے سوچتے قوٰی ماؤف اور حواس بجا طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ وہ سرزمین' جو اسلام کے لیے ایک تجربہ گاہ اور اقوام عالم کے لیے مثالی ریاست کا نمونہ بننی تھی' اس وقت خود انتشار و افتراق کا شکار ہے اور اس کی سلامتی کو سخت خطرات درپیش ہیں۔" [۴]

ہفت روزہ خدام الدین نے لکھا۔

روس' افغانستان کو روند کر ہماری سرحدوں پر آبیٹھا ہے۔ ہمارے پڑوسی اور ازلی دشمن بھارت کے ارادے کبھی ٹھیک نہیں رہے۔ اس صورتِ حال میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے اگر پتھر موجود نہیں تو اینٹ ہاتھ میں ضرور اٹھانی چاہیے۔ ورنہ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر کمینہ صفت دشمن اپنا وار کر گزرے گا۔ اس لیے تمام تر خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان کو لازماً اور جلد از جلد ایٹم بم تیار کرنا چاہیے۔" [۵]

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے سالمیتِ پاکستان کے حوالے سے لکھا۔

"ہماری حکومت، جس طرح اپوزیشن سے محاذ آرائی میں معروف ہے اور ملک کی داخلی اور خارجی صورتِ حال سے بے خبری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ یہ انتہائی تشویشناک معاملہ ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اپوزیشن سے محاذ آرائی کی بجائے ملک کی جغرافیائی سرحدوں کو مضبوط و مستحکم کرے"۔ ۶ے

بھارتی ایٹمی دھماکے پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"بھارت کے تازہ ترین ایٹمی دھماکے نے ان خطرات کو اور نمایاں کر دیا ہے، جو پاکستان کو بھارت سے ہیں۔ اس صورتِ حال میں بھارت کی بالادستی قبول کرنے کی بجائے ملکی دفاع اور سلامتی کے لیے ایٹمی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے، تاکہ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی جا سکے"۔ ۷ے

"اہل حدیث" نے لمحۂ فکریہ کے عنوان سے لکھا۔

ملک جس قسم کے حالات سے گزر رہا ہے، تمام سیاسی جماعتوں کو اپنے اختلافات بھلا کر ملک کی سلامتی کے لیے متحد ہو جانا چاہیے۔ پاکستان اپنے ایک بازو سے محروم ہو چکا ہے اب باقی ماندہ ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے پوری قوم کو متحد و متفق ہونے کی ضرورت ہے"۔ ۸ے

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے استحکام ملک و ملت کے ضمن میں لکھا۔

کسی بھی ملک کی سلامتی اور یکجہتی میں بنیادی کردار اس ملک کے عوام کرتے ہیں۔ اگر موجودہ صورت

حال سے ملک کو نکالنا ہے تو حکمرانوں کو ملک کے عوام کو اعتماد میں لینا ہوگا۔" ۹؎

بھارتی جارحیت کے متوقع خدشات کے پس منظر میں "رضاکار" نے لکھا ۔

" موجودہ حالات میں بھارت کی بڑے پیمانے پر جنگی تیاریاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ اس صورت حال میں حکمران طبقے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوم کو اعتماد میں لے اور بھارت کی جنگی تیاریوں کے مقابلے میں مسلح افواج اور جرأت و ہمت والی پاکستانی قوم کو ذہنی و عملی طور پر تیار کرے۔" ۱۰؎

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ ترجمان القرآن نے لکھا — "ہمارے ملک کی فضا ایسی ہے کہ دنیا کی ہر سامراجی اور استحصالی قوت کی سازشیں یہاں چل رہی ہیں۔ ادھر بدقسمتی سے حکومت بھی الجھنوں میں گھری ہوئی ہے۔ اس صورت حال میں ملک کی سلامتی، بقاء اور تحفظ کے لیے کون آگے بڑھے گا۔" ۱۱؎

ماہنامہ "اشراق" نے لکھا ۔

" پاکستان کا عدم استحکام، وہمی خیال نہیں۔ حقیقت اور واقعہ ہے، اور اس کے دلائل و شواہد ہمارے ماضی اور حال دونوں میں بجا طور پر موجود ہیں۔ ملکی عدم استحکام کا اصل سبب مسلمانان پاکستان کی جانب سے اسلام کے بنیادی تصور ہی کو فراموش کر دینا ہے۔" ۱۲؎

ماہنامہ "نقیب الاسلام" اور ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی نے بھی اپنی مختلف اشاعتوں میں ادارتی صفحات پر ملک کی سلامتی اور استحکام کے حوالے سے تحریروں کو نمایاں انداز میں پیش کیا ہے۔

□ □ □

فرقہ وارانہ، علاقائی، لسانی تعصبات

وطنِ عزیز پاکستان میں، اسلام اور ملک دشمن قوتیں، ہر دور میں مسلمانانِ پاکستان میں انتشار و افتراق پیدا کرنے میں معروف رہی ہیں۔ انہی مذموم سرگرمیوں کا نتیجہ ہے کہ اس وقت پاکستان فرقہ واریت، علاقائی اور لسانی تعصبات کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ دینی صحافت نے اس صورتِ حال پر کیا ردعمل ظاہر کیا ہے۔ یہ جاننے کے لیے ان پرچوں کے اداریٔ صفحات کے اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں۔

بریلوی مکتب فکر

صوبائی اور لسانی تعصبات پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"حکومت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ چاروں صوبوں کے حقوق و فرائض کے درمیان توازن برقرار رکھے۔ کسی کا جائز حق، کسی قیمت پر ضائع نہ ہونے پائے۔ حکومت پہلی فرصت میں ہمارے سندھی بھائیوں کی تمام جائز شکایات مناسب طریقے سے دور کرے۔ لیکن جو لوگ دانستہ طور پر اور بلاوجہ پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے۔" [1]

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "البلاغ" نے لکھا۔

"اس وقت پورے سندھ اور بالخصوص کراچی میں زبان کے مسئلے پر شدید ہنگامے برپا ہیں۔ حالات

نزاکت کے آخری مرحلے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ملک کا سب سے بڑا اور بارونق شہر کراچی، جسے پاکستان کا دل کہنا چاہیے، کئی روز سے ویران پڑا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ سندھ کے شہری اور دیہی علاقے میں جاری لسانی فسادات کے خاتمے کے لیے مؤثر اور فوری اقدامات کرے۔" [۲]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا۔

"صوبائی حکومت نے ایسی خبروں، بیانات، تبصروں اور کارٹونوں کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے، جن کا تعلق فرقہ وارانہ مناقشت سے ہو۔ اس حکم کے تحت ایسی خبروں پر بھی پابندی ہو گی، جن سے کسی فرقے یا مذہب کے عقائد پر زد پڑتی ہو اور جن سے مختلف طبقوں کے درمیان نفرت پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔" [۳]

اہل حدیث مکتبِ فکر

ہفت روزہ "الاعتصام" نے لکھا۔

"پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہ صرف یہ کہ پنجابی زبان کی حمایت میں جلوس نکالا گیا، بلکہ اسے تعلیمی اور نشریاتی اداروں میں رائج کرنے پر زور دیا گیا۔ اگرچہ یہ تحریک پنجاب میں کوئی قابلِ ذکر مقبولیت کی حامل نہیں، تاہم موجودہ حالات میں مذہبی رشتہ جس طرح کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ اس کے پیشِ نظر اسے قطعاً نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔" [۴]

سندھ کے لسانی فسادات کے حوالے سے "الاعتصام" نے لکھا۔

"سندھ، بالخصوص حیدرآباد میں اردو، سندھی زبان کے اختلافات نے جو خطرناک رخ اختیار کر لیا ہے، وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ لسانی اختلافِ رائے بڑھ کر اشتعال انگیزی اور اس سے بڑھ

کر پھر باہمی تصادم بلکہ قانون شکنی تک کس طرح پہنچا؟ اور حالات کو اس حد تک لانے میں کہیں بیرونی قوتوں کا ہاتھ تو نہیں ہے ؟" ۵؎

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"سرحدی گاندھی اور سرخپوش لیڈر خان عبدالغفار خان نے بھارت یاترا کے بعد غیر معمولی تلخی پیدا کرنے والے بیانات دینے شروع کر دیے ہیں ۔ کس قدر افسوس ہے کہ پاکستان کو گزند پہنچانے والے ایک بار پھر سرگرمِ عمل ہو گئے ہیں ۔" ۶؎

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے لکھا ۔

"آج ہماری نا چاقی اور باہمی انتشار کا نتیجہ ہے کہ قبلۂ اوّل دشمن کے نرغے میں ہے، اور ہم کچھ کر نہیں سکتے ۔ یوں تو اتحاد ہمیشہ اُمت کی ضرورت رہا ہے ۔ مگر اس دور میں اتحاد کی ازحد ضرورت ہے ۔ ہمیں اپنے فقہی اختلافات سے بلند ہو کر یک جان ہو جانا چاہیے، اور فتنہ پرواز لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے ۔ جو سُنّی شیعہ اختلافات کو ہوا دیتے ہیں ۔ مسلمانوں میں تفریق سے دشمنوں کو فائدہ پہنچا ہے اور اُمتِ مسلمہ کو نقصان ہی نقصان پہنچا ہے ۔" ۷؎

ہفت روزہ "رضاکار" نے لکھا ۔

"جی ایم سید اور ان کے نظریاتی ساتھیوں کو مارشل لاء دور میں سرکاری طور پر جو پذیرائی حاصل رہی ہے ۔ اس کی بدولت انہوں نے اپنی نظر بندی کے باوجود اپنے ان نظریات کا کھلے بندوں اظہار کیا، جس کی بدولت وفاق مخالف قوتوں کو نہ صرف تقویت فراہم ہوئی، بلکہ سندھ کے اجتماعات میں "پاکستان توڑ

دو" کے نعرے بلند ہوتے رہتے ہیں۔ مگر حکمران طبقہ مسلسل چشم پوشی سے کام لیتا رہا ہے۔" ۸ے

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

"پوری تاریخ گواہ ہے کہ تفرقہ ـ خاندانوں، اداروں، قوموں، جماعتوں اور سلطنتوں کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ جس عالمگیر مادہ پرستی کے سیلاب کی موجیں آپ کی مسجدوں اور تنظیموں میں داخل ہو رہی ہیں، انہیں اگر روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو نہ کوئی سُنّی بچے گا اور نہ ہی کوئی شیعہ باقی رہے گا۔" ۹ے

ماہنامہ "میثاق" نے لکھا۔

"سندھو دیش کا نعرہ، ۱۹۷۲ء میں جی ایم سید نے لگایا تھا۔ اب اس طرح کے کئی اور نعرے لگ رہے ہیں۔ کیوں لگ رہے ہیں، ان کی وجہ کیا ہے؟ اس کو کسی نے نہیں جاننا چاہا۔ صرف یہ کہا گیا کہ ان کی زبان کھینچ دو۔ ان کا سر کچل کر رکھ دو۔ اس وقت سندھ کی صورتِ حال پیار و محبت سے جیو اور جینے دو کے اصول سے قابو میں آسکتی ہے۔" ۱۰ے

ماہنامہ "ضیغم اسلام" نے لکھا۔

"جی ایم سید نے کہا ہے کہ ہمیں سندھ کو مکمل آزادی دلانا اور ہندوستان سے قریبی تعلقات کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ اسلام کی غلط تشریح اور سوشلزم کی بے بنیاد تاویل کا مقصد سندھ کو تباہ و برباد کرنا ہے۔" ہم پوچھتے ہیں کہ ایسے ملک دشمن شخص کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کی جاتی؟" ۱۱ے

□ □ □

ذرائع ابلاغ

موجودہ دور کو ذرائع ابلاغ کا دور کہا جاتا ہے۔ جدید ترین ذرائع ابلاغ نے دنیا بھر کو "GLOBAL VILLAGE" میں تبدیل کر دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اس تیز ترین دور میں بھی تیسری دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستانی ذرائع ابلاغ کا رویہ اور مزاج کیا رہا ہے، اور دینی رسائل نے اسے کس پہلو سے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے منتخب دینی رسائل کے ادارتی صفحات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے لکھا۔

" حالیہ انتخابات میں پیپلز پارٹی کی کامیابی کے ساتھ ہی اس پارٹی کے اخبارات کا رویہ بہت جارحانہ ہو گیا ہے۔ ان اخبارات کی غیر دانشمندانہ روش نے ایسی فضا پیدا کر دی ہے، جس سے گھٹن لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی ہے۔ ابھی تو پارٹی کے لیڈر اقتدار کی مسند پر تشریف فرما نہیں ہوئے۔ پھر بھی اپنے مخالفین کو بات بات پر گھرکیاں دے رہے تھے۔ جب وہ وقت آئے گا جب حکومت ان کے قبضہ میں آئے گی تو معلوم نہیں آزادی اور جمہوریت کے دعوے دار اپنے مخالفین سے کیا سلوک کریں گے۔" [1]

ماہنامہ "رضائے مصطفٰے" نے ٹی وی کے متعلق لکھا۔

"ہمارے ہاں ٹیلیویژن دیکھنے کا رجحان اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ لوگ اپنی اچھی بھلی معروفیات ٹی وی پروگراموں کی وجہ سے منسوخ یا مؤخر کر دیتے ہیں۔ اس سے بھی بُرا حال اُن بچوں کا ہے، جو اپنی تعلیم سے غافل ہو کر ہر وقت ٹی وی پروگراموں میں کھوئے رہتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس خطرناک رجحان پر قابو پانے کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔" [2]

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "البلاغ" نے لکھا۔

"محمد رسول اللہ" نامی فلم کے بعد اسلام دشمن سازش نے ایک قدم اور بڑھایا ہے اور اب براہ راست حضور اکرمؐ کے نام نامی پر ایک فلم بنائی جا رہی ہے۔ امریکہ میں مقیم ایک شامی کمیونسٹ اس کا ہدایت کار ہے۔ جبکہ روس، اسرائیل اور بھارت اس کی تیاری میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ حکومت پاکستان اور عالم اسلام کے دیگر ممالک کو اس بات کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے اس فلم کی تیاری رکوانی چاہیے۔" [3]

ماہنامہ "الحق" نے لکھا۔

"پاکستان کے مرکزی شہر کراچی میں فلم "دان آف اسلام" (فجر اسلام) دکھائی جا رہی ہے۔ جس میں رسالت مآبؐ اور صحابہ کرام کے دور کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ایک مسلمان ملک میں ایسی فلم کی نمائش مسلمانوں کی غیرت وحمیت کا جنازہ اُٹھ جانے کے مترادف ہے۔" [4]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا۔

"بھارت نے جب سے امرتسر میں جدید انداز کا ٹیلیویژن اسٹیشن قائم کیا ہے۔ پاکستان میں اسلامی تہذیب وثقافت کے علمبرداروں اور ہندو مسلم دو الگ قوموں اور تہذیبوں کی دعویدار قوم کے افراد نے

امرتسر ٹیلیویژن کی ایک مسلک دیکھنے کے لیے جس بے تابی، بے صبری اور ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا ہے، وہ نتائج بیان ہیں۔ امرتسر ٹی وی کے زبردست ثقافتی حملہ سے اسلامی اقدار کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔" ۵ے

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے دینی رسائل کی مشکلات کے حوالے سے لکھا۔

" دینی رسائل کو نیوز پرنٹ کے حصول میں شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حکومت دینی رسائل کو نیوز پرنٹ حاصل کرنے کے لیے خصوصی سہولتیں فراہم کرے۔ بالخصوص ایسے رسائل و جرائد، جو فرقہ واریت سے بلند ہو کر دینی شعور اور خدمات کا احیاء ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ان کی معاونت ضروری ہے۔" ۶ے

اخبارات کی بندش پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"ہم حکومت کے کارپردازوں سے عرض کریں گے کہ وہ پریس پر ناروا پابندیاں لگانے سے احتراز کریں جن اخبارات کو بند اور ان کے ایڈیٹروں کو پابندِ سلاسل کیا گیا ہے۔ یہ احکامات واپس لیے جائیں اور روزنامہ "جسارت" کراچی اور ہفت روزہ "میثاق" لاہور کی اشاعت کو بحال کیا جائے۔" ۷ے

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا۔

" مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات کی سرکردگی میں ایک کمیٹی وجود میں لائی گئی ہے۔ جس کا مقصد اخبارات کو ایک ضابطۂ اخلاق دینا اور انہیں اس کا پابند رکھنا ہے۔ ہمیں تعجب اور صدمہ ہے کہ اخبارات کو اخلاق سکھانے کا فریضہ اس محترم کے سپرد ہوا ہے، جن کا نام ذہن میں آتے ہی بداخلاقی اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ سامنے ابھر آتی ہے۔ جن کا اسمِ گرامی اور دشنام طرازی تقریباً مترادفات بن کر رہ گئے ہیں۔" ۸ے

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے حکومتی ذرائع ابلاغ پر الزام لگایا ہے کہ وہ "محرم الحرام کے دوران اہل تشیع کے لیے خصوصی نشریات کو بہت کم وقت مہیا کرتے ہیں۔ شیعہ ذاکرین کی بجائے سنّی علماء کو محرم الحرام کے حوالے سے تقاریر کے لیے بلایا جاتا ہے، جو اہل تشیع کی حق تلفی ہے۔" ۹

ہفت روزہ "رضا کار" نے لکھا۔

"ٹیلیویژن کے موجودہ ڈراموں میں ذہنی پراگندگی، امارت پسندی، مغربیت پسندی تصنع، نمائش، رومانس اور مادی وسائل کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ ساری صورتِ حال کسی طرح بھی اسلامی معاشرہ کے ذرائع ابلاغ کی عکاسی نہیں کرتی۔" ۱۰

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "میثاق" نے لکھا ــ "ان دنوں ٹی وی کے تمام مراکز میں نہ صرف ڈراموں کی دوڑ لگی ہوئی ہے بلکہ مشرقی اور اسلامی شعائر کا خاکہ اڑایا جاتا ہے۔ پی ٹی وی کے ان مخربِ اخلاق ڈراموں کے متعلق لکھنا وقت کا ضائع ہوگا۔" ۱۱

ماہنامہ "فیض الاسلام" نے لکھا۔

"ہمارے ذرائع ابلاغ کے تمام ادارے سخت اصلاح کے محتاج ہیں۔ یہ کام علماء کرام، سیاستدانوں اور خود حکومتِ وقت کے کرنے کے ہیں۔ جس سے مسلسل پہلوتہی کی جارہی ہے۔" 12

□ □ □

مسئلہ افغانستان

افغانستان، پاکستان کا قریب ترین اسلامی ہمسایہ ملک ہے۔ افغانستان میں ماضی میں کئی بار انقلابات رونما ہوئے۔ لیکن سب سے بڑا انقلاب ۱۹۷۹ء کے آخر میں افغانستان پر روسی جارحیت کے نتیجہ میں رونما ہوا۔ دنیا بھر کے ممالک نے عام طور پر اور مسلمان ممالک نے اس جارحیت پر شدید ردِ عمل ظاہر کیا۔ مسلمان ہمسائے کی حیثیت سے پاکستان کی حکومت اور عوام نے اس جارحیت کو پاکستان کے خلاف جارحیت محسوس کرتے ہوئے افغان عوام اور مجاہدین کی ہر ممکن مدد فراہم کی۔ ملک کی دینی صحافت نے اس صورتِ حال میں کیا کردار ادا کیا۔ اس کی ایک جھلک پیشِ خدمت ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "عرفات" نے لکھا۔

"افغانستان کے مسئلہ پر اسلام آباد میں اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی کانفرنس میں جنرل ضیاء الحق نے کہا ہے کہ سوویت یونین کی افغانستان میں مسلح مداخلت' عالمِ اسلام کے لیے تازہ ترین سانحہ ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام متحد ہو کر افغانستان سے روسی جارحیت کے خاتمے کیلئے جدوجہد کرے"۔ [1]

مسئلہ افغانستان پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"دنیا کے نقشے کو اگر غور سے دیکھا جائے تو افغان مجاہدین کی یہ جنگ صرف ان کے محبوب وطن افغانستان کی آزادی تک محدود نہیں' بلکہ وہ عالمِ اسلام' خصوصاً مشرقِ اوسط کے ممالک کی سلامتی اور آزادی کے لیے خون

کے دریا بہا رہے ہیں۔ خدانخواستہ اگر یہ بند ٹوٹ گیا تو اشتراکیت کا سیلاب سارے مشرقِ اوسط کے ممالک کی آزادی کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔" [۲]

معاہدہ جنیوا پر "ضیائے حرم" نے لکھا۔

"بظاہر یہ ایک خوش کن اقدام ہے کہ روس جس کی تاریخ یہ ہے کہ وہ جہاں جاتا ہے، وہاں سے واپس جانے کا نام نہیں لیتا۔ اس کو مجاہدینِ افغانستان کی پیہم کوششوں نے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ بے شک اس نقطۂ نظر سے افغان مجاہدین قابلِ صد مبارکباد ہیں۔" [۳]

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "الحق" نے لکھا۔

"افغانستان میں روسی جارحیت کے سات سال مکمل ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں پچاس لاکھ سے زاید افغانی ملک بدر اور پندرہ لاکھ شہید ہو چکے ہیں۔ مگر آزادی کے حصول کے لیے افغانیوں کے جذبے اور حوصلے بلند ہیں۔ روس کو بحیرہ عرب کے گرم پانیوں تک پہنچنے سے روکنے کے لیے درحقیقت افغان مجاہدین پاکستان کی سالمیت اور بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں۔" [۴]

جنیوا معاہدہ کے حوالے سے "الحق" نے لکھا۔

"افغانستان کی آزادی کی خاطر لڑنے اور قربانی دینے والے مجاہدین ہیں۔ اسلئے ان کی حیثیت معاملت کنندہ کی ہے۔ لہٰذا اسے یہ ہونا چاہیے کہ ان کی شمولیت اور رضا مندی کے بغیر کوئی معاہدہ نہ کیا جائے۔ جو معاہدہ افغان مہاجرین کی واپسی کی ضمانت نہ دے، وہ روس کی واپسی کے بعد افغانستان میں خانہ جنگی اور پاکستان کی تباہی کا باعث ہو گا۔" [۵]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا۔

"افغانستان میں روس اپنی ناک بچانے کے لیے مجاہدین سے معاہدہ کرنے کی بجائے امریکہ سے سازباز کر رہا ہے۔ جنیوا مذاکرات کا ڈرامہ مستقبل کی پیش بندی اور مجاہدین کی حکومت کے قیام کا خطرہ ٹالنے کے لیے طویل تر کیا جا رہا ہے۔ لیکن افغان مجاہدین کی تنظیموں کے اتحاد کا یہ فیصلہ بہت درست اور مقاصد جہاد کے عین مطابق ہے کہ جنیوا مذاکرات جو رنگ چاہیں اختیار کریں، معاہدے پر کوئی دستخط کرے یا نہ کرے، مگر جہاد کے پرچم تلے جدوجہد اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک افغانستان کے مجاہدین کی حکومت قائم نہیں ہو جاتی۔" [6]

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے لکھا۔

"افغانستان میں روسی جارحیت کے آٹھ سال مکمل ہو گئے ہیں مگر افغان مجاہدین نے جذبۂ جہاد کے نتیجہ میں روسیوں کو ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ روسی ریچھ افغانستان میں لگنے والے زخموں کو چاٹنے میں مصروف ہے۔ جب تک روس، افغانستان سے واپس نہیں جاتا، اہل پاکستان کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے افغان بھائیوں کی ہر ممکن امداد جاری رکھیں۔" [7]

افغانستان میں روسی مداخلت پر "الاعتصام" نے لکھا۔

"افغانستان کی مخدوش صورتِ حال اور روس کی براہِ راست فوجی مداخلت، اسلامی ممالک کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ حکومتِ پاکستان نے افغانستان میں رونما ہونے والی حالیہ تبدیلیوں پر گہری تشویش ظاہر کی ہے اور ایک مسلمان پڑوسی ملک میں بیرونی فوجوں کی موجودگی کو اس خطہ میں پُرامن بقائے باہمی کے اصولوں کے منافی قرار دیا ہے۔" [8]

افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف پاکستان کے تمام شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد اور اداروں نے شدید ردِعمل کا اظہار کیا۔ اس سلسلہ میں "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"مسجد شہداء لاہور میں مختلف مکاتب فکر کے علماء نے یک زبان ہو کر کہا کہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے، جب تک افغانستان سے روسی جارحیت کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ علاوہ ازیں لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی کل پاکستان وکلاء کانفرنس کے اہتمام پر ایک قرارداد کے ذریعے۔ افغانستان میں روسی جارحیت کی شدید مذمت کی ہے، اور اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وطنِ عزیز کے دفاع کے لیے وکلاء بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔" [9]

روسی سرخ سامراج کے حوالے سے "اہلِ حدیث" نے لکھا۔

"ہمیں خوف اس بات کا نہیں کہ افغانستان میں روسی جارحیت کے نتیجہ میں پختونستان کا سٹنٹ کامیاب ہو سکے گا۔ بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ افغانستان جو آج مسلم دنیا کا ایک حصہ ہے کل اشتراکی روس کا ایک صوبہ نہ بن جائے۔" [10]

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے لکھا۔

"افغانستان میں دو لاکھ سے زیادہ مسلمان اسلام کی سربلندی کے لیے قربانیاں دے چکے ہیں، اور ایک بڑی طاقت نیپام بموں کی بارش پر اتر آئی ہے۔ مجاہدینِ افغانستان اللہ اکبر کے نعروں سے فضا کو منور کر رہے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لیے برسرِپیکار ہیں۔ ہم افغان مجاہدین، عوام اور وہاں کی اسلامی تحریکوں کی فتح کے لیے دعاگو ہیں۔" [11]

ہفت روزہ "رضاکار" نے لکھا۔

"بین الاقوامی فورموں پر سیاسی اور افغانستان کے اندر تحریک مزاحمت کے ہاتھوں عسکری شکست کے باوجود سامراجی آزادی کا چیمپئن ہونے کا مدعی روس، افغانستان سے جاتا نظر نہیں آتا۔ روس، افغانستان سے نکل کیوں نہیں پایا؟ افغان تحریک مزاحمت واضح طور پر بہت سے گروپوں میں تقسیم ہے۔ ایک دھڑا جدوجہد آزادی کی جنگ میں امریکی مدد پر قناعت کیے ہوئے ہے، جبکہ دوسرا گروپ اپنی مدد آپ کے اصول پر برسر پیکار ہے۔ تحریک آزادی کے قائدین کو امریکہ جیسے اسلام دشمن ملک سے اپنے روابط پر نظرثانی کرنی چاہیے۔" [۱۲]

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما غلام احمد بلور کے بیان پر ردِ عمل ظاہر کیا۔

"سرحدی علاقے کے لوگ سوچتے ہیں کہ روس آجائے تو کوئی بُری بات نہیں۔ جن چیزوں سے آج ہم محروم ہیں، وہ روس کے آنے سے ملیں گی، جن میں روٹی کپڑا اور دوسری چیزیں شامل ہیں۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ غلام احمد بلور جیسے سیاسی لیڈروں کے رگ وپے میں رچا بسا ذوقِ غلامی ایک نئی سامراجی قوت کے لیے آنکھیں فرشِ راہ کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔" [۱۳]

ماہنامہ "میثاق" نے لکھا۔ "افغانستان میں آٹھ سال سے جاری جہاد کے نتیجہ میں روس کی قوت ختم ہونے کے قریب ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مجاہدین افغانستان کو اسلامی ریاست بنا کر دم لیں"۔ [۱۴]

ماہنامہ "منشور الاسلام" نے لکھا۔ "روس کی ناکامی اور مجاہدین کی جدوجہد کے نتیجہ میں روس کی فوجوں کی واپسی اور افغان عوام کی وطن واپسی کا جو معاملہ طے پایا ہے، وہ پاکستان کی سیاسی فتح ہے۔" [۱۵]

□ □ □

شریعت بل

سینیٹ آف پاکستان کے ارکان مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف نے ملک میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیے "پرائیویٹ شریعت بل" منظوری کے لیے سینیٹ میں پیش کیا۔ حکومتِ وقت اور مختلف سیاسی جماعتوں نے اس بل کی حمایت یا مخالفت میں کیا کچھ کہا' اور دینی رسائل نے کیا ردِ عمل ظاہر کیا؟ اس کے متعلق دینی رسائل کے اداریتی صفحات کے اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ عرفات نے لکھا۔

"اللہ اور رسول کا مطالبہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے' جب ہم اپنے مذہبی فرائض کو باقاعدگی سے ادا کریں' اور اس کے ساتھ تجارت و معیشت اور سیاست کو بھی اسلامی اصولوں کا پابند بنائیں۔ الغرض ہمارے سارے ادارے اللہ کی شریعت کے تابع ہونے چاہیں۔ اس مقصد کے لیے واحد صورت شریعتِ اسلامیہ کی برتری اور بالادستی قائم کرنا ہے اور وہ انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح پر کرنا ہوگی۔ اس سلسلہ میں ہم "شریعت بل" کے نفاذ کی تائید کرتے ہیں۔" ۱؎

وزیراعظم جونیجو کے بیان پر "عرفات" نے لکھا۔

"وزیراعظم محمد خان جونیجو نے بیرون ملک دورہ میں پرائیویٹ شریعت بل کی مخالفت کر کے اسلامیانِ پاکستان کی دل آزاری کی ہے۔" ۲؎

ماہنامہ "البلاغ" نے لکھا۔

"شریعت بل میں قانون شریعت کے مکمل نفاذ و بالادستی اور ریاست کے ہر اقدام کو شریعت کے تابع بنانے کی تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ سٹینڈنگ کمیٹی اس بل کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ لیکن ہماری نظر میں اپنے مقصد اور روح کے لحاظ سے یہ نہایت اہم بل ہے۔" [3]

وزیر اعظم جونیجو کے بیان پر "البلاغ" نے لکھا۔

وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے کہا ہے کہ "ملک میں وہی شریعت نافذ ہو گی جو سب کو قابل قبول ہو۔ ہم جونیجو صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں شریعت کا نفاذ اس ملک کی حیات و بقاء کے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی جسم کے زندہ رہنے کے لیے روح کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر نیت صاف ہو تو سینیٹ میں زیر بحث شریعت بل کو سب کے لیے قابل قبول بنایا جا سکتا ہے۔" [4]

ماہنامہ "الحق" نے لکھا۔

"شریعت بل پر سستی اور اعراض برتا جا رہا ہے، اس سے حکومت کے اسلام کے حوالے سے دعووں کی قلعی کھل رہی ہے۔ ایک طرف علماء کی طرف سے شریعت بل پیش ہوا، تو دوسری طرف حکومتی شریعت بل جو مستشرقین اور اسی قماش کے لوگوں کا بنایا ہے، پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ جس سے مسلمانوں کی دل شکنی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے آسمانی فیصلے بدلنے والے ہیں۔ اب حکمران کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔ فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے۔ اب مزید اسلام کی مالا جپنے کے بجائے شریعت کو منظور و نافذ کرنا ہو گا۔" [5]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا۔

"بلاشبہ مولانا قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق نے شریعت بل پیش کرکے پاکستان کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام کی نمائندگی کا فرض ادا کیا ہے اور اسلام کے نام پر راج کرنے والے حکمرانوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ ملک میں یا تو صدقِ دل سے اسلام کی حکمرانی قائم کرنے کا عہد پورا کریں، یا واضح طور پر انکار کرکے اپنے چہرے پر پڑے ہوئے نقاب کو اٹھا دیں تاکہ پاکستان کے غیور مسلمانوں کو ان کی پہچان کرنے میں مشکل نہ رہے۔" ۶ے

حکومتی رویے پر "خدام الدین" نے لکھا۔

" موجودہ حکومت قوم سے نفاذ شریعت کا وعدہ کرکے اقتدار کی کرسی پر متمکن ہوئی تھی۔ لیکن ایک طویل سال گذرنے کے باوجود حکومت نے ابھی تک اس وعدہ کو پورا کرنے کا آغاز بھی نہیں کیا۔ اگر اہلِ اقتدار نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو اس وعدے کے عدمِ ایفاء کی پاداش میں اسے واپس جانا ہوگا۔" ۷ے

اہلِ حدیث مکتب فکر

" نفاذِ شریعت ایک مستحسن اقدام ہے اور اس بل کو پاس کرنے کے لیے مشترکہ کوشش بھی ہونی چاہیں، تاہم اسے تمام تر خامیوں اور خرابیوں سے پاک ہونا چاہیئے ورنہ اس کے نقصانات فوائد کی بجائے کہیں زیادہ ہوں گے۔" ۸ے

ہفت روزہ "الاعتصام" نے لکھا۔

" مغرب زدہ خواتین نے شریعت بل کے خلاف پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرہ کیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ بل پاس ہوتا ہے یا نہیں، ان مغرب زدہ خواتین کا اس بل کے خلاف مظاہرہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ اسلام کی طرف اٹھنے والے ہر قدم کو تشویش کی نظر سے دیکھتی ہیں۔" ۹ے

"الاعتصام" نے لکھا۔

"پیر پگاڑا نے شریعت بل کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ شریعت بل کی منظوری ایک سے زیادہ شریعتوں کی راہ ہموار کرنے کا آغاز ہو گا۔ ہم ہر قیمت پر اس کی مخالفت کریں گے اور فرقوں کی بنیاد پر پاکستان کو تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔" [10]

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا۔

"مسلم لیگ اپنا قرض چکائے ــ شریعت بل ۱۹۸۵ء کو سینٹ میں پیش کیا گیا۔ سینٹ نے غور کے بعد رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے اسے مشتہر کر دیا۔ گویا سینٹ نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس وقت شریعت بل کی مخالفت مسلم لیگ حکومت کے وزیر قانون اقبال احمد خاں کر رہے ہیں۔ وہ مسلم لیگ جس نے پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کے نعرے پر پاکستان حاصل کیا تھا۔ مسلم لیگ کو اپنا ماضی دیکھ کر شریعت بل کی مخالفت کی بجائے حمایت کرنی چاہیے۔" [11]

شیعہ مکتب فکر

ہفت روزہ "رضاکار" نے لکھا۔

"شریعت بل ابتداء ہی سے متنازعہ چلا آرہا ہے۔ ملت اسلامیہ کے اکثر علماء اس کے خلاف ہیں۔ دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث علماء کی اکثریت اس بل کے خلاف ہے۔ مگر جماعت اسلامی اور اس کی حاشیہ نشین متحدہ شریعت محاذ، بزور طاقت اس شریعت بل کو اپنی مرضی کے مطابق منوانے پر مصر ہے۔ ہم صدر محترم کی خدمت میں عرض کریں گے کہ شریعت بل جیسے متنازعہ بل کو تسلیم نہ کریں، ورنہ تاریخ اپنی کبھی معاف نہیں کرے گی۔" [12]

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے عاصمہ جہانگیر، ویمن ایکشن فورم کے بیان "شریعت بل کو خواتین اپنے لیے خطرہ عظیم سمجھتی ہیں"۔ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"شریعت بل کے پارلیمنٹ میں آنے کے بعد ہر وہ شخص یا گروہ مضطرب ہے، جو لادینیت، انحراف پسندی، دنیا پرستی، تقلیدِ فرنگ یا مخالفتِ اسلام کے مرض میں مبتلا ہے، اور اپنے اپنے طبقے اور حلقے کی طرف سے جو تیر بھی چھوڑا جا سکتا ہو، ہر کوئی شریعت کے خلاف چھوڑ رہا ہے۔"[۱۳]

ماہنامہ "میثاق" نے "شریعت بل کا المیہ" کے عنوان سے لکھا۔

"قلب اور ذہن اس تصوّر سے لرزہ اندام ہیں، اور زبان و قلم اس اندیشے کے اظہار میں رنج و غم اور صدمہ محسوس کر رہے ہیں کہ پاکستان میں شریعت بل کا جو حشر ہوا، وہ کہیں عمومی عذاب سے قبل اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری تنبیہ بلکہ اتمامِ حجت کی حیثیت نہ اختیار کر لے۔

شریعت بل کے المیے میں جہاں قومی اسمبلی، سینیٹ اور صدرِ مملکت شامل ہیں، وہیں اس کی ذمہ داری خود متحدہ شریعت محاذ اور اس میں شامل جماعتوں اور تنظیموں پر ہے۔ اس لیے کہ یہ اصلاً ان ہی کی کم کوشی اور کم ہمتی کا نتیجہ ہے کہ حکومت نے شریعت بل کو پورے اطمینان کے ساتھ طاقِ نسیان میں رکھ دیا ہے۔"[۱۴]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے لکھا۔

"اس وقت چہار سمت نفاذ شریعت کے مطالبے کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ مگر باہمی اختلافات اس کام میں حائل ہیں، جب تک یہ فضا قائم ہے، نفاذ شریعت کا خواب پورا نہیں ہو گا۔"[۱۵]

□ □ □

حقوقِ نسواں

خواتین کے حقوق کیا ہیں؟ مغربی دنیا میں خواتین کن حقوق سے مستفید ہو رہی ہیں۔ ایک اسلامی معاشرے میں خواتین کو کیا کیا حقوق حاصل ہیں اور پاکستانی معاشرے میں خواتین کو اس وقت کس قدر حقوق حاصل ہیں۔ اس سلسلہ میں دینی رسائل کی کیا رائے ہے' وہ ان رسائل کے اوراق صفحات کی روشنی میں پیشِ خدمت ہے۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "عرفات" نے لکھا۔

"ان دنوں خواتین کا اغوا' ان پر تشدد اور آبرو ریزی کے واقعات عام ہونے لگے ہیں۔ یہ یہودیوں اور مغربی طاقتوں کی سازش ہے کہ مسلمان ممالک میں خواتین کو عدمِ تحفظ سے دوچار کر دیا جائے' تاکہ طبقۂ نسواں اس قسم کے حالات اور ماحول سے بے زار ہو جائے اور دوسری جانب مغربی طرزِ زندگی کی ترغیبات' اسے اپنے دین و ایمان سے بھی محروم کر دیں۔" [1]

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "البلاغ" نے حقوق نسواں کمیٹی کی رپورٹ پر لکھا۔

"حکومتِ پاکستان نے جنوری ۱۹۷۶ء کو حقوق نسواں کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس کا مقصد

یہ تھا کہ وہ ان حق تلفیوں کا جائزہ لے جو ملک میں عورتوں کے ساتھ روا رکھی جا رہی ہیں ۔ صنفِ نازک پر ہونے والے مظالم کے سدِّباب کے لیے تجاویز مرتب کرے اور اقدامات تجویز کرے ۔ اس کمیٹی نے حال ہی میں اپنی رپورٹ کی پہلی قسط پیش کی ہے ۔ یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ ان تجاویز کو قانونی شکل دینے سے قبل رائے عامہ کے لیے اخبارات میں شائع کر دیا گیا ہے ۔" [2]

ماہنامہ "الحق" نے لکھا ۔

" رسوائے زمانہ عائلی قوانین کا آرڈی ننس صدر ایوبی وہ سیاہ ترین دھبہ ہے' جو اب تک ملتِ اسلامیہ پاکستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ اور ہم سب کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے ۔ موجودہ حکومت سے گزارش ہے کہ وہ موجودہ عائلی قوانین کا معاملہ مشاورتی کونسلوں اور متوقع اسمبلیوں پر نہ چھوڑے' بلکہ مومنانہ قدم اٹھا کر انہیں یک لخت منسوخ کر دے ۔" [3]

آزادیٔ نسواں کے متعلق "الحق" نے لکھا ۔

" آج کا یہ دور آزادیٔ نسواں اور حقوق و مساوات کے نام سے اس مقدس اور محترم صنفِ نازک کو دوبارہ اسی جاہلیتِ اولیٰ کی طرف لوٹانے کی سعیٔ مذموم کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ شرافت مآب دولت اور قیمتی خزانہ ایک بار پھر گھر کی دہلیز سے نکل کر سرِبازار تماشائے عالم بن جائے ۔" [4]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا ۔

" آج کل ملک "ہفتوں" کی زد میں ہے ۔ ایک ہفتہ خواتین کا بھی منایا گیا ۔ لاہور کی حد تک جو کچھ ہوا اس کی بعض جھلکیاں خود ہمارے علم میں ہیں' جو اتنی افسوسناک اور شرمناک ہیں کہ الاماں ۔ جب غیرت کا جنازہ اٹھتا ہے تو پھر ملت کا عہد سلامت نہیں رہتا ۔ ایسی قوم بہت جلد تباہی کے گڑھے میں گرتی ہے کہ اس کے لاشہ پر آنسو بہانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا ۔" [5]

اہل حدیث مکتب فکر

ماہنامہ "محدث" نے حقوق نسواں کمیٹی رپورٹ کے متعلق لکھا ۔

"پاکستانی خواتین کے حقوق کی کمیٹی کے چیئرمین اور اٹارنی جنرل پاکستان یحییٰ بختیار نے رپورٹ شائع کردی ہے اس رپورٹ میں تجویز کیا گیا کہ مردوں کے لیے شادی کی عمر ۱۸ سال سے بڑھا کر ۲۱ سال کردی جائے ۔ خاندانی منصوبہ بندی کے مضمون کو ایم بی بی ایس کے نصاب میں لازمی مضمون کے طور پر شامل کیا جائے ۔ اس کے علاوہ بلدیات میں خواتین کو ۲۵ فی صد نمائندگی دی جائے ۔" [6]

ہفت روزہ "الاعتصام" نے حقوق نسواں پر لکھا ۔

" حقوق نسواں کمیٹی کی سفارشات کا انداز اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حکومت حقوق نسواں کے خوشنما عنوان سے عورت کو بے پردہ کرنے کے بعد اسے یورپ کی ڈگر پر ڈالنا چاہتی ہے ۔ جس کے نتیجہ میں وہ خود اخلاق باختگی کے جہنم میں جھلس رہا ہے ، اور اس سے بیزار ہے ۔" [7]

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا ۔

"وفاقی حکومت کے خواتین ڈویژن کی سربراہ بیگم سلیمہ احمد نے پردے کو فرسودہ اور خواتین کی صحت کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے ۔ ہم حیران ہیں کہ ایک طرف تو صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نظریہ پاکستان کے فروغ اور نفاذ اسلام کے عمل کو کامیاب بنانے میں مصروف ہیں، اور کئی حکومتی ادارے دن رات کام کر رہے ہیں، لیکن دوسری طرف خود حکومتی مشینری کے اہم کل پرزے اس راہ میں حائل ہی نہیں، اسلامائزیشن کے سارے عمل کو سبوتاژ کرنے کے لیے عوام الناس کے ذہنوں کو مسموم اور تذبذب میں مبتلا کرنے میں مصروف ہیں ۔" [8]

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے لکھا ۔

" مشرقی عورت کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیے کہ مغرب کی ساری مساوات اور برابری محض ایک فریب اور دھوکہ ہے ۔ درحقیقت مغرب مساواتِ مرد و زن کے خوشنما نعرے کے پس پردہ مشرق کی باحیا خواتین کو سربازار رسوا اور ذلیل کرنا چاہتا ہے ۔ مسلمانوں کو اس جال میں نہیں آنا چاہیے ۔"[9]

ہفت روزہ "رضاکار" نے لکھا ۔

ہماری رائے میں ایران کی طرح پاکستان میں بھی خواتین کو سرکاری تقریبات میں شرکت سے روک دیا جائے ، تو ہمارا معاشرہ بے شمار قسم کی خرابیوں سے بچ سکتا ہے اور خواتین کو بھی عزتِ نفس حاصل ہو سکتی ہے ۔"[10]

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ ترجمان القرآن نے لکھا ۔ حکومت کی قائم کردہ حقوق نسواں کمیٹی کی کوشش ہے کہ مغرب میں عورت تن تنہا مرد کے ہمراہ جن راہوں اور اونچی نیچی گذرگاہوں میں بھٹک رہی ہے ۔ پاکستان کی مسلمان خاتون بھی ضرور ان سب راستوں پر رواں دواں اور سرگرداں ہو جائے ۔ اس رپورٹ میں جتنی بھی سفارشات اہم اور دور رس نتائج کی حامل تھیں ، ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے مغرب کے معاشرے میں آزمایا نہ جا چکا ہو اور اس کے تلخ ثمرات سے بہرہ مند نہ ہو چکی ہو ۔"[11]

ماہنامہ "میثاق" نے لکھا ۔

" دنیا کی کوئی تہذیب ، معاشرے میں عورت کے مقام کا ٹھیک ٹھیک تعین نہیں کرسکی ۔ یہ کام صرف

اسلام کا ہے کہ اس نے ایک مکمل ضابطۂ حیات دیا اور ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں کے اعتبار سے فرائض سونپے۔ عورت کا جو مقام اور مرتبہ اسلام نے مقرر کیا ہے، وہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کریں اور دنیا کی گمراہ قوموں کے نقشِ قدم پر نہ چلیں۔" [12]

ماہنامہ "ضیغم الاسلام" نے لکھا۔

"صدرِ مملکت کی طرف سے نفاذِ شریعت آرڈیننس کا اعلان اور اس کے ردِ عمل میں مغرب زدہ خواتین کی جانب سے "شریعت نامنظور" تحریک کا آغاز ایک انتہائی اقدام ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ان مغرب زدہ خواتین کی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کا سختی سے نوٹس لے۔" [13]

ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے لکھا۔

"اسلام دینِ فطرت ہے، اور اس نے مرد اور عورت کے فرائض دونوں کی فطرت کے عین مطابق مقرر کیے ہیں۔ دونوں کا دائرہ کار جداگانہ قرار دیا ہے۔ اسلامی روایات میں اگر کسی موقع پر عورت، مرد کے دوش بدوش نظر آتی ہے تو وہ مخصوص حالات کے تحت اسلامی احکام و حدود کی پابندی کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس مادر پدر آزادی کی کوئی گنجائش نہیں، جو آج دفتروں اور تجارتی اداروں میں نظر آتی ہے۔ معاشرے کی خرابی اسی وجہ سے ہے۔ ترقی پسند طبقہ کی یہ آرزو ہے کہ خاتونِ خانہ کو چار دیواری سے نکال کر اس کی عزت و آبرو سے کھیلا جائے۔ جس معاشرے سے انہوں نے یہ سبق سیکھا ہے، وہ مادر پدر آزادی کے زخموں سے پہلے ہی گھائل ہو چکا ہے۔" [14]

□ □ □

پی این اے

جنوری ۱۹۷۷ء کو وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اچانک عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا، تو اس وقت اپوزیشن جماعتیں منتشر تھیں۔ اس صورتِ حال میں صرف دو ماہ بعد ۷ مارچ ۷۷ء کو ہونے والے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کی کامیابی یقینی تھی۔ لیکن اپوزیشن جماعتوں نے انتخابات کی تاریخوں کا اعلان ہوتے ہی راتوں رات اپنے اختلافات ختم کرکے پاکستان قومی اتحاد (PNA) کے نام سے متحد و متفق ہوگئیں، اور مارچ میں ہونے والے انتخابات میں پیپلز پارٹی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پاکستان قومی اتحاد کے قیام و انصرام کے حوالے سے دینی صحافت کے محسوسات یہاں درج کیے جارہے ہیں۔

بریلوی مکتب فکر

ماہنامہ "ضیائے حرم" نے لکھا ــــ

"پاکستان قومی اتحاد، جس عظیم مقصد کے لیے وجود میں آیا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل سے پہلے ہی اپنوں کی بیگانگی اور بے اعتنائی سے انتشار کا شکار ہوگیا ہے۔ پاکستان قومی اتحاد کے تمام رہنماؤں نے مل کر نظام مصطفےٰ کے نام سے عظیم تحریک چلائی، لیکن جب نظام مصطفےٰ کے قیام کا موقع آیا تو اس وقت اصغر خان اور پیر پگارا جیسے رہنماؤں نے پاکستان قومی اتحاد سے الگ ہوکر نظام مصطفےٰ کے سارے خواب کو پریشان کردیا۔ یہ اُن شہداء سے غداری ہے، جنہوں نے پی این اے کی تحریک میں نظام مصطفےٰ کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔" [۱]

دیوبندی مکتب فکر

ماہنامہ "الحق" نے لکھا۔

"پاکستان قومی اتحاد نے اسلامی نظام کے عمل کو تیز تر کرنے کے لیے مارشل لاء حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کرکے اچھا قدم اٹھایا ہے۔ ملک کے گمبھیر اور نازک حالات کا تقاضا تھا کہ پی این اے کی قیادت تمام تر مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ملک کی طوفانوں میں گھری ہوئی کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچانے کے لیے فوجی حکومت کی مدد اور تعاون کرتی۔" [2]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا۔

"جب پاکستان قومی اتحاد وجود میں آیا تو دشمنانِ دین و ملت نے کہا کہ بس دو چار روز کی بات ہے۔ یہ سلامت نہیں رہے گا، ٹوٹے گا اور ضرور ٹوٹے گا۔ اور پھر پی این اے کی قیادت کی تمام تر خوش فہمیوں کے باوجود مقصد اور نصب العین کے حصول کے بالکل قریب پہنچ کر سیاست کی دنیا میں بے پناہ تجربات کرنے والی اور پارٹیاں بنا بنا کر دوسروں کے سپرد کرنے، نیز اتحاد و اتفاق کے عجیب عجیب انداز اختیار کرنے والے ائیر مارشل اصغر خاں "اتحاد" کی بجائے انتشار کی راہ پر چل پڑے۔ اصغر خان کا یہ رویّہ اُن شہیدوں سے غداری کے مترادف ہے، جنہوں نے بلندترین مقصد کے لیے قربانی دی تھی۔" [3]

اہل حدیث مکتب فکر

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا۔

"ایک محتاط اندازے کے مطابق استقلال پارٹی کے سربراہ اصغر خاں، پاکستان قومی اتحاد سے

علیحدہ ہونے کی سوچ رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ نو جماعتوں کا اتحاد برقرار اور نو ستاروں والا پرچم سربلند رہے۔ بصورتِ دیگر پاکستانی عوام نے پی این اے سے جو امیدیں وابستہ کی تھیں، وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی اور یہ المیہ قیامتِ صغریٰ سے کم نہ ہوگا۔" [4]

شیعہ مکتب فکر

ماہنامہ "پیام عمل" نے مولانا مفتی محمود صدر پاکستان قومی اتحاد سے دو دو باتیں کے عنوان سے لکھا۔

" پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے شیعانِ پاکستان نے پی این اے کا بھرپور ساتھ دیا، لیکن اب جبکہ قومی اتحاد، مارشل لاء حکومت میں شامل ہے تو اسے اہلِ تشیع کے حقوق اور مطالبات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہیں۔" [5]

متفرق دینی رسائل

ماہنامہ "ترجمان القرآن" نے لکھا۔

" قومی اتحاد کے سامنے حکومت میں جانے کا سب سے بڑا اصول اور مقصد یہ تھا کہ انتخابات جلد کرانے اور جمہوریت کو بحال کرنے میں تعاون کیا جائے۔ ایک غیر جمہوری حالت سے نکلنے کے لیے یہ کام ضروری تھا۔ پی این اے کو حکومت میں شامل ہوئے اپنی مہلت کا ایک ماہ گذار چکا ہے۔ اس ایک ماہ کی کارکردگی کو سادہ سیاسی زبان میں بیان کرنا ہو تو عوام یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس ایک ماہ کے عرصے میں پی این اے کی حکومت نے کیا کارنامے انجام دیئے ہیں۔" [6]

□ □ □

ایم آر ڈی

جنرل ضیاء الحق کی جانب سے بار بار اعلانات اور وعدوں کے باوجود انتخابی عمل سے گریز پر، ردِ عمل کے طور پر پاکستان پیپلز پارٹی اور دیگر اپوزیشن جماعتوں (مسلم لیگ اور جماعتِ اسلامی کے علاوہ) نے تحریک بحالیٔ جمہوریت (MRD) کا آغاز کیا۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اسے زیادہ پذیرائی نہ مل سکی۔ جبکہ پنجاب میں بالعموم اور صوبہ سندھ بالخصوص بہت مؤثر تھی۔ اس تحریک میں بتدریج تشدد کا عنصر شامل ہو گیا، جس سے رائے عامہ متاثر ہوئی۔ اس تحریک کے متعلق دینی رسائل کی رائے یہ رہی ــــ

بریلوی مکتب فکر

"ایم آر ڈی کے زعماء حفیظ پیرزادہ اور جام صادق علی کے ملک دشمنی پر مبنی المناک بیانات ہمارے سامنے ہیں۔ اگر ہمیں اپنی آزادی پیاری ہے تو ہمیں اپنے مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرتے وقت کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ان لوگوں نے اپنی اسلام دشمنی اور وطن دشمنی کا برملا اظہار کر دیا ہے۔ اس کے بعد ان سے دھوکہ کھانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خصوصاً وہ سیاسی جماعتیں، جو اسلام کا نام لے کر سیاست کے میدان میں موجود ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ خود بھی اس فریب سے بچیں اور عوام کو بھی بچائیں۔" [1]

دیوبندی مکتب فکر

ہفت روزہ "خدام الدین" نے موچی دروازہ کے جلسہ عام کے متعلق لکھا ــــ

"۱۲ر جولائی کو موچی دروازے کا جلسہ' دراصل بے نظیر کا جلسہ تھا۔ جس کی کامیابی کیلئے نوابزادہ نصر اللہ خاں' ملک قاسم اور مولانا فضل الرحمٰن نے بڑی محنت کی۔ جلسے میں لگنے والے اس نعرے پر غور کریں۔ چاروں صوبوں کی زنجیر۔ بے نظیر' بے نظیر ۔ یہ نعرہ انتخابات کے بعد بدل جاتے گا۔ جس طرح پیپلز پارٹی کے پہلے نعرے بدل گئے تھے۔" ۱ے

اہل حدیث مکتب فکر

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا۔

"ایم آر ڈی نے یوم آزادی کے موقع پر جس تحریک کو شروع کیا ہے۔ اس میں توڑ پھوڑ اور تشدد کے رجحانات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ملک کے کئی حصوں میں لاقانونیت' آتشزنی اور لوٹ کھسوٹ کی وارداتیں ہوئی ہیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ حکومت اور سیاستدان ملک و ملت کے مفاد کی خاطر افہام و تفہیم سے کام لیں۔" ۲ے

ایم آر ڈی کے حوالے سے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"بیگم نصرت بھٹو نے اس بات کی تردید کی ہے کہ انہوں نے کبھی دہشت گرد تنظیم "الذوالفقار" کی مخالفت یا مذمت نہیں کی۔ ان کا یہ بیان ایم آر ڈی میں شامل جماعتوں کے لیے لمحۂ فکریہ بننا چاہیے' اور اس سلسلہ میں اپنے نقطۂ نظر کی صاف اور کھلے الفاظ میں وضاحت کرنی چاہیے کہ وہ اس معاملے میں نصرت بھٹو کے ہم خیال ہیں یا نہیں؟" ۳ے

انتخابات سے ایم آر ڈی کے فرار کے عنوان سے "اہل حدیث" نے لکھا۔

"صدر ضیاء نے کہا ہے کہ انتخابات مقررہ وقت پر ہی ہوں گے۔ ان میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔ صدر

نے مزید کہا کہ اگر ایم آر ڈی نے وقت گنوا دیا تو یہ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، اور عوام اپنی مکھن سے بال کی طرح نکال باہر کریں گے۔ ایم آر ڈی کو چاہیے کہ وہ محاذ آرائی کی سیاست چھوڑ کر انتخابی عمل میں شامل ہو جائے۔" [5]

ہفت روزہ اہل حدیث نے ایم آر ڈی کے متعلق مزید لکھا۔

" ان دنوں ایم آر ڈی کی قیادت اور مکمل باگ ڈور پیپلز پارٹی کے ہاتھ میں ہے۔ نام نہاد جمہوریت کے نام پر منفی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ ان میں سول نافرمانی اور گھیراؤ جلاؤ کے ذریعے ملک کے نظم و نسق اور امن و امان کو سبوتاژ کرنے سے اگر کوئی یہ امید رکھتا ہے کہ اس سے تعمیر وطن، بحالی جمہوریت اور فلاح ملت کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل ہوگی تو اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہوگی۔" [6]

شیعہ مکتب فکر

ہفت روزہ "رضا کار" نے لکھا۔

ایم آر ڈی کی جانب سے چلائی جانے والی تحریک بحالی جمہوریت، مارشل لاء حکومت کے لیے سخت ناگواری کا باعث ہے۔ چنانچہ اس نے ایم آر ڈی کی جانب سے ریفرنڈم اور غیر جماعتی انتخابات کا بدلہ لینے کے لیے ۱۴ جولائی کے احتجاج کو غنیمت جانا اور ایم آر ڈی پر غیر ملکی امداد حاصل کرنے کا گھسا پٹا الزام لگا کر اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی ہے۔

□ □ □

کھیل اور تفریح

کھیل اور تفریح، اخلاقی حدود و قیود میں رہتے ہوئے، جسم و جان کی صحت و تندرستی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسلام نے بامقصد کھیل اور تفریح پر کوئی پابندی عائد نہیں کی، بلکہ نبی آخرالزماں ﷺ نے خود اس قسم کی تفریح اور کھیلوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ موجودہ دور میں رائج کھیل اور تفریح کے متعلق دینی رسائل کیا رائے رکھتے ہیں، وہ پیشِ خدمت ہے۔

بریلوی مکتب فکر

"کرکٹ کا کھیل، انگریزوں نے نوابوں، راجاؤں اور مہاراجوں کی مدد سے برصغیر میں رائج کیا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ عام ہوگیا۔ اب حالت یہ ہے کہ تین تین ماہ کی سیریز کھیلی جاتی ہیں۔ جس سے بالواسطہ اور بلاواسطہ لاکھوں تماشائی تضیعِ اوقات اور اسراف کے سوا کچھ حاصل نہیں کرپاتے۔ ہمارا ملک ترقی پذیر ملک ہے۔ یہاں اس کھیل پر جس بیدردی سے سرمائے کا اسراف کیا جاتا ہے، وہ کسی بھی صورت میں سود مند نہیں ہے۔ صدر ضیاء امتِ مسلمہ کے کھوئے ہوئے وقار کے حصول کے لیے کوشاں تھے، لیکن ہمارے ملک کے نوجوان آج بھی تماش بینی کے علاوہ کچھ نہیں کر رہے۔" [1]

ماہنامہ "رضائے مصطفٰے" نے لکھا

"ہندوستان میں مسلم کش فسادات جاری تھے اور ہماری بے حس قوم کرکٹ میچوں کی سیریز دیکھنے میں مصروف تھی۔ کاش مسلمانانِ پاکستان غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرکے کرکٹ سے نجات حاصل کرلیں۔" [2]

دیوبندی مکتب فکر

کھیل یا مقصدِ زندگی کے عنوان سے "البلاغ" نے لکھا۔

"اس وقت کھیلوں کی صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنی بذاتِ خود ایک مقصدِ زندگی بنا لیا گیا ہے، اور ان کو غور و فکر، تحریر و تقریر اور جدوجہد کا ایک ایسا موضوع قرار دے لیا گیا ہے، جو زندگی کے بہت سے حقیقی مسائل سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے۔
ہم انتہائی دل سوزی کے ساتھ حکومت اور عوام کو اس جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ "میچ نوازی" کا یہ سلسلہ اب حد سے گذر گیا ہے۔ اس کے نقصانات و عواقب کا جائزہ لیجئے اور کھیل تماشوں سے ہٹ کر ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کا بھی کچھ فکر کیجئے۔" [۳]

ہفت روزہ "خدام الدین" نے لکھا۔

"پاکستان اور بھارت کے درمیان آج کل کرکٹ میچ ہو رہے ہیں۔ یوں اندازہ ہوتا ہے کہ پوری قوم کو "کرکٹیریا" ہو گیا ہے۔ بازار میں، دفتر میں، بس میں، ہر جگہ لوگ ٹرانزسسٹر کان سے لگائے کمنٹری سن رہے ہیں۔ کیا ہمارا یہ طرزِ عمل ایک باوقار اور غیور قوم کے شایانِ شان ہے؟" [۴]

اہل حدیث مکتب فکر

ہفت روزہ "الاعتصام" نے کرکٹ کے متعلق لکھا۔

"کرکٹ ایک ایسا کھیل ہے، جو وقت اور پیسے کے ضیائع کا باعث بنتا ہے۔ اس کھیل کے متعلق بین الاقوامی کھیل ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، جو سراسر غلط اور خلافِ حقیقت ہے۔ ہندوستان،

آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، سری لنکا، ویسٹ انڈیز اور پاکستان ایسے ممالک جہاں یہ کھیلا جاتا ہے، یہ تمام ممالک انگریزی کی محکومی سے گذر چکے ہیں۔ یہ محض شاہانہ تفریح ہے۔ زوال آمادہ معاشرے کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس تفریح سے نوجوانوں کو بچایئے اور مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنے کے لیے اسے یا تو بند کر دیجئے یا سرکاری سرپرستی سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ یہ کھیل قوم کو بانکے نوجوان تو دے سکتا ہے، مجاہد پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ محض عیاشی ہے۔" ۵

ہفت روزہ "اہل حدیث" نے لکھا۔

"پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں خواتین کی ہاکی ٹیم کا سلسلہ، اسلامی اقدار و روایات کے خلاف ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ خواتین ہاکی ٹیم پر بین الاقوامی پابندی عائد کرے۔" ۶

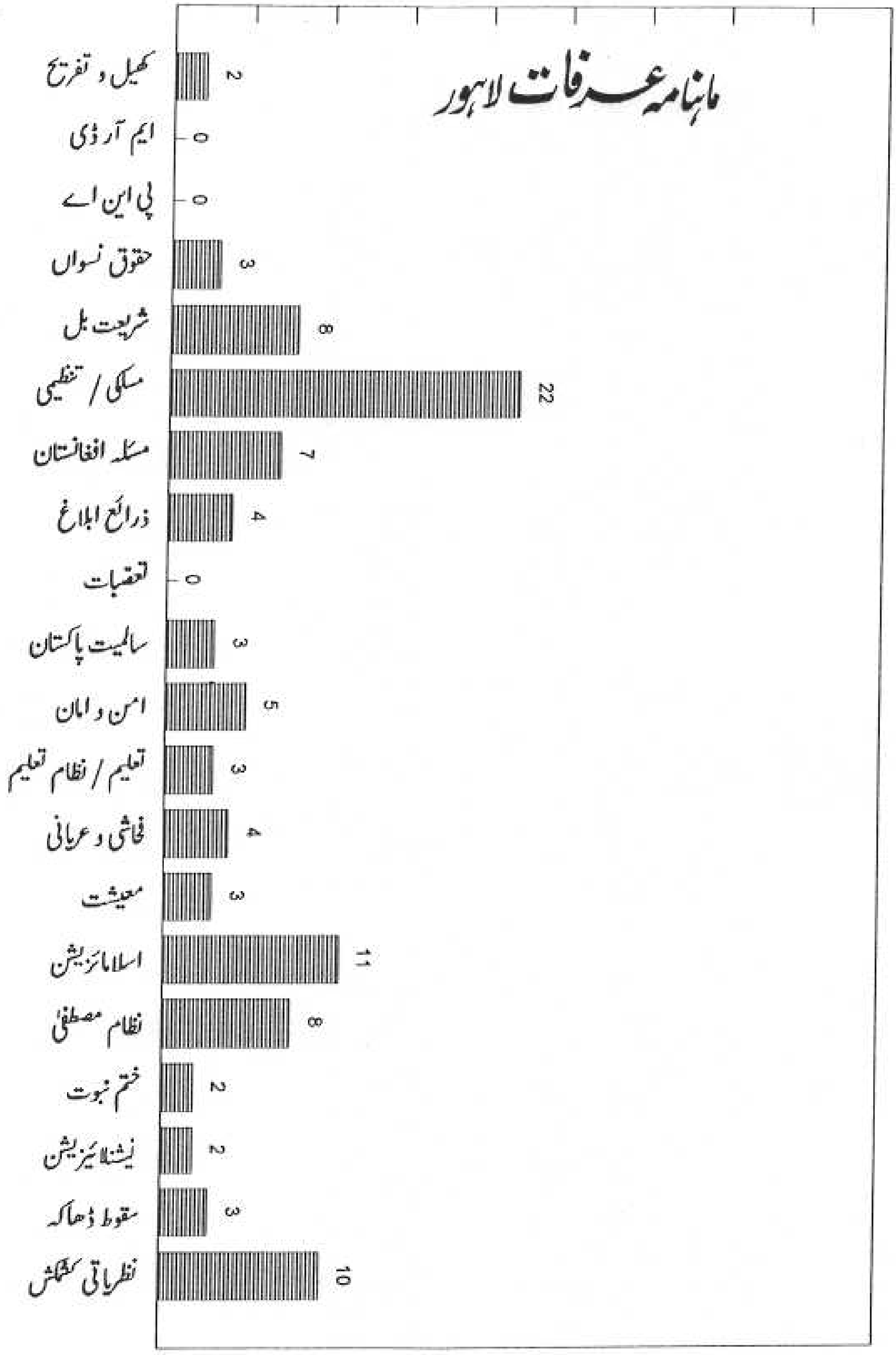
شیعہ مکتب فکر

ہفت روزہ "رضاکار" نے لکھا — قوم کو "کرکٹیریا" سے نجات دلائی جائے۔ نئی نسل کو تعمیری کاموں میں معروف کرنے کی بجائے حکومت اسے کھیلوں کے ذریعے بے راہرو بنا رہی ہے۔" ۷

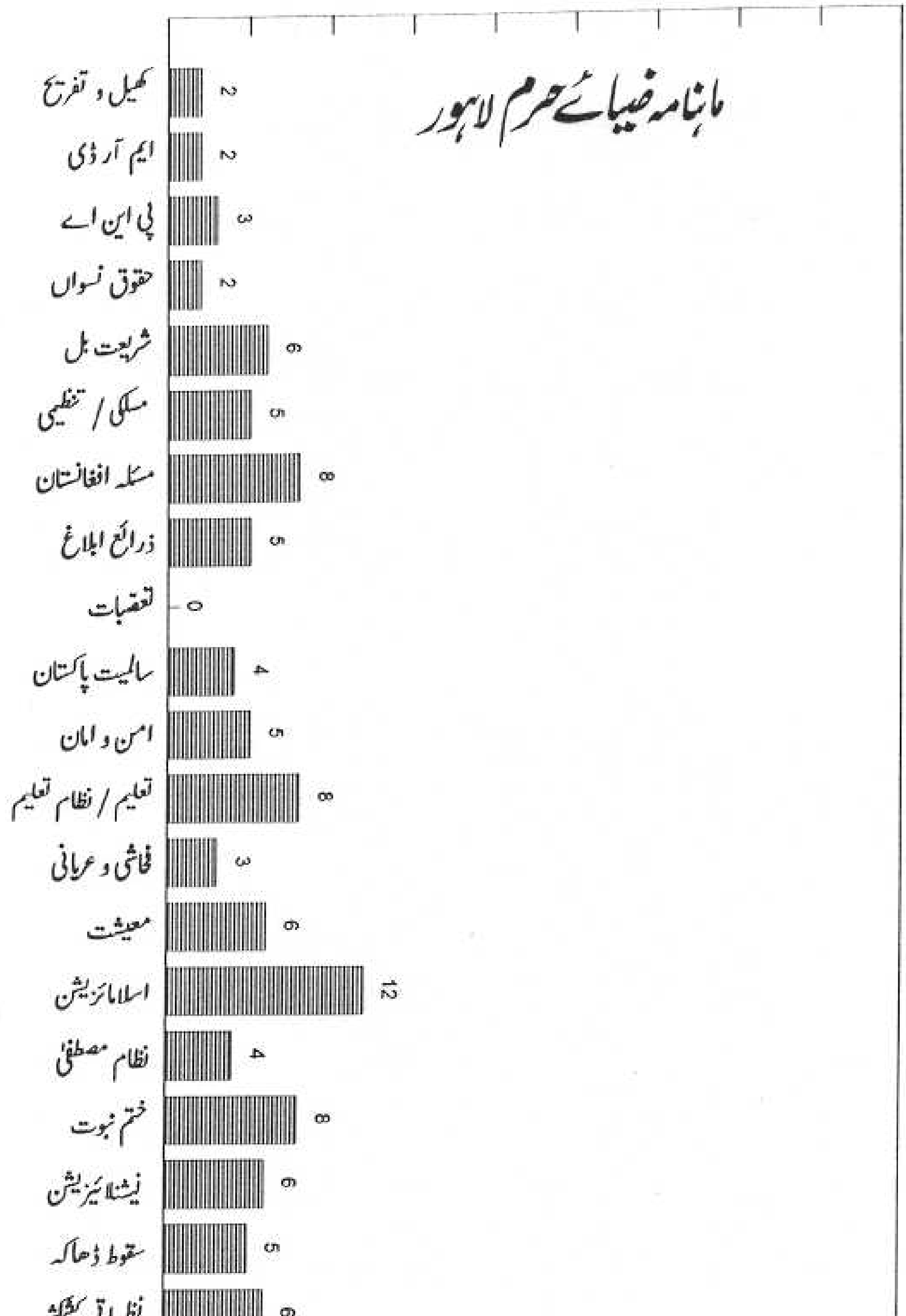
متفرق دینی رسائل

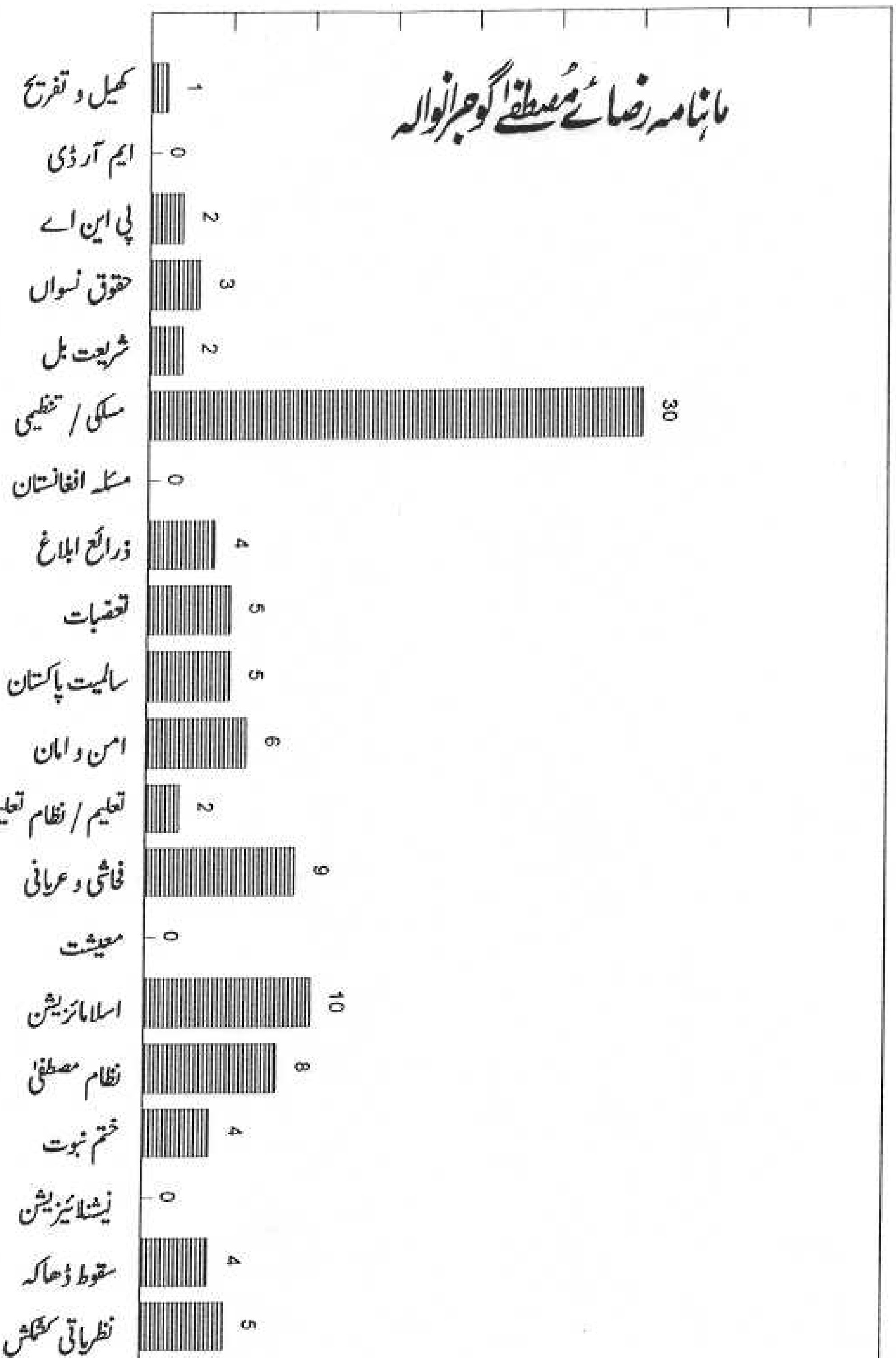
ماہنامہ "میثاق" نے لکھا۔ موجودہ حکومت جسے اپنے اسلامی اقدامات پر بڑا فخر ہے، اسے چاہیے کہ وہ خواتین ہاکی ٹیم کی تیاری اور بیرون ملک بھیجنے پر پابندی عائد کرے ورنہ اس حکومت کا دعویٰ اسلام سراسر ایک سراب اور دھوکہ ہے۔" ۸

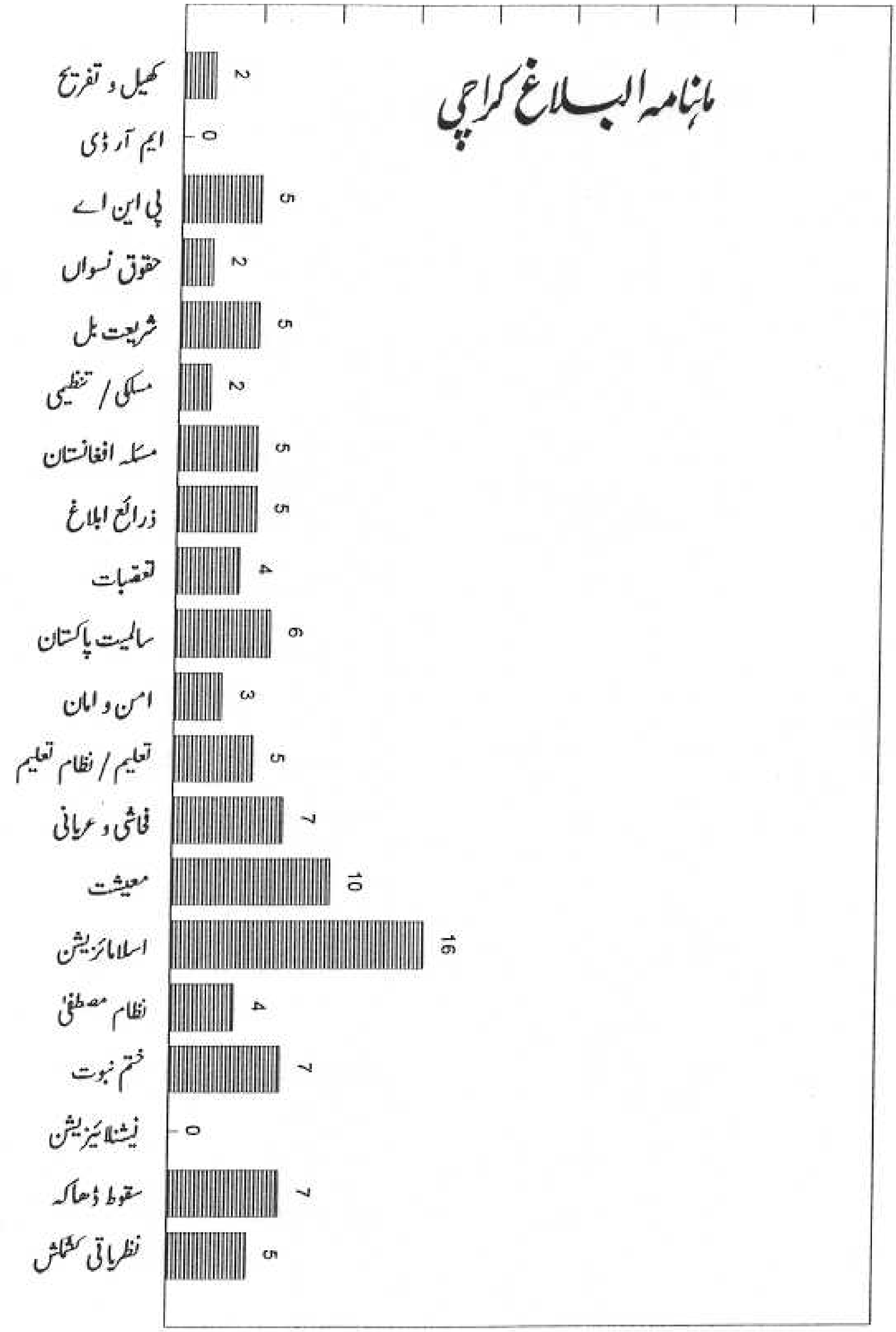
ماہنامہ "تنقیح الاسلام" نے لکھا۔ "کرکٹ کی خرافات نے پوری قوم کو سلا دیا ہے۔" ۹

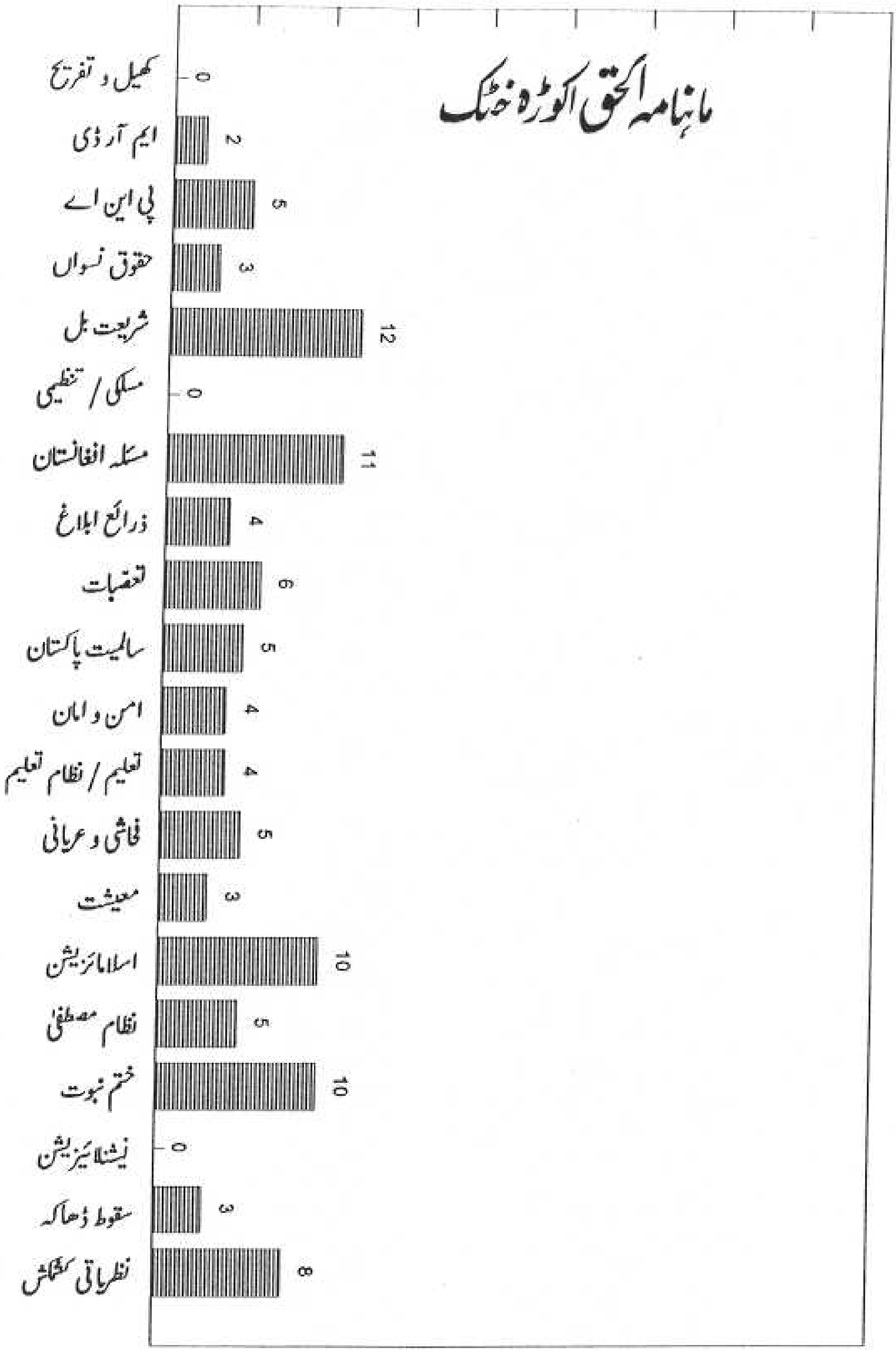


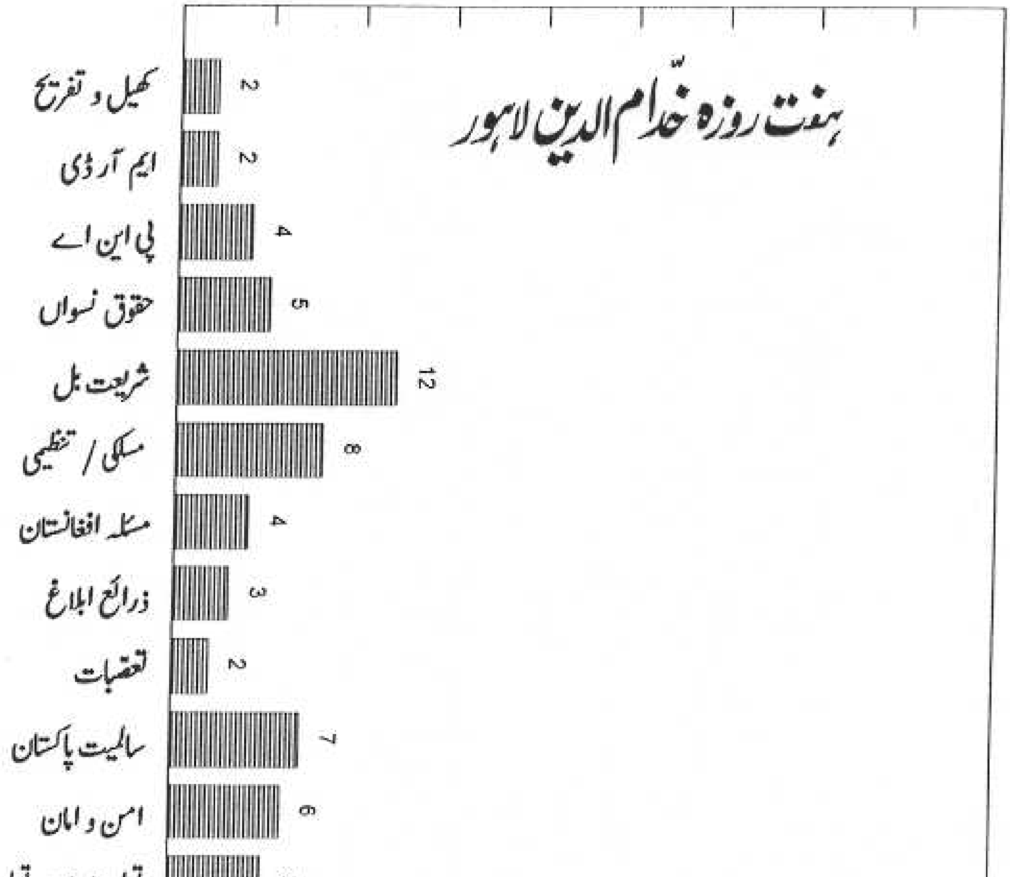
ماہنامہ عرفات لاہور
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 0
پی این اے 0
حقوق نسواں 3
شریعت بل 8
مسلکی / تنظیمی 22
مسئلہ افغانستان 7
ذرائع ابلاغ 4
تعصبات 0
سالمیت پاکستان 3
امن و امان 5
تعلیم / نظام تعلیم 3
فحاشی و عریانی 4
معیشت 3
اسلامائزیشن 11
نظام مصطفیٰ 8
ختم نبوت 2
نیشنلائیزیشن 2
سقوط ڈھاکہ 3
نظریاتی کشمکش 10


ماہنامہ ضیائے حرم لاہور
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 2
پی این اے 3
حقوق نسواں 2
شریعت بل 6
مسلکی / تنظیمی 5
مسئلہ افغانستان 8
ذرائع ابلاغ 5
تعصبات 0
سالمیت پاکستان 4
امن و امان 5
تعلیم / نظام تعلیم 8
فحاشی و عریانی 3
معیشت 6
اسلامائزیشن 12
نظام مصطفیٰ 4
ختم نبوت 8
نیشنلائزیشن 6
سقوط ڈھاکہ 5
نظریاتی کشمکش 6

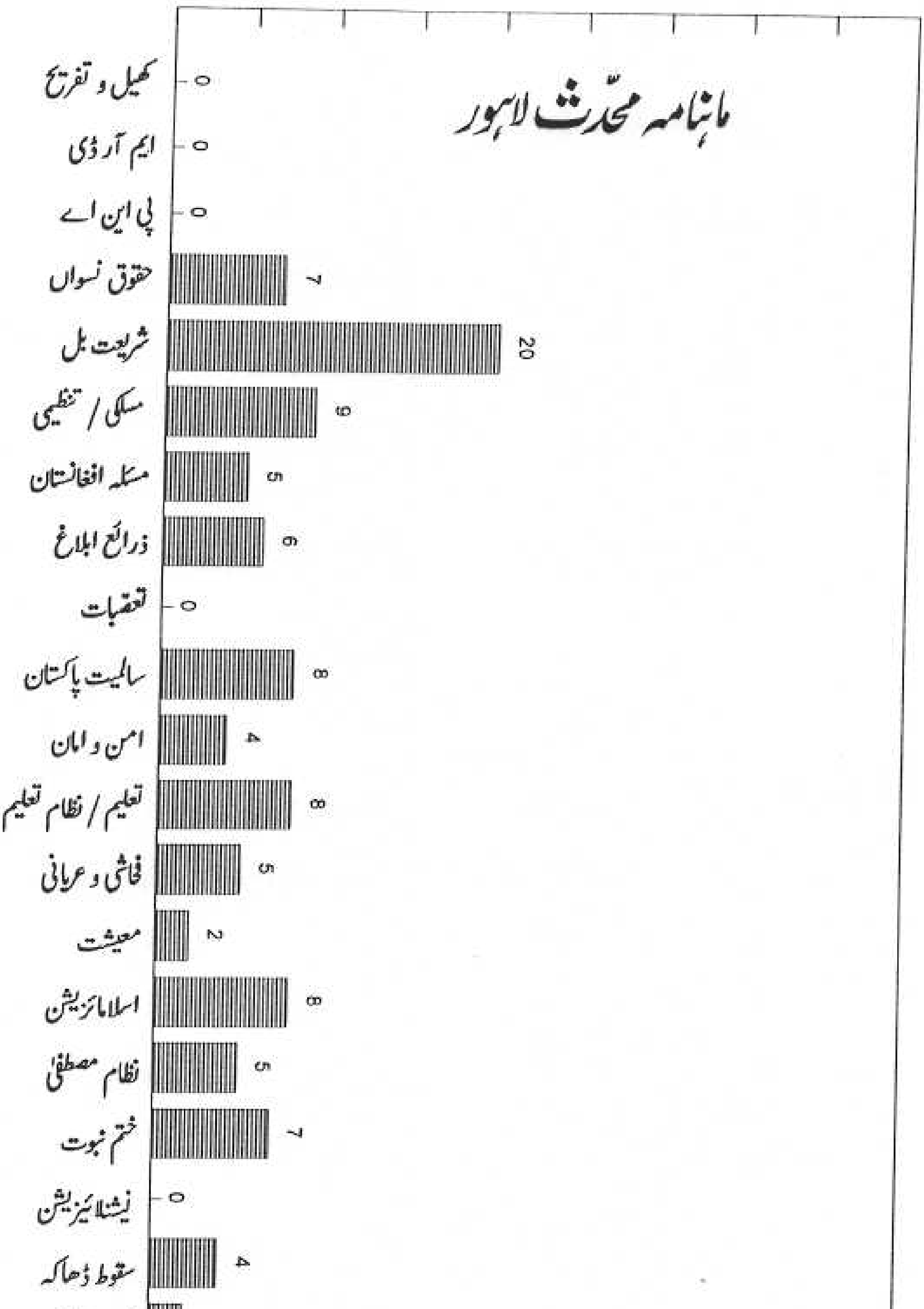

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ
کھیل و تفریح 1
ایم آر ڈی 0
پی این اے 2
حقوق نسواں 3
شریعت بل 2
مسلکی / تنظیمی 30
مسئلہ افغانستان 0
ذرائع ابلاغ 4
تعصبات 5
سالمیت پاکستان 5
امن و امان 6
تعلیم / نظام تعلیم 2
فحاشی و عریانی 9
معیشت 0
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 8
ختم نبوت 4
نیشنلائزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 4
نظریاتی کشمکش 5

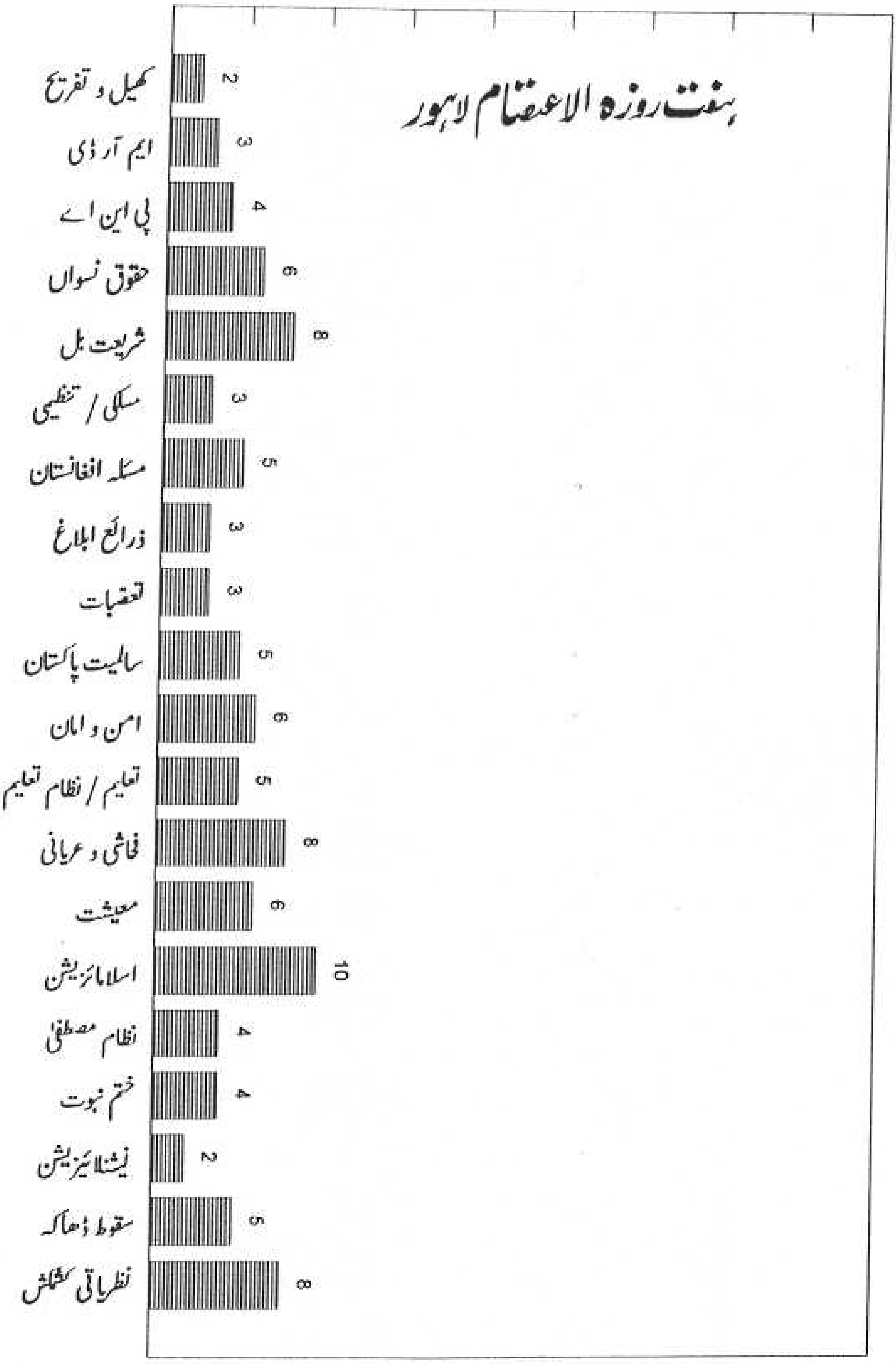

ماہنامہ البلاغ کراچی
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 0
پی این اے 5
حقوق نسواں 2
شریعت بل 5
مسلکی / تنظیمی 2
مسئلہ افغانستان 5
ذرائع ابلاغ 5
تعصبات 4
سالمیت پاکستان 6
امن و امان 3
تعلیم / نظام تعلیم 5
فحاشی و عریانی 7
معیشت 10
اسلامائزیشن 16
نظام مصطفیٰ 4
ختم نبوت 7
نیشنلائیزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 7
نظریاتی کشمکش 5

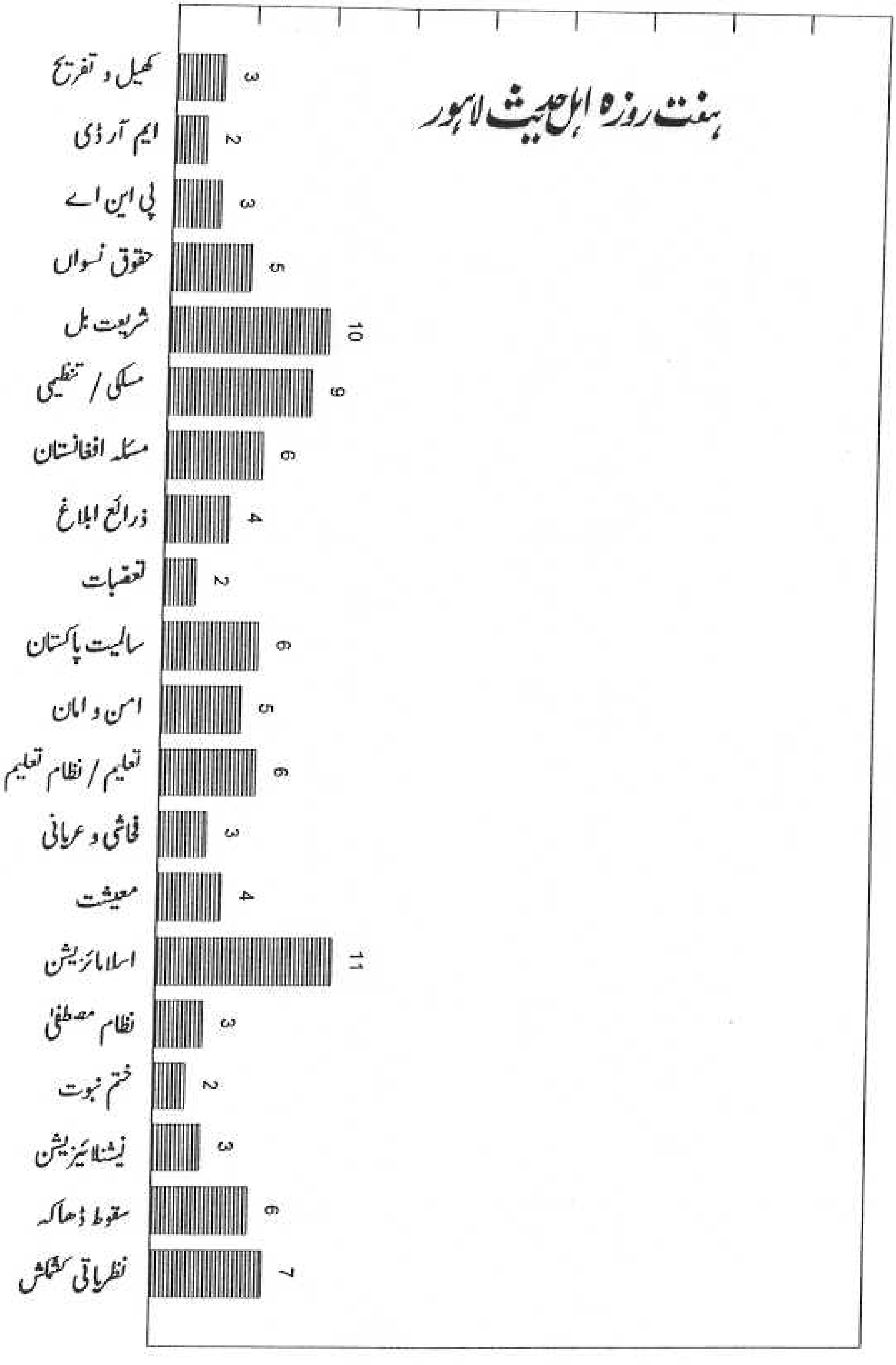

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک
کھیل و تفریح 0
ایم آر ڈی 2
پی این اے 5
حقوق نسواں 3
شریعت بل 12
مسلکی / تنظیمی 0
مسئلہ افغانستان 11
ذرائع ابلاغ 4
تعصبات 6
سالمیت پاکستان 5
امن و امان 4
تعلیم / نظام تعلیم 4
فحاشی و عریانی 5
معیشت 3
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 5
ختم نبوت 10
نیشنلائزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 3
نظریاتی کشمکش 8



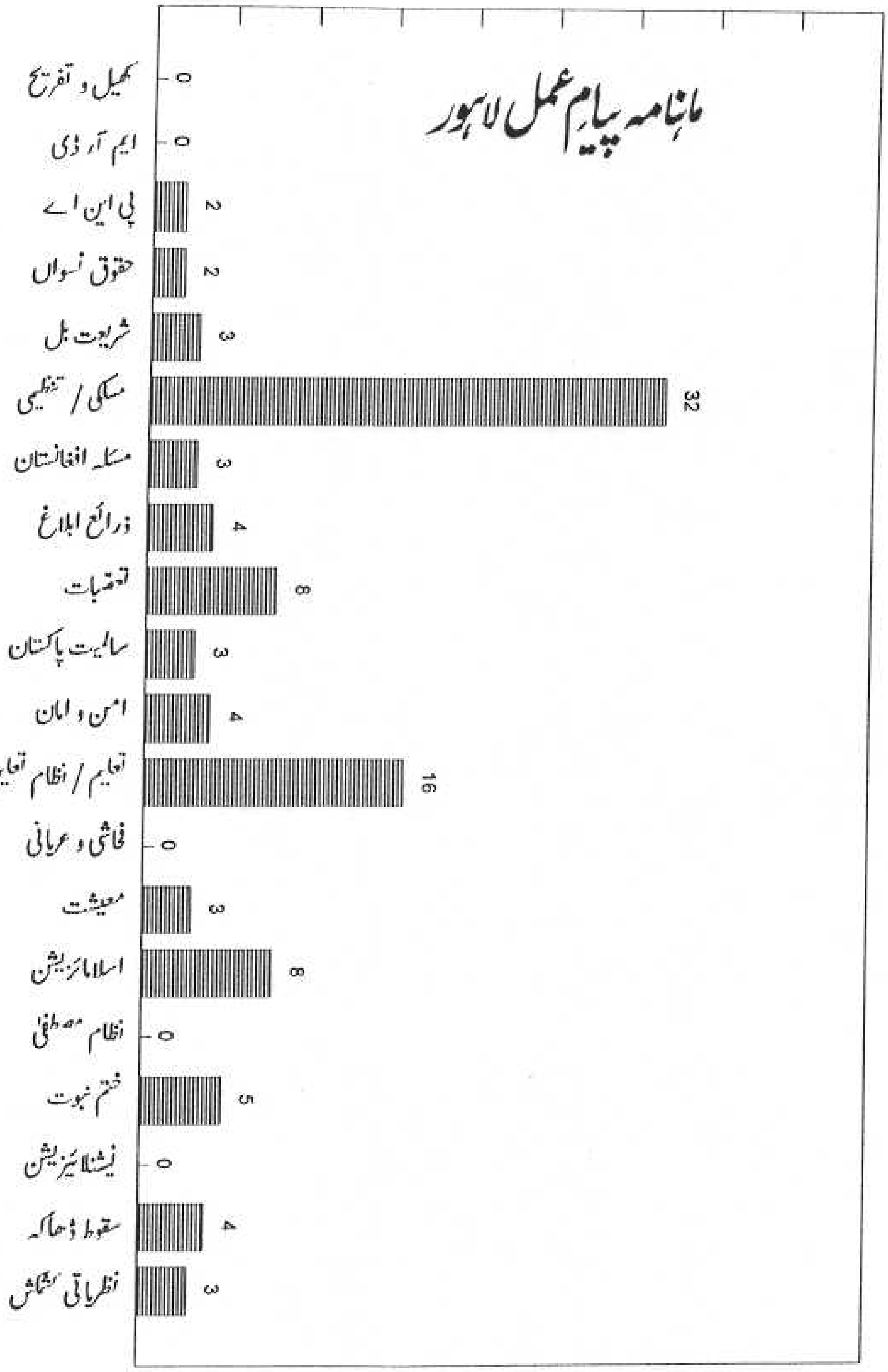
ہفت روزہ خدّام الدین لاہور
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 2
پی این اے 4
حقوق نسواں 5
شریعت بل 12
مسلکی / تنظیمی 8
مسئلہ افغانستان 4
ذرائع ابلاغ 3
تعصبات 2
سالمیت پاکستان 7
امن و امان 6
تعلیم / نظام تعلیم 5
فحاشی و عریانی 3
معیشت 4
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 4
ختم نبوت 7
نیشنلائیزیشن 3
سقوط ڈھاکہ 3
نظریاتی کشمکش 6


ماہنامہ محدّث لاہور
کھیل و تفریح 0
ایم آر ڈی 0
پی این اے 0
حقوق نسواں 7
شریعت بل 20
مسلکی / تنظیمی 9
مسئلہ افغانستان 5
ذرائع ابلاغ 6
تعصبات 0
سالمیت پاکستان 8
امن و امان 4
تعلیم / نظام تعلیم 8
فحاشی و عریانی 5
معیشت 2
اسلامائزیشن 8
نظام مصطفیٰ 5
ختم نبوت 7
نیشنلائیزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 4
نظریاتی کشمکش 2

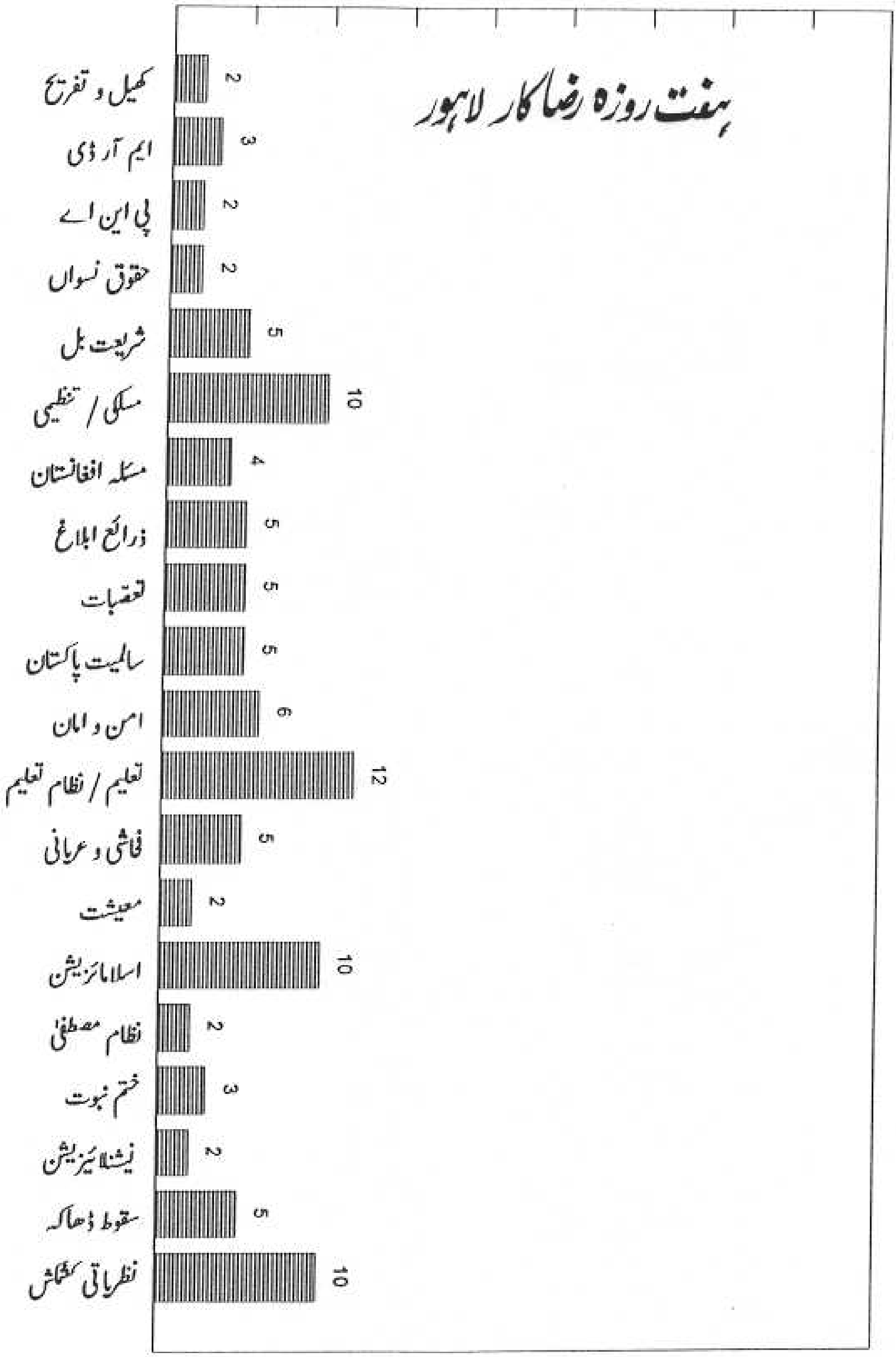

ہفت روزہ الاعتصام لاہور
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 3
پی این اے 4
حقوق نسواں 6
شریعت بل 8
مسلکی / تنظیمی 3
مسئلہ افغانستان 5
ذرائع ابلاغ 3
تعصبات 3
سالمیت پاکستان 5
امن و امان 6
تعلیم / نظام تعلیم 5
فحاشی و عریانی 8
معیشت 6
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 4
ختم نبوت 4
نیشنلائیزیشن 2
سقوط ڈھاکہ 5
نظریاتی کشمکش 8



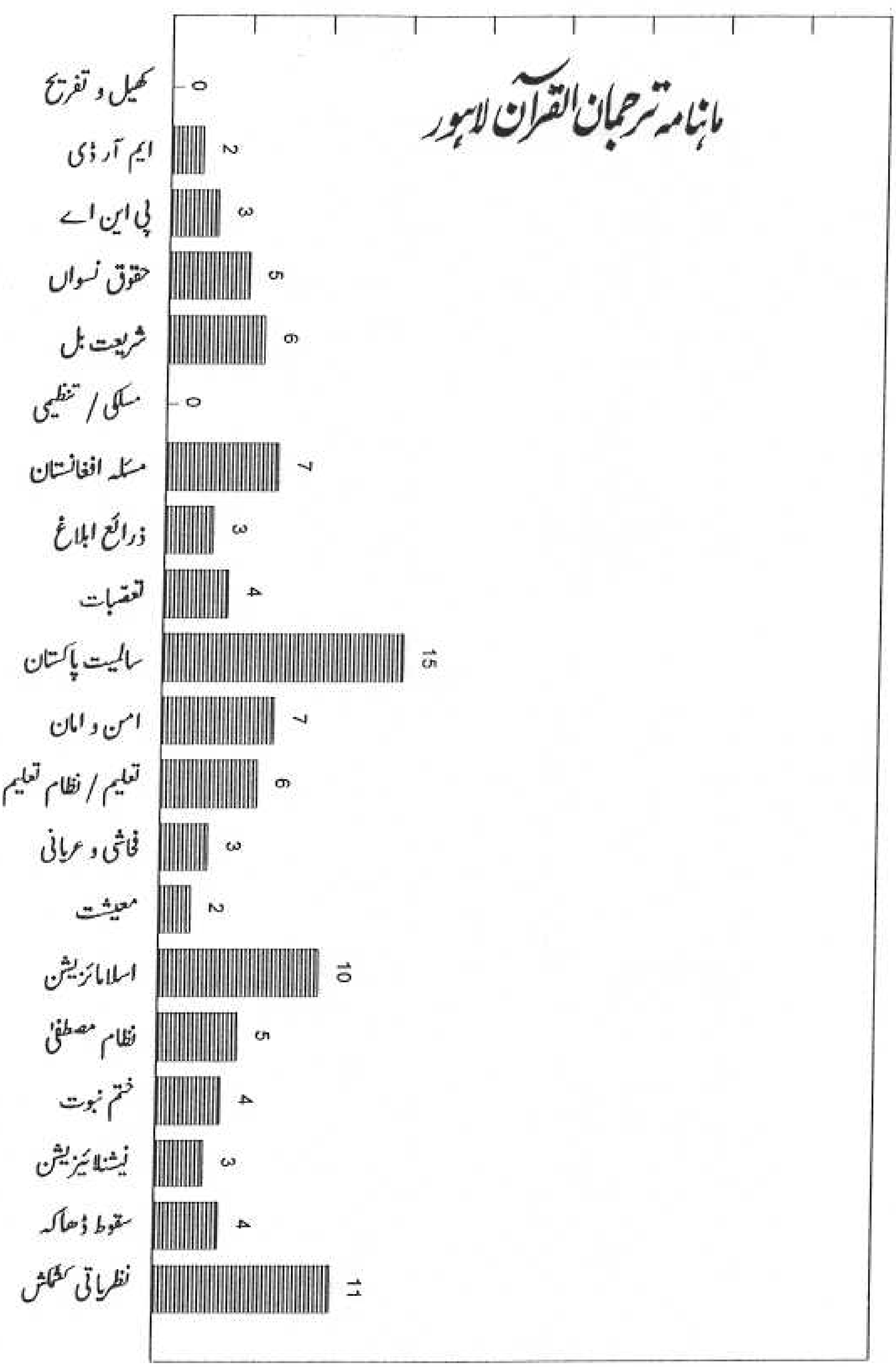
ہفت روزہ اہل حدیث لاہور
کھیل و تفریح 3
ایم آر ڈی 2
پی این اے 3
حقوق نسواں 5
شریعت بل 10
مسلکی / تنظیمی 9
مسئلہ افغانستان 6
ذرائع ابلاغ 4
تعصبات 2
سالمیت پاکستان 6
امن و امان 5
تعلیم / نظام تعلیم 6
فحاشی و عریانی 3
معیشت 4
اسلامائزیشن 11
نظام مصطفیٰ 3
ختم نبوت 2
نیشنلائیزیشن 3
سقوط ڈھاکہ 6
نظریاتی کشمکش 7



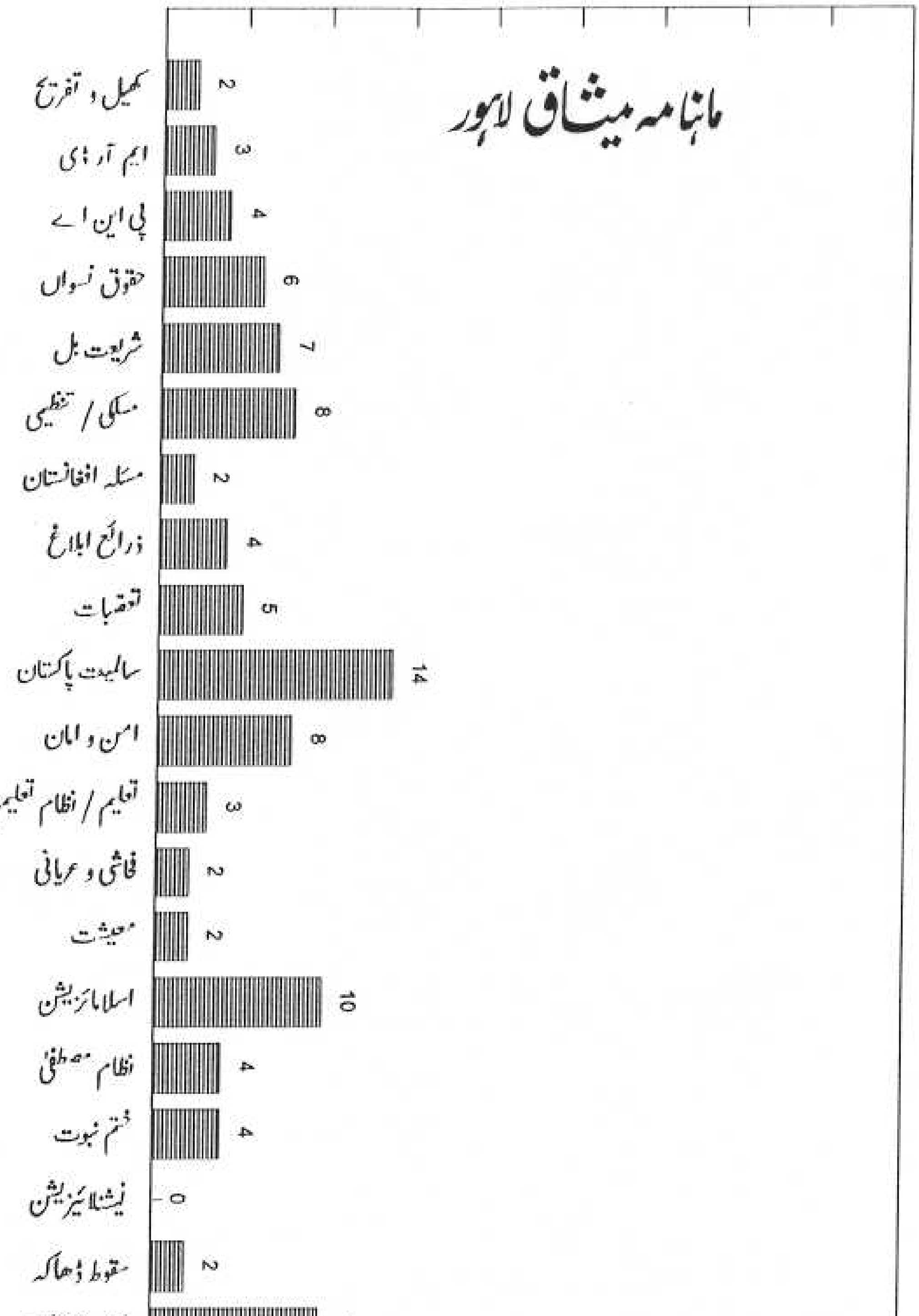
ماہنامہ پیام عمل لاہور
کھیل و تفریح 0
ایم آر ڈی 0
پی این اے 2
حقوق نسواں 2
شریعت بل 3
مسلکی / تنظیمی 32
مسئلہ افغانستان 3
ذرائع ابلاغ 4
تعصبات 8
سالمیت پاکستان 3
امن و امان 4
تعلیم / نظام تعلیم 16
فحاشی و عریانی 0
معیشت 3
اسلامائزیشن 8
نظام مصطفی 0
ختم نبوت 5
نیشنلائزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 4
نظریاتی کشاکش 3

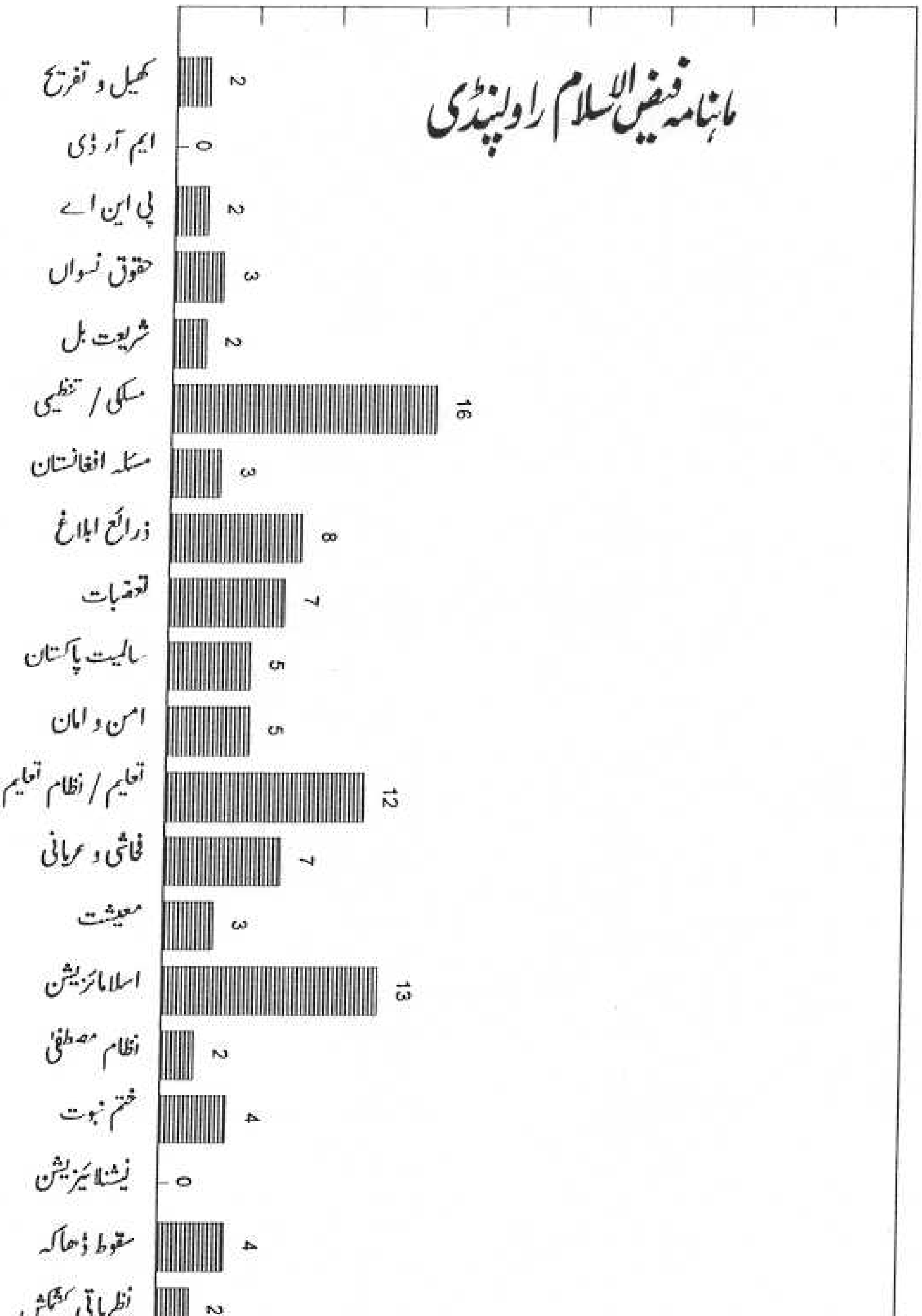


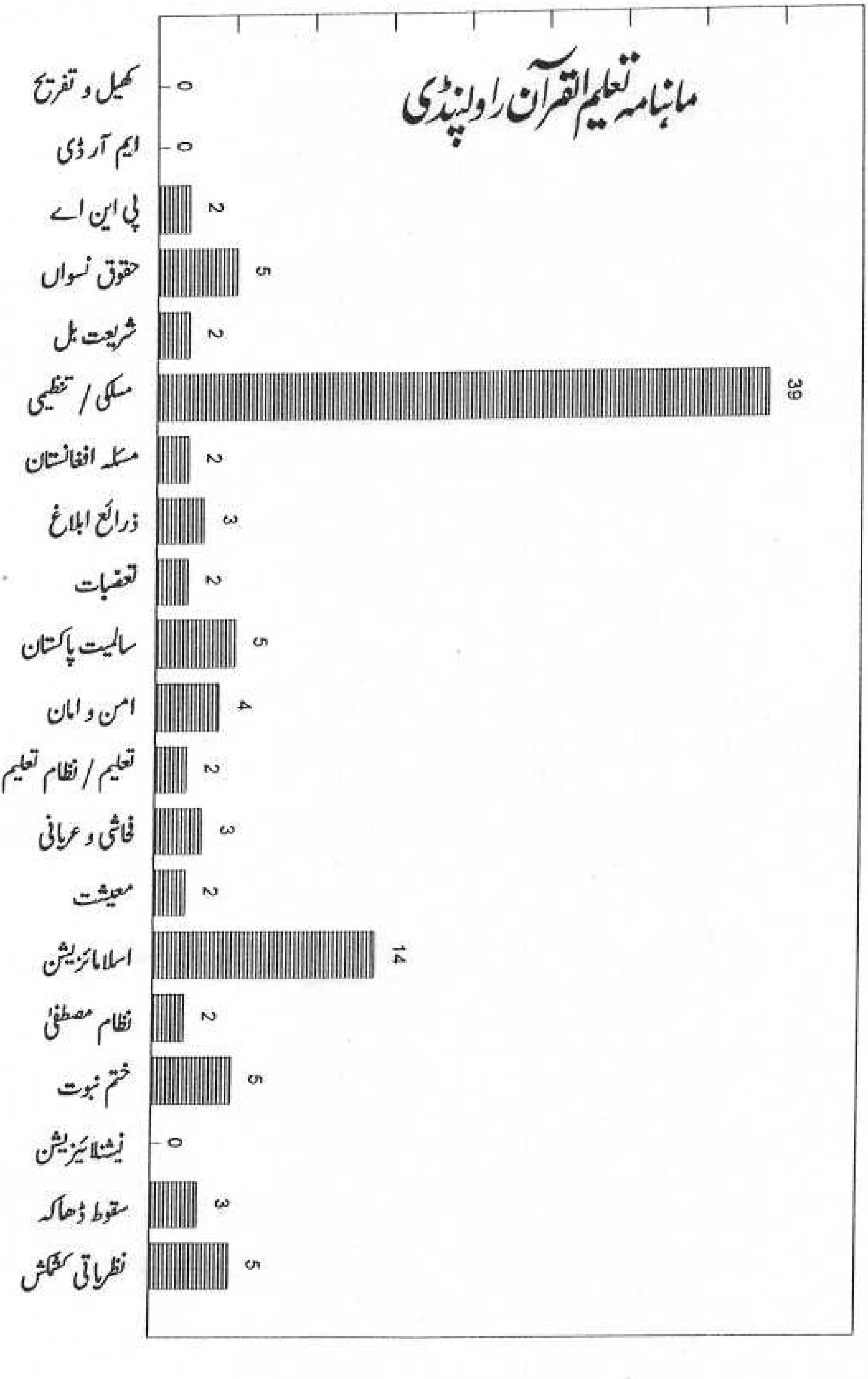
ہفت روزہ رضاکار لاہور
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 3
پی این اے 2
حقوق نسواں 2
شریعت بل 5
مسلکی / تنظیمی 10
مسئلہ افغانستان 4
ذرائع ابلاغ 5
تعصبات 5
سالمیت پاکستان 5
امن و امان 6
تعلیم / نظام تعلیم 12
فحاشی و عریانی 5
معیشت 2
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 2
ختم نبوت 3
نیشنلائیزیشن 2
سقوط ڈھاکہ 5
نظریاتی کشمکش 10



ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور
کھیل و تفریح 0
ایم آر ڈی 2
پی این اے 3
حقوق نسواں 5
شریعت بل 6
مسلکی / تنظیمی 0
مسئلہ افغانستان 7
ذرائع ابلاغ 3
تعصبات 4
سالمیت پاکستان 15
امن و امان 7
تعلیم / نظام تعلیم 6
فحاشی و عریانی 3
معیشت 2
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 5
ختم نبوت 4
نیشنلائیزیشن 3
سقوط ڈھاکہ 4
نظریاتی کشمکش 11


ماہنامہ میثاق لاہور
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 3
پی این اے 4
حقوق نسواں 6
شریعت بل 7
مسلکی / تنظیمی 8
مسئلہ افغانستان 2
ذرائع ابلاغ 4
تعصبات 5
سالمیت پاکستان 14
امن و امان 8
تعلیم / نظام تعلیم 3
فحاشی و عریانی 2
معیشت 2
اسلامائزیشن 10
نظام مصطفیٰ 4
ختم نبوت 4
نیشنلائیزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 2
نظریاتی کشاکش 10


ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی
کھیل و تفریح 2
ایم آر ڈی 0
پی این اے 2
حقوق نسواں 3
شریعت بل 2
مسلکی / تنظیمی 16
مسئلہ افغانستان 3
ذرائع ابلاغ 8
تعصبات 7
سالمیت پاکستان 5
امن و امان 5
تعلیم / نظام تعلیم 12
فحاشی و عریانی 7
معیشت 3
اسلامائزیشن 13
نظام مصطفیٰ 2
ختم نبوت 4
نیشنلائزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 4
نظریاتی کشمکش 2


ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی
کھیل و تفریح 0
ایم آر ڈی 0
پی این اے 2
حقوق نسواں 5
شریعت بل 2
مسلکی / تنظیمی 39
مسئلہ افغانستان 2
ذرائع ابلاغ 3
تعصبات 2
سالمیت پاکستان 5
امن و امان 4
تعلیم / نظام تعلیم 2
فحاشی و عریانی 3
معیشت 2
اسلامائزیشن 14
نظام مصطفیٰ 2
ختم نبوت 5
نیشنلائیزیشن 0
سقوط ڈھاکہ 3
نظریاتی کشمکش 5

حوالہ جات

سیاسی کشمکش اور انتخابات ۷۰ء

۱۔ ماہنامہ عرفات لاہور ۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۰ء

۲۔ ایضاً " " "

۳۔ ایضاً " " ستمبر ۱۹۷۰ء

۴۔ ایضاً " " جنوری ۱۹۷۱ء

۵۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۱ء

۶۔ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ نومبر ۱۹۶۹ء

۷۔ ایضاً " " دسمبر ۱۹۷۰ء

۸۔ ایضاً " " فروری ۱۹۷۱ء

۹۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، شمارہ۔ نومبر ۱۹۶۹ء

۱۰۔ ایضاً " " جنوری ۱۹۷۰ء

۱۱۔ ایضاً " " جنوری ۱۹۷۱ء

۱۲۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ ۸ رمئی ۱۹۷۰ء

۱۳۔ ماہنامہ محدث لاہور ۔ شمارہ اپریل ۱۹۷۱ء

۱۴۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ ۱۴ فروری ۱۹۶۹ء

۱۵۔ ایضاً " ۱۸ر دسمبر ۱۹۷۰ء

۱۶ے ہفت روزہ اہلِ حدیث لاہور۔ شمارہ۔ ۶ مارچ ۱۹۷۰ء

۱۷ے ایضاً " " ۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء

۱۸ے ماہنامہ پیامِ عمل لاہور۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۷۰ء

۱۹ے ہفت روزہ رضاکار لاہور۔ شمارہ۔ ۸ نومبر ۱۹۶۹ء

۲۰ے ایضاً " " ۲۴ جنوری ۱۹۷۰ء

۲۱ے ایضاً " " ۸ فروری ۱۹۷۰ء

۲۲ے ایضاً " " یکم فروری ۱۹۷۱ء

۲۳ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ شمارہ۔ فروری ۱۹۶۹ء

۲۴ے ماہنامہ میثاق لاہور۔ شمارہ۔ مارچ ۱۹۶۹ء

۲۵ے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی۔ شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء

۲۶ے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی۔ شمارہ۔ اپریل ۱۹۷۰ء

سقوطِ ڈھاکہ

۱ے ماہنامہ عرفات لاہور۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۱ء

۲ے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۲ء

۳ے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ شمارہ۔ فروری ۱۹۷۲ء

۴ے ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۲ء

۵ے ایضاً " " اکتوبر ۱۹۷۵ء

۶ے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ۔ شمارہ ۔ فروری ۱۹۷۲ء

۷ے ایضاً " " اگست ۱۹۷۵ء

۸ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۔ شمارہ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۶ء

۹ے ماہنامہ محدث لاہور ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۷۲ء

۱۰ے ایضاً " " اگست ۱۹۷۵ء

۱۱ے ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۔ شمارہ ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء

۱۲ے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۔ شمارہ ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء

۱۳ے ایضاً " " ۲۸ جنوری ۱۹۷۲ء

۱۴ے ماہنامہ پیام عمل لاہور ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۷۲ء

۱۵ے ہفت روزہ رضا کار لاہور ۔ شمارہ ۔ یکم جنوری ۱۹۷۲ء

۱۶ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۷۲ء

۱۷ے ماہنامہ میثاق لاہور ۔ شمارہ ۔ فروری ۱۹۷۲ء

۱۸ے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۱۹ے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۷۲ء

نیشنلائزیشن

۱ے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ۔ شمارہ ۔ اگست ۱۹۷۴ء

۲ے ایضاً " ستمبر ۱۹۷۴ء

۳ـ ماہنامہ محدث لاہور ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۷۳ء

۴ـ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۔ شمارہ ۔ ۶ ؍ اگست ۱۹۷۶ء

۵ـ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۔ شمارہ ۔ ۱۸ ؍ جنوری ۱۹۷۴ء

۶ـ ایضاً " " ۳۰ ؍ جولائی ۱۹۷۶ء

۷ـ ہفت روزہ رضاکار، لاہور ۔ شمارہ ۔ ۸ ؍ جنوری ۱۹۷۲ء

مسئلہ ختمِ نبوت

۱ـ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ۔ شمارہ ۔ جولائی ۱۹۷۴ء

۲ـ ایضاً " " ۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء

۳ـ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۔ شمارہ ۔ جون ۱۹۷۳ء

۴ـ ماہنامہ البلاغ، کراچی ۔ شمارہ نومبر ۱۹۷۴ء

۵ـ ایضاً " " جنوری ۱۹۷۵ء

۶ـ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ۔ شمارہ ۔ جولائی ۱۹۷۲ء

۷ـ ایضاً " " مئی ۱۹۷۴ء

۸ـ ایضاً " " ستمبر ۱۹۷۵ء

۹ـ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۔ شمارہ ۔ ۲۱ ؍ اگست ۱۹۷۰ء

۱۰ـ ایضاً " " ۱۱ ؍ مئی ۱۹۸۴ء

۱۱ـ ماہنامہ محدث لاہور ۔ شمارہ ۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء

۱۲۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۔ شمارہ ۱۹ مارچ ۱۹۷۶ء

۱۳۔ ایضاً " " ۲۳ اپریل ۱۹۸۲ء

۱۴۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۔ شمارہ ۲۵ فروری ۱۹۷۲ء

۱۵۔ ایضاً " " ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء

۱۶۔ ماہنامہ پیامِ عمل لاہور ۔ شمارہ ۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء

۱۷۔ ہفت روزہ رضاکار، لاہور، شمارہ ۔ ۱۵ فروری ۱۹۷۱ء

۱۸۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور ۔ شمارہ ۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء

۱۹۔ ماہنامہ میثاق لاہور ۔ شمارہ ۔ مارچ ۱۹۸۵ء

۲۰۔ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ ۔ نومبر ۱۹۷۴ء

۲۱۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی شمارہ ۔ مارچ ۱۹۸۲ء

تحریکِ نظامِ مصطفیٰ

۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۔ شمارہ ۔ جولائی ۱۹۸۲ء

۲۔ ہفت روزہ خدام الدین، لاہور ۔ شمارہ ۔ ۱۵ اپریل ۱۹۷۷ء

۳۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۔ شمارہ ۔ ۲ دسمبر ۱۹۷۷ء

۴۔ ہفت روزہ رضاکار لاہور شمارہ ۔ ۲۹ اپریل ۱۹۷۷ء

۵۔ ماہنامہ میثاق لاہور ۔ شمارہ ۔ مئی ۱۹۷۷ء

۶۔ ایضاً " " جون ۱۹۷۷ء

اسلامائزیشن

۱ـ ماہنامہ عرفات لاہور۔ شمارہ۔ اپریل ۱۹۸۱ء

۲ـ ایضاً " " اگست ۱۹۸۸ء

۳ـ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ فروری ۱۹۷۸ء

۴ـ ایضاً " " اگست ۱۹۸۸ء

۵ـ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ شمارہ۔ اگست ۱۹۸۴ء

۶ـ ایضاً " " جولائی ۱۹۸۸ء

۷ـ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۹ء

۸ـ ایضاً " " فروری ۱۹۸۷ء

۹ـ ایضاً " " اگست ۱۹۸۸ء

۱۰ـ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ شمارہ دسمبر ۱۹۷۸ء

۱۱ـ ایضاً " " مارچ ۱۹۸۴ء

۱۲ـ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ ۲۲ دسمبر ۷۸ء

۱۳ـ ایضاً " " ۴ دسمبر ۸۷ء

۱۴ـ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ۔ ۲۰ جنوری ۷۸ء

۱۵ـ ایضاً " " ۱۵ جولائی ۸۳ء

۱۶ـ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ ۲۴ جون ۸۸ء

۱۷ے ماہنامہ پیام عمل لاہور۔ شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء

۱۸ے ایضاً " " فروری ۱۹۸۱ء

۱۹ے ہفت روزہ رضاکار لاہور، شمارہ۔ ۱۶/ مارچ ۷۸ء

۲۰ے ایضاً " " ۸/ ستمبر ۸۲ء

۲۱ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۹ء

۲۲ے ایضاً " " نومبر ۱۹۸۵ء

۲۳ے ماہنامہ میثاق لاہور۔ شمارہ۔ جولائی ۱۹۸۸ء

۲۴ے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی۔ شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء

۲۵ے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی۔ شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء

معیشت

۱ے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ۔ جولائی ۱۹۷۹ء

۲ے ایضاً " " مارچ ۱۹۸۳ء

۳ے ماہنامہ عرفات لاہور۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۸۷ء

۴ے ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ۔ جون ۱۹۸۲ء

۵ے ایضاً " " فروری ۱۹۸۳ء

۶ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ۔ ۲۵/ اپریل ۷۵ء

۷ے ایضاً " " ۔۴/ جنوری ۸۰ء

۸ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ ۲۵ جولائی ۸۰ء

۹ے ایضاً " " ۔ ۲۷ مئی ۸۸ء

۱۰ے ماہنامہ محدث لاہور۔ شمارہ جولائی ۱۹۸۷ء

۱۱ے ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ ۱۵ ستمبر ۷۲ء

۱۲ے ایضاً " " ۲۵ دسمبر ۸۱ء

۱۳ے ایضاً " " ۱۹ جون ۸۷ء

۱۴ے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ یکم جنوری ۷۱ء

۱۵ے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ شمارہ جولائی ۱۹۷۲ء

۱۶ے ماہنامہ پیام عمل لاہور۔ شمارہ ستمبر ۱۹۸۱ء

۱۷ے ہفت روزہ رضاکار لاہور۔ شمارہ ۱۶ دسمبر ۷۳ء

۱۸ے ایضاً " " ۸ جون ۸۵ء

۱۹ے ایضاً " " ۲۴ اپریل ۸۵ء

۲۰ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ شمارہ جولائی ۱۹۸۶ء

۲۱ے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی۔ شمارہ اپریل ۱۹۷۵ء

۲۲ے ایضاً " " جنوری ۱۹۸۶ء

فحاشی و عریانی

۱ے ماہنامہ عرفات لاہور۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۸ء

۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ شمارہ۔ مئی ۱۹۷۲ء

۳۔ ایضاً " " اپریل ۱۹۷۶ء

۴۔ ایضاً " " فروری ۱۹۷۷ء

۵۔ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ۔ اپریل ۱۹۷۵ء

۶۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ شمارہ۔ اپریل ۱۹۷۲ء

۷۔ ایضاً " " مارچ ۱۹۸۷ء

۸۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ۔ ۶ فروری ۷۰ء

۹۔ ایضاً " " ۴ ستمبر ۸۷ء

۱۰۔ ماہنامہ محدث لاہور۔ شمارہ۔ دسمبر ۱۹۷۰ء

۱۱۔ ایضاً " " جنوری ۱۹۸۴ء

۱۲۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ۔ ۱۷ جنوری ۶۹ء

۱۳۔ ایضاً " " ۱۴، اپریل ۷۲ء

۱۴۔ ایضاً " " ۳۰، مئی ۷۵ء

۱۵۔ ایضاً " " ۱۱ جولائی ۷۵ء

۱۶۔ ایضاً " " ۲۶ جنوری ۷۹ء

۱۷۔ ایضاً " " ۹ جنوری ۸۱ء

۱۸۔ ایضاً " " یکم جنوری ۸۲ء

۱۹۔ ایضاً " " ۲ مارچ ۸۴ء

۲۰ے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ۔ ۱۵ر جنوری ۷۱ء

۲۱ے ایضاً " " ۲ر مئی ۷۵ء

۲۲ے ایضاً " " ۲۲ر جولائی ۸۸ء

۲۳ے ہفت روزہ رضاکار لاہور۔ شمارہ ۲۴ مارچ ۸۱ء

۲۴ے ایضاً " " ۱۶ اکتوبر ۸۷ء

۲۵ے ایضاً " " ۸ دسمبر ۸۷ء

۲۶ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ شمارہ مئی ۱۹۸۴ء

۲۷ے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ۔ اپریل ۱۹۷۰ء

۲۸ے ایضاً " " جنوری ۱۹۷۱ء

۲۹ے ایضاً " " دسمبر ۱۹۸۰ء

۳۰ے ماہنامہ تعلیم القرآن لاہور۔ شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۴ء

۳۱ے ایضاً " " دسمبر ۱۹۸۴ء

۳۲ے ایضاً " " فروری ۱۹۸۵ء

تعلیم و نظام تعلیم

۱ے ماہنامہ عرفات لاہور۔ شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء

۲ے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ۔ مئی ۱۹۷۵ء

۳ے ایضاً " " فروری ۱۹۷۶ء

۴ے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۸۷ء

۵ے ماہنامہ البلاغ۔ کراچی۔ شمارہ۔ دسمبر ۱۹۷۸ء

۶ے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۶۹ء

۷ے ایضاً " " اکتوبر ۱۹۶۹ء

۸ے ایضاً " " اپریل ۱۹۷۲ء

۹ے ایضاً " " نومبر ۱۹۷۴ء

۱۰ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ۔ ۱۱ر جون ۶۹ء

۱۱ے ایضاً " " ۷ مارچ ۷۰ء

۱۲ے ایضاً " " ۱۴ر فروری ۷۵ء

۱۳ے ایضاً " " ۱۷ر جنوری ۷۶ء

۱۴ے ماہنامہ محدث لاہور شمارہ۔ فروری ۱۹۷۱ء

۱۵ے ایضاً " " اکتوبر ۱۹۷۴ء

۱۶ے ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ۔ ۱۴ر جنوری ۷۲ء

۱۷ے ایضاً " " ۱۵ مارچ ۷۴ء

۱۸ے ایضاً " " ۶ دسمبر ۷۴ء

۱۹ے ایضاً " " ۲۶ مارچ ۷۶ء

۲۰ے ایضاً " " ۲۰ر جنوری ۷۸ء

۲۱ے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ ۲۵ر اگست ۷۲ء

۲۲ـ ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۔ شمارہ ۳۱ / جنوری ۷۵ء

۲۳ـ ایضاً " " ۷ / نومبر ۷۵ء

۲۴ـ ایضاً " " ۳ / ستمبر ۷۸ء

۲۵ـ ہفت روزہ رضاکار لاہور ۔ شمارہ ۔ ۱۶ / اپریل ۷۲ء

۲۶ـ ایضاً " " ۹ / جون ۷۸ء

۲۷ـ ماہنامہ میثاق لاہور ۔ شمارہ ۔ اگست ۱۹۶۹ء

۲۸ـ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی ۔ شمارہ ۔ مارچ ۱۹۷۰ء

۲۹ـ ایضاً " " جولائی ۱۹۷۱ء

۳۰ـ ایضاً " " جنوری ۱۹۷۹ء

۳۱ـ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۷ء

۳۲ـ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور ۔ شمارہ ۔ جولائی ۱۹۷۲ء

۳۳ـ ایضاً " " دسمبر ۱۹۷۸ء

امن و امان

۱ـ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ۔ شمارہ ۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۲ـ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۳ـ ماہنامہ البلاغ کراچی ۔ شمارہ ۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۴ـ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک شمارہ ۔ جنوری ۱۹۶۹ء

۵ـ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ۔ ۵ ستمبر ۸۷ء

۶ـ ایضاً " " ۱۷ر جولائی ۸۷ء

۷ـ ماہنامہ محدث لاہور۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۷۳ء

۸ـ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ۔ ۱۷ جولائی ۸۷ء

۹ـ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ۔ ۱۳ر اگست ۷۱ء

۱۰ـ ایضاً " " ۴ر اکتوبر ۸۵ء

۱۱ـ ایضاً " " ۴ر ستمبر ۸۷ء

۱۲ـ ماہنامہ پیام عمل لاہور۔ شمارہ۔ اگست ۱۹۸۷ء

۱۳ـ ہفت روزہ رضاکار لاہور۔ شمارہ۔ ۲۹ر جولائی ۸۷ء

سالمیتِ پاکستان

۱ـ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ شمارہ۔ ستمبر ۱۹۷۹ء

۲ـ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ اگست ۱۹۷۲ء

۳ـ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ شمارہ۔ ستمبر ۱۹۸۲ء

۴ـ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ شمارہ۔ اپریل ۱۹۷۱ء

۵ـ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ۔ ۱۱ر ستمبر ۸۷ء

۶ـ ماہنامہ محدث لاہور۔ شمارہ۔ مئی ۱۹۷۲ء

۷ـ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ۔ ۱۸ر مئی ۷۴ء

۸۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ شمارہ۔ ۱۸ فروری ۷۲ء

۹۔ ماہنامہ پیامِ عمل لاہور۔ شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء

۱۰۔ ہفت روزہ رضا کار لاہور شمارہ۔ ۱۲ نومبر ۸۷ء

۱۱۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ۔ مارچ ۱۹۸۶ء

۱۲۔ ماہنامہ میثاق لاہور شمارہ۔ فروری ۱۹۸۶ء

تعصّبات

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ۔ جون ۱۹۸۸ء

۲۔ ماہنامہ البلاغ کراچی شمارہ۔ ستمبر ۱۹۷۲ء

۳۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ۔ ۷ جون ۷۴ء

۴۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور شمارہ۔ ۱۸ ستمبر ۷۰ء

۵۔ ایضاً " " ۲۹ جنوری ۷۱ء

۶۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور شمارہ۔ ۲۸ مارچ ۸۶ء

۷۔ ماہنامہ پیام عمل لاہور شمارہ۔ مئی ۱۹۸۵ء

۸۔ ہفت روزہ رضا کار لاہور شمارہ۔ ۲۴ جولائی ۸۸ء

۹۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ۔ نومبر ۱۹۷۸ء

۱۰۔ ماہنامہ میثاق لاہور شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۱۱۔ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ۔ فروری ۱۹۸۶ء

ذرائع ابلاغ

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور — شمارہ۔ مارچ ۱۹۷۱ء

۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ — شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء

۳۔ ماہنامہ البلاغ کراچی — شمارہ۔ جولائی ۱۹۷۵ء

۴۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ — شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۴ء

۵۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور — شمارہ۔ ۱۶ نومبر ۷۳ء

۶۔ ماہنامہ محدث لاہور — شمارہ۔ جولائی ۱۹۸۴ء

۷۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور — شمارہ۔ ۱۲ ستمبر ۷۴ء

۸۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور — شمارہ۔ ۷ اپریل ۷۲ء

۹۔ ماہنامہ پیام عمل لاہور — شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۶ء

۱۰۔ ہفت روزہ رضاکار لاہور — شمارہ۔ ۱۶ مئی ۸۱ء

۱۱۔ ماہنامہ میثاق لاہور — شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۸ء

۱۲۔ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی — شمارہ۔ مئی ۱۹۷۲ء

مسئلہ افغانستان

۱۔ ماہنامہ عزمات لاہور۔ — شمارہ۔ فروری ۱۹۸۰ء

۲۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور — شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۴ء

۳ـ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ۔ مئی ۱۹۸۸ء

۴ـ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۵ـ ایضاً " " مارچ ۱۹۸۸ء

۶ـ ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ۔ ۸ اپریل ۸۸ء

۷ـ ماہنامہ محدث لاہور شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۸ء

۸ـ ہفت روزہ الاعتصام لاہور شمارہ۔ ۱۱ جنوری ۸۰ء

۹ـ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور شمارہ۔ ۲۵ جنوری ۸۰ء

۱۰ـ ایضاً " " ۸ فروری ۸۰ء

۱۱ـ ماہنامہ پیام عمل لاہور شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء

۱۲ـ ہفت روزہ رضاکار لاہور یکم جنوری ۱۹۸۸ء

۱۳ـ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء

۱۴ـ ماہنامہ میثاق لاہور شمارہ۔ مئی ۱۹۸۸ء

۱۵ـ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ۔ جون ۱۹۸۸ء

شریعت بل

۱ـ ماہنامہ عرفات لاہور شمارہ۔ نومبر ۱۹۸۶ء

۲ـ ایضاً " " فروری ۱۹۸۸ء

۳ـ ماہنامہ البلاغ کراچی شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۴۔ ماہنامہ البلاغ کراچی — شمارہ۔ جنوری ۱۹۸۸ء

۵۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک — شمارہ۔ جون ۱۹۸۶ء

۶۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور — شمارہ۔ ۷ فروری ۸۶ء

۷۔ ایضاً " " — ۱۶ اکتوبر ۸۷ء

۸۔ ماہنامہ محدث لاہور — شمارہ۔ اپریل ۱۹۸۶ء

۹۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور — شمارہ۔ ۱۰ اکتوبر ۸۶ء

۱۰۔ ایضاً " " — ۱۸ جولائی ۸۶ء

۱۱۔ ہفت روزہ اہلحدیث لاہور — شمارہ۔ ۸ اگست ۸۶ء

۱۲۔ ہفت روزہ رضاکار لاہور — شمارہ۔ یکم دسمبر ۸۶ء

۱۳۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور — شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء

۱۴۔ ماہنامہ میثاق لاہور — شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء

۱۵۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی — شمارہ۔ جولائی ۱۹۸۷ء

حقوقِ نسواں

۱۔ ماہنامہ عرفات لاہور — شمارہ۔ اپریل ۱۹۷۵ء

۲۔ ماہنامہ البلاغ کراچی — شمارہ۔ ستمبر ۱۹۷۶ء

۳۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک — شمارہ۔ مارچ ۱۹۷۰ء

۴۔ ایضاً " " — مئی ۱۹۷۶ء

۵ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ۔ ۵ نومبر ۷۶ء

۶ے ماہنامہ محدث لاہور شمارہ۔ اگست ۱۹۷۶ء

۷ے ہفت روزہ الاعتصام لاہور شمارہ۔ ۱۹ نومبر ۷۶ء

۸ے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور شمارہ۔ ۲۷ اگست ۸۲ء

۹ے ماہنامہ پیام عمل لاہور شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء

۱۰ے ہفت روزہ رضا کار لاہور شمارہ۔ یکم مارچ ۸۶ء

۱۱ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ۔ مئی ۱۹۷۷ء

۱۲ے ماہنامہ شاق لاہور شمارہ۔ جولائی ۱۹۸۴ء

۱۳ے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ۔ اگست ۱۹۸۸ء

۱۴ے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی شمارہ۔ نومبر ۱۹۸۲ء

پی این اے

۱ے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ۔ جنوری ۱۹۷۹ء

۲ے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک شمارہ۔ اگست ۱۹۷۸ء

۳ے ہفت روزہ خدام الدین لاہور شمارہ۔ ۱۹ اگست ۷۷ء

۴ے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور شمارہ۔ ۲۸ اکتوبر ۷۷ء

۵ے ماہنامہ پیام عمل لاہور شمارہ۔ نومبر ۱۹۷۸ء

۶ے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ۔ ستمبر ۱۹۷۸ء

ایم آر ڈی

۱۔	ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	شمارہ۔ دسمبر ۱۹۸۳ء
۲۔	ہفت روزہ خدام الدین لاہور	شمارہ۔ ۲۲ جولائی ۸۸ء
۳۔	ہفت روزہ اہل حدیث لاہور	شمارہ۔ ۷ جنوری ۸۳ء
۴۔	ایضاً " "	۲۶ اگست ۸۳ء
۵۔	ایضاً " "	۱۵ فروری ۸۵ء
۶۔	ایضاً " "	۲۹ اگست ۸۶ء
۷۔	ہفت روزہ رضاکار لاہور	شمارہ۔ ۱۶ جولائی ۸۵ء

کھیل و تفریح

۱۔	ماہنامہ عرفات لاہور	شمارہ۔ اپریل ۱۹۸۰ء
۲۔	ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ	شمارہ۔ دسمبر ۱۹۷۸ء
۳۔	ماہنامہ البلاغ کراچی	شمارہ۔ دسمبر ۱۹۸۷ء
۴۔	ہفت روزہ خدام الدین لاہور	شمارہ۔ ۱۴ دسمبر ۷۹ء
۵۔	ہفت روزہ الاعتصام لاہور	شمارہ۔ ۴ دسمبر ۸۷ء
۶۔	ہفت روزہ اہل حدیث لاہور	شمارہ۔ ۲۹ نومبر ۸۵ء
۷۔	ہفت روزہ رضاکار لاہور	شمارہ۔ ۲۴ فروری ۸۰ء

۸۔ ماہنامہ میثاق لاہور شمارہ۔ فروری ۱۹۸۳ء

۹۔ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی شمارہ۔ جون ۱۹۸۱ء

۷

تجزیہ و ماحصل

صحافت کیا ہے؟ اس کا معنی و مفہوم کیا ہے؟ یہ بات اب وضاحت کی محتاج نہیں رہی۔ صحافت نے اب اتنی جہتیں اختیار کرلی ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مخصوص صحافت عوام الناس کی دلچسپی اور معلومات کے لیے بآسانی دستیاب ہے۔

صحافت کی مختلف اقسام و اصناف میں "دینی صحافت" اب کوئی نیا نام نہیں ہے۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی کسی مذہب و مسلک کے لوگ آباد ہیں، وہ اپنے مذہب و مسلک کی دعوت اور پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے مذہبی و مسلکی رسائل وجرائد شائع کرتے ہیں۔ پاکستان میں بھی مختلف مکاتب فکر کی جانب سے لاتعداد دینی رسائل شائع ہوتے ہیں۔

دینی صحافت سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں ملک کی ممتاز دینی وعلمی شخصیات کی رائے یہ ہے کہ ۔

" دینی صحافت سے مراد، وہ صحافت ہے جو دینی تعلیمات کی تبلیغ اور توجیہ وتشریح کے لیے مختص ہو۔ دینی صحافت میں وہ تمام رسائل وجرائد شامل ہیں، جو مختلف مسالک و مکاتبِ فکر کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں دینی صحافت کا آغاز و ارتقا کس طرح ہوا؟ اس کے متعلق اب تک کی تحقیق کے مطابق یہ بات سامنے آئی ہے کہ جب عیسائی مشنری اداروں نے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی میں وسیع پیمانے پر عیسائیت کی تبلیغ شروع کی تو مسلمانانِ برصغیر نے تقاریر اور مناظروں کے ذریعے اس کا جواب دیا۔ مشنری اداروں نے خطابات و مناظروں کے علاوہ مطبوعہ لٹریچر کے ذریعے بھی عیسائیت کی ترویج واشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی برصغیر میں چھاپہ خانے عام ہونے پر

اس محاذ پر بھی مشنری اداروں کا مقابلہ کیا۔ بعدازاں رسائل و جرائد کا آغاز ہوا تو مسلمانوں نے بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اس مؤثر ہتھیار کو استعمال کیا اور مشنری اداروں کی جانب سے برصغیر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور عیسائیت کی جانب مائل کرنے کا ہر حربہ ناکام بنا دیا۔

مسلمانانِ برصغیر نے ردِ عیسائیت کے علاوہ مختلف مکاتبِ فکر کی بنیاد پر، اپنے مسلک کی ترویج کے لیے بھی دینی پرچوں کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا پرچہ، شیعہ مکتبِ فکر کے مولوی مہر باقر نے دہلی سے "مظہر الحق" کے نام سے جاری کیا۔ اس کے بعد دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث مکاتبِ فکر نے بھی دینی پرچوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلک و مکتبِ فکر کی سطح سے بلند ہوکر بھی کئی پرچے جاری ہوئے۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں دین سے آگاہی اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا شعور پیدا ہوا۔

دینی صحافت نے محض لوگوں کو نماز روزے کی تلقین ہی نہیں کی، بلکہ بیشتر رسائل نے مسلمانوں کو انگریز حکمرانوں اور ہندو بنیئے کی عیاری و چالاکی سے بھی آگاہ کیا کہ وہ کس طرح مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے غلام بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ سرسید احمد خاں نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے آواز اٹھائی، اور دو قومی نظریئے کی ابتدا کی۔ دینی رسائل نے مسلمانوں میں یہ شعور بیدار کیا کہ وہ ہمیشہ کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اور الگ وطن کے حصول کے لیے جدوجہد کریں۔ اس سلسلہ میں برصغیر کے علماء و مشائخ اور دینی رسائل نے تاریخ ساز کردار ادا کیا، اور مسلمانانِ برصغیر بالآخر ہندوستان سے الگ ایک آزاد ملک "پاکستان" حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

پاکستان کی دینی صحافت کے رسائل و جرائد عام طور پر مختلف دینی اور علمی اداروں کے ترجمان کے طور پر شائع ہوتے ہیں۔ یہ ادارے عام طور پر مالی مسائل کا شکار رہتے ہیں، اس لیے ان کے تحت شائع

ہونے والے اکثر رسائل مالی مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان پرچوں کا ظاہری معیار اور گٹ اَپ، مارکیٹ میں دستیاب عام رسائل و جرائد کے مقابلے میں بہت معمولی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اگر دینی رسائل اپنے مندرجات میں قدرے تبدیلی اور ظاہری گٹ اَپ میں بہتری پیدا کرنے کی کوشش کریں تو ان کے حلقۂ قارئین میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران پاکستان میں برسرِ اقتدار رہنے والے دو حکمرانوں، ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ادوارِ حکومت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان دونوں حکمرانوں کے ادوار میں پاکستان کی سیاست و معاشرت پر دور رس اثرات مرتب ہوئے ـــــ دینی صحافت سے وابستہ رسائل نے ان دونوں ادوار کے متعلق کیا مثبت اور منفی ردِعمل ظاہر کیا، اس کے متعلق دینی رسائل کے اداریہ صفحات کے اقتباسات سے ساری صورتِ حال واضح ہوتی ہے۔ دینی رسائل نے بھٹو کی نیشنلائزیشن کی پالیسی کو ہدفِ تنقید بنایا، جبکہ جنرل ضیاء کی جانب سے اسلامائزیشن کے لیے کئے جانے والے اعلانات و اقدامات پر عمل نہ کرنے پر سخت تنقید کی۔

پاکستان کی دینی صحافت نے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۸ء کے مخصوص دورانیے میں ملک کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی صورتِ حال میں کیا کردار ادا کیا؟ اس سلسلے میں پندرہ منتخب دینی رسائل کے مندرجات کا بالعموم اور اداریہ صفحات کا بالخصوص جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تفصیلی جائزہ کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ دینی صحافت نے ۱۹۶۹ء میں برپا نظریاتی کشمکش، ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات، سقوطِ ڈھاکہ، بھٹو کی نیشنلائزیشن کی پالیسی، مسئلہ ختمِ نبوت، تحریکِ نظامِ مصطفےٰ، جنرل ضیاء الحق کی اسلامائزیشن پالیسی، معیشت، فحاشی و عریانی، تعلیم اور نظامِ تعلیم، امن و امان، ملکی سلامتی، فرقہ وارانہ، علاقائی اور لسانی تعصبات، ذرائع ابلاغ، مسئلہ افغانستان، شریعت بل، حقوقِ نسواں، پاکستان قومی اتحاد،

تحریک بحالی جمہوریت، کھیل و تفریح اور دیگر مسائل و معاملات پر اپنے بھرپور ردِعمل کا اظہار کیا ہے۔

دینی صحافت نے ایک مخصوص و محدود دورانیے میں پاکستان کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی صورتِ حال میں کیا کردار ادا کیا، اسے کیا کردار کرنا چاہیے تھا اور مستقبل میں دینی صحافت کیا کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں زیرِ نظر تحقیقی مقالہ کا جائزہ لینے سے درج ذیل تجزیہ سامنے آتا ہے:

۱۔ دینی رسائل نے ملک و قوم کی بقاء اور تحفظ کے ہر مشکل دور میں اپنے تمام تر فروعی اور اختلافی مسائل سے بالاتر ہو کر بھرپور انداز میں لکھا ہے اور عوام الناس کی رہنمائی کی ہے۔

۲۔ دینی رسائل نے ہر دور میں، پاکستان میں لادینی نظریات کو فروغ دینے والی قوتوں کی نہ صرف بروقت نشاندہی کی ہے۔ بلکہ لادینی نظریات کی خرابیوں اور خامیوں سے اہلِ پاکستان کو آگاہ کر کے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ و تیار کیا ہے۔

۳۔ دینی رسائل نے ہر دور میں اسلامی نظام کے لیے چلائی جانے والی تحریکوں میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اور جس کسی حکمران نے اسلامی نظام کے لیے تھوڑی بہت کوشش کی، اس کی تائید و حمایت میں دینی رسائل نے کبھی صرفِ نظر نہیں کیا۔

حال اور مستقبل کے حوالے سے دینی رسائل کو درج ذیل امور پر توجہ دینی چاہیے۔

۱۔ ملک بھر سے شائع ہونے والے تمام دینی رسائل کا اپنا حلقۂ قارئین موجود ہے۔ ہر مکتبۂ فکر کے تحت طبع ہونے والے پرچے کا مخصوص حلقۂ اثر ہے، جو اس پرچے کے مندرجات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس حلقۂ اثر میں وہ علماء کرام اور خطباء حضرات بھی شامل ہیں، جو مختلف مذہبی جلسوں اور ہفتے میں ایک دن، جمعۃ المبارک کے روز، ہزاروں سامعین سے مخاطب ہوتے ہیں۔ علماء و خطباء حضرات

کی اکثریت اپنے مکتبِ فکر کے شائع ہونے والے رسائل کے مندرجات میں سے اہم واقعات سے عوام الناس کو آگاہ کرتے ہیں اور یوں دینی رسائل کا حلقۂ اثر غیر محسوس طور پر وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے۔

۲۔ اسلام کی اشاعت اور ترویج کے لیے اس اہم ذریعہ ابلاغ کو زیادہ مؤثر اور بھرپور بنانے کے لیے ضروری ہے کہ دینی رسائل اپنے مخصوص اور لگے بندھے انداز کو چھوڑ کر نئی نسل کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت اور ان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کی کوشش کریں۔

۳۔ دینی رسائل کو چاہیے کہ وہ اپنے مسلکی اور فروعی مسائل کو نمایاں کرنے کی بجائے آج کے مادہ پرستانہ دور میں گمراہی و ضلالت میں بھٹکتی ہوئی نوجوان نسل کو نیکی اور ہدایت کا راستہ دکھائیں۔ اس مقصد کے لیے سادہ اور آسان فہم انداز میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اُن کے روحانی اور مادی مسائل کا حل پیش کریں۔

۴۔ پاکستانی معاشرے میں رائج غلط رسوم و رواج کی اصلاح کے لیے دینی رسائل نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عام لوگوں کو متاثر کرنے والے صاحبِ علم و قلم حضرات کی بامقصد اور دوررس نتائج کی حامل تحریروں کے لیے اپنے صفحات مختص کریں۔ دیگر مکاتبِ فکر کے معتدل مزاج اہلِ قلم حضرات کی تحریروں کی اشاعت سے نہ صرف اُن کی تعداد اشاعت اور حلقۂ اثر میں اضافہ ہوگا بلکہ بحیثیت مجموعی دینی رسائل کو معاشرے میں اُن کا حقیقی مقام بھی مل سکے گا۔

●—●—●

ضمیمہ جات

ضمیمہ - دینی، عیسائی، قادیانی، اشتراکی اور دیگر نظریات کے رسائل

۱	اخبار الجہاد، پشاور	عبدالغفار پیشوری	1830ء
۲	" خیر خواہ ہند، مرزا پور	پادری آر سی ماتھر	1837ء
۳	" مظہر الحق، دہلی	مولوی محمد باقر	1843ء
۴	ہفتہ دار کریم الاخبار دہلی	مولوی کریم الدین	1845ء
۵	" خیر المواعظ، دہلی	-	1850ء
۶	" نور علیٰ نور، لدھیانہ	مولوی نور محمد	1851ء
۷	" ریاض نور، ملتان	منشی مہدی خاں	1851ء
۸	" نور الاخبار، آرہ بہار	محمد ہاشم	1853ء
۹	" صادق الاخبار، دہلی	مصطفیٰ خاں	1853ء
۱۰	" نیر اعظم، انبالہ	منشی محمد بخش	1854ء
۱۱	ماہنامہ شعاع الشمس، ملتان	فقیر غلام نصیر الدین	1854ء
۱۲	ہفتہ دار صادق الاخبار، دہلی	سید جمیل الدین	1854ء
۱۳	" مطلع الانوار، گجرات	-	1854ء
۱۴	" صادق الاخبار، دہلی	شیخ خدا بخش	1856ء
۱۵	" کشف الاخبار، بمبئی	منشی امان علی لکھنوی	1858ء
۱۶	" شمس الاخبار، مدراس	سید عبدالستار	1859ء
۱۷	" اخبار عالم، میرٹھ	منشی عبدالحکیم	1861ء
۱۸	سہ روزہ قاسم الاخبار، بنگلور	منشی محمد قاسم غم	1861ء
۱۹	رسالہ انجمن اسلامی، کلکتہ	سید عبداللطیف خاں	1864ء
۲۰	ہفتہ دار علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ	سر سید احمد خاں	1866ء

۲۱	" اکمل الاخبار، دہلی	سید فخر الدین	1866ء
۲۲	" دبدبۂ سکندری، رامپور	محمد فضل حسن صابری	1866ء
۲۳	" نور الاخبار، کانپور	حامد علی شاہ آبادی	1867ء
۲۴	ہفتہ وار فیض عام، کانپور	مولوی عبدالرحمٰن شاکر	1867ء
۲۵	" آگرہ اخبار، آگرہ	خواجہ یوسف علی	1868ء
۲۶	ماہنامہ حقائق عرفان، امرتسر	پادری عماد الدین	1868ء
۲۷	سہ روزہ مخزن مسیحی، الہ آباد	پادری ریونڈ والش	1868ء
۲۸	ہفتہ وار نور الآفاق، کانپور	شیخ محمد یعقوب عزم	1869ء
۲۹	" کوکب ہند، لکھنو	پادری ٹی کریون	1869ء
۳۰	رسالہ تہذیب الاخلاق، علیگڑھ	سر سید احمد خاں	1870ء
۳۱	" اسلام پرچارک، کلکتہ	ریاض الدین احمد	1870ء
۳۲	ہفتہ وار عمدۃ الاخبار، بھوپال	حکیم اصغر حسین	1871ء
۳۳	ماہنامہ ندائے حرم، دہلی	مولوی ضیاء الدین	1871ء
۳۴	ہفتہ وار خیر خواہ عالم، دہلی	سید میر حسن رضوی	1872ء
۳۵	" منشور محمدی، بنگلور	منشی محمد شریف	1872ء
۳۶	" نور افشاں، لدھیانہ	بابو بنسی	1872ء
۳۷	رسالہ انجمن اسلام، لکھنو	محمد وزیر	1875ء
۳۸	ہفتہ وار محافظ، بنگلور	عبد المجیب	1875ء
۳۹	ماہنامہ بحر العلوم، بنگلور	عبد المجیب	1875ء
۴۰	ہفتہ وار ناصر الایمان، لاہور	نادر علی یوسفی	1875ء
۴۱	" ظہیر الاسلام، مدراس	مرتضیٰ شاہ قادری	1876ء
۴۲	ماہنامہ اشاعت السنۃ، بٹالہ	مولانا محمد حسین بٹالوی	1877ء
۴۳	ہفتہ وار نیر اعظم، مراد آباد	مولوی احمد علی	1877ء

۴۴	" احسن الاخبار، الہ آباد	حاجی محمد کبیر الحق	1878ء
۴۵	" سفیرِ ہند، امرتسر	پادری رجب علی	1880ء
۴۶	" تائید الاسلام، مراد آباد	قاضی احتشام الدین	1881ء
۴۷	" لوطئی ہند، میرٹھ	سید محمد مرتضیٰ	1881ء
۴۸	" شوکتِ اسلام، حیدرآباد دکن	-	1881ء
۴۹	" اخبار الاخبار، لکھنؤ	-	1882ء
۵۰	" شوکتِ اسلام، پونا	حاجی محمد قاسم کرمان	1882ء
۵۱	ماہنامہ برہان، دہلی	مولانا مخدوم محمد سورتی	1882ء
۵۲	ہفتہ وار شحنۂ ہند، میرٹھ	مولوی احمد حسن شوکت	1883ء
۵۳	" الصدیق، فیروز پور	مولوی ولی اللہ	1883ء
۵۴	ماہنامہ نصرۃ السنۃ، بنارس	مولوی محمد سعید	1883ء
۵۵	ہفتہ وار صداقت، بھوپال	عبدالکریم اوج	1883ء
۵۶	پندرہ روزہ رفیق نسواں	پادری کریون	1884ء
۵۷	ہفتہ وار اشراق، لکھنؤ	مرزا محمد ہادی	1884ء
۵۸	" حسنین، الہ آباد	-	1884ء
۵۹	ماہنامہ نور البصیرت، کلکتہ	سید عبدالغفور شہباز	1884ء
۶۰	ہفتہ وار آئینہ اخلاق، لاہور	مولوی عبدالعزیز	1884ء
۶۱	ماہنامہ حمایتِ اسلام، لاہور	مولوی کریم بخش	1884ء
۶۲	" چراغ اسلام، کپور تھلہ	حکیم چراغ الدین	1884ء
۶۳	ہفتہ وار ہدایت، لاہور	مولوی فضل الدین واعظ	1884ء
۶۴	ماہنامہ کلید جنت، لاہور	سردار علی اختر	1885ء
۶۵	ہفتہ وار سفیر عام، بھوپال	عبدالواحد	1885ء
۶۶	ماہنامہ اشاعتِ اسلام، راولپنڈی	محمد امین حنفی قادری	1885ء

۶۷	ہفتہ وار سراج الاخبار، جہلم	مولوی فقیر محمد	1885ء
۶۸	ماہنامہ ترجمان الحقیقت، [illegible]	مولوی ولی اللہ	1885ء
۶۹	ماہنامہ چراغ کعبہ، بمبئی	بلقیس بیگم/فاطمہ بیگم	1885ء
۷۰	ہفتہ وار معاون مجمع مہدی، کراچی	ریاض الدین بریلوی	1886ء
۷۱	" معائنہ، لاہور	سید جواد علی	1886ء
۷۲	ماہنامہ مجمع العلوم وفنون لاہور	مولوی عبداللہ خان	1886ء
۷۳	سہ روزہ صحیفہ، لکھنو	حافظ قطب الدین	1886ء
۷۴	ہفتہ وار احتشام الاخبار، جاورہ	سید نظام الدین	1887ء
۷۵	ماہنامہ پنجاب ریویو، امرتسر	پادری رجب علی	1887ء
۷۶	" پیغام، پشاور	مولوی نصیر احمد	1888ء
۷۷	رسالہ علوم اسلامیہ، لاہور	منشی تاج الدین	1888ء
۷۸	سہ روزہ انوار الاسلام سیالکوٹ	منشی کریم بخش	1889ء
۷۹	ماہنامہ ضیاء السنۃ، کلکتہ	مولوی ضیاء الرحمٰن	1890ء
۸۰	سہ روزہ ہلال، بھوپال	ارجمند محمد خان	1892ء
۸۱	ماہنامہ حمایت اسلام پشاور	سیکرٹری انجمن	1892ء
۸۲	" ہدایت الاخوان، امروٹ	مولانا عبیداللہ سندھی	1893ء
۸۳	سہ روزہ تبلیغ، جبلپور	محمد عبدالجبار عمرپوری	1893ء
۸۴	ہفتہ وار المسلم راولپنڈی	منشی غلام نقشبند	1894ء
۸۵	سہ روزہ وکیل، امرتسر	مولانا عبداللہ العمادی	1895ء
۸۶	ہفتہ وار افضل الاخبار، دہلی	مولانا عبدالرحمٰن راسخ	1895ء
۸۷	" چودھویں صدی راولپنڈی	قاضی سراج الدین احمد	1895ء
۸۸	ماہنامہ مداح النبیؐ، جھجر	مولانا غلام احمد بریاں	1895ء
۸۹	" الحکم، قادیان	یعقوب علی تراب	1897ء

۹۰	" انجمن نعمانیہ ہند، لاہور	سیکرٹری انجمن	1898ء	—
۹۱	" تذکرۃ القرآن، نارنول	مولوی فتح محمد	1898ء	—
۹۲	ہفتہ وار البشیر، اوٹاوہ	مولوی محمد بشیر	1899ء	—
۹۳	" الصباح، کلکتہ	مولانا ابوالکلام آزاد	1900ء	—
۹۴	" وطن، لاہور	مولوی انشاء اللہ	1901ء	—
۹۵	ماہنامہ الندوہ، لکھنو	مولانا ابوالحسن ندوی	1902ء	—
۹۶	" ترقی، لاہور	پنجاب ریلجس سوسائٹی	1902ء	—
۹۷	" ریویو آف ریلجنز، قادیان	علی محمد اجمیری	1902ء	—
۹۸	ہفتہ وار عزیز الاخبار، حیدرآباد دکن	نواب عزیز جنگ بہادر	1902ء	—
۹۹	" مدینہ، بجنور	حامد انصاری	1902ء	—
۱۰۰	" اہل حدیث، امرتسر	مولانا ثناء اللہ امرتسری	1903ء	—
۱۰۱	ماہنامہ عصر جدید، میرٹھ	خواجہ غلام الثقلین	1903ء	—
۱۰۲	" کاشف العلوم، دہلی	محمد یعقوب بیگ	1903ء	—
۱۰۳	ہفتہ وار زمیندار، لاہور	منشی سراج الدین احمد	1903ء	—
۱۰۴	" ذوالقرنین، بدایوں	سید نظام الدین بدایونی	1903ء	—
۱۰۵	ماہنامہ اخبار الاخلاق پشاور	سید عبداللہ شاہ	1903ء	—
۱۰۶	" الہادی، سیالکوٹ	مولوی محمد ابراہیم میر	1904ء	—
۱۰۷	" تشحیذ الاذہان، قادیان	مرزا بشیرالدین محمود	1905ء	—
۱۰۸	" الہدیٰ، لاہور	مولانا اصغر علی روحی	1905ء	—
۱۰۹	" القاسم، دیوبند	مولانا رشید احمد گنگوہی	1905ء	—
۱۱۰	ہفتہ وار ضیاء الاسلام امرتسر	منشی مولا بخش کشتہ	1905ء	—
۱۱۱	ماہنامہ الہادی، حیدرآباد دکن	مولوی غلام نبی داد	1905ء	—
۱۱۲	" اسلام، جالندھر	منشی عبدالقیوم جالندھری	1905ء	—

۱۱۳	" تجلّی" ، لاہور	ریلیجس بک سوسائٹی	1906ء
۱۱۴	ہفتہ وار اخبار اہلِ فقہ ، امرتسر	مولوی غلام احمد اخگر	1906ء
۱۱۵	" مرقع قادیان امرتسر	مولانا ثناءاللہ امرتسری	1907ء
۱۱۶	ماہنامہ مسلمان ، امرتسر	مولانا ثناء اللہ امرتسری	1908ء
۱۱۷	" تحفۂ حنفیہ ، پٹنہ	قاضی عبدالوحید	1908ء
۱۱۸	" المجدّد ، لاہور	مولوی تاج الدین نقشبندی	1908ء
۱۱۹	" تفسیرالقرآن ، لاہور	مولوی انشاءاللہ خاں	1909ء
۱۲۰	" نظام المشائخ ، دہلی	خواجہ حسن نظامی/ ملا واحدی	1909ء
۱۲۱	" رسالہ صدقِ منڈی بہاءالدین	ملک محمد دین	1909ء
۱۲۲	ہفتہ وار افغان ، پشاور	سید عبداللہ شاہ	1909ء
۱۲۳	" انسان ، جبلپور	حاجی نورالٰہی	1910ء
۱۲۴	ماہنامہ ملّت ، لاہور	مولوی شجاع اللہ	1910ء
۱۲۵	" البرہان ، لاہور	مولوی سید محمد سبطین	1910ء
۱۲۶	سہ روزہ نور ، قادیان	شیخ محمد یوسف	1910ء
۱۲۷	" تاریخِ اسلام ، سیالکوٹ	منشی غلام قادر فصیح	1911ء
۱۲۸	ماہنامہ الرشید ، دیوبند	مکتبہ دارالعلوم دیوبند	1911ء
۱۲۹	" تبشیرالنسوان ، راولپنڈی	مسز ایم پیٹر	1911ء
۱۳۰	" درویش ، بھیرہ	مولانا مخدوم محمد اعظم	1912ء
۱۳۱	" دربارِ کوٹلی عالیجاہ	احمد علی جودت	1912ء
۱۳۲	ماہنامہ احمدی خاتون ، قادیان	شیخ یعقوب علی تراب	1912ء
۱۳۳	الہلال ، کلکتہ	مولانا ابوالکلام آزاد	1912ء
۱۳۴	ہفتہ وار مدینہ ، بجنور	حامد انصاری	1912ء
۱۳۵	سہ روزہ اخبارالمتین ، امرتسر	سردار محمد اسلم خاں	1912ء

۱۳۶	ماہنامہ انسان، امرتسر	منشی غلام قادر فرخ	1912ء
۱۳۷	ہفتہ وار نورالاخبار، کلکتہ	حکیم رکن الدین	1912ء
۱۳۸	ماہنامہ انوارالصوفیہ، لاہور	منشی حسام الدین	1913ء
۱۳۹	ہفتہ وار پیغام صلح، لاہور	محمد اعظم علوی	1913ء
۱۴۰	ماہنامہ طریقیت، لاہور	منشی محمد الدین فوق	1914ء
۱۴۱	" المسلم، لدھیانہ	غازی محمود (دھرم پال)	1914ء
۱۴۲	سہ روزہ الفضل قادیان	مولوی نورالدین	1914ء
۱۴۳	ماہنامہ اشاعت اسلام، لاہور	خواجہ کمال الدین	1914ء
۱۴۴	ہفت روزہ البلاغ، کلکتہ	مولانا ابوالکلام آزاد	1914ء
۱۴۵	ماہنامہ الناظر، لکھنو	ظفرالملک علوی	1915ء
۱۴۶	" حیاۃ المسیح، لاہور	سید علی شاہ گیلانی	1916ء
۱۴۷	" اتحاد، امرتسر	منشی مولا بخش کشتہ	1916ء
۱۴۸	"/ہفتہ وار ستارۂ صبح، کرم آباد	مولانا ظفر علی خان	1916ء
۱۴۹	سہ روزہ اہلسنت والجماعت، امرتسر	ابوتراب محمد عبدالحق	1916ء
۱۵۰	ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ	سید سلیمان ندوی	1916ء
۱۵۱	" لمعات انوار محمدیہ، لاہور	—	1917ء
۱۵۲	ہفتہ وار ذوالفقار، لاہور	سید احمد شاہ شمسی	1917ء
۱۵۳	" واعظ، حیدرآباد دکن	عبدالوہاب عندلیب	1918ء
۱۵۴	" الفقیہہ، امرتسر	مولوی سراج الدین احمد	1918ء
۱۵۵	ماہنامہ اہل الذکر، فیض آباد	مولانا یوسف شمسی	1918ء
۱۵۶	" دعوت حق، لاہور	ابوالاثار نعمت اللہ	1918ء
۱۵۷	اخبار عصر جدید، کلکتہ	شائق علی شاہ	1918ء
۱۵۸	ماہنامہ السواد اعظم مراد آباد	مفتی محمد عمر نعیمی	1918ء

۱۵۹	ہفتہ وار تاج، جبلپور	مولوی تاج الدین	1919ء
۱۶۰	ماہنامہ اعجاز القرآن، امرتسر	مولوی اعجاز احمد	1919ء
۱۶۱	سہ روزہ صحیفۂ المحدیث، کراچی	مولانا عبدالوہاب	1919ء
۱۶۲	ماہنامہ دین و دنیا، دہلی	مفتی شوکت علی فہمی	1920ء
۱۶۳	" الحبیب، بھوپال	منشی تاج الدین	1920ء
۱۶۴	" تہذیب الاخلاق امرتسر	مولانا عبداللہ عمادی	1920ء
۱۶۵	" الرضا، بریلی	مکتبہ الرضا	1920ء
۱۶۶	سہ روزہ مسلمان سوہدرہ	مولانا عبدالمجید خادم	1920ء
۱۶۷	اخبار مسلم، دہلی	مفتی کفایت اللہ	1921ء
۱۶۸	ماہنامہ الہلال، دہلی	مولانا زاہد القادری	1921ء
۱۶۹	سہ روزہ شمس الاسلام، بھیرہ	بہاء الحق قاسمی	1921ء
۱۷۰	ہفتہ وار پیغام، کلکتہ	مولانا ابوالکلام آزاد	1921ء
۱۷۱	ماہنامہ تصوف، لاہور	حفیظ اللہ قریشی	1922ء
۱۷۲	ماہنامہ اسلام، لاہور	صوفی عبدالعزیز	1922ء
۱۷۳	" قادری نوشاہی، لاہور	سلطان علی/خواجہ غلام محمد	1922ء
۱۷۴	" تبلیغ السنۃ، دہلی	مولوی احمد اللہ	1922ء
۱۷۵	اخبار ہمدم، لکھنؤ	میر جالب دہلوی	1922ء
۱۷۶	سہ روزہ مہدی، دہلی	مولوی محمد جوناگڑھی	1922ء
۱۷۷	رسالہ النور، حیدرآباد دکن	مولوی سید باقر حسین	1923ء
۱۷۸	ہفتہ وار شیعہ، لاہور	ملک رضا علی	1923ء
۱۷۹	ماہنامہ توحید، حیدرآباد دکن	مولوی سراج الدین	1923ء
۱۸۰	" معلم العلوم، حیدرآباد دکن	مولوی سراج الدین	1923ء
۱۸۱	" صراط مستقیم، حیدرآباد دکن	ابوالفداء نور محمد	1923ء

۱۸۲	ہفتہ وار المجاہد، سمرقند	مولوی محمد بشیر	1923ء
۱۸۳	ماہنامہ تبلیغ، لاہور	غلام حیدر خان	1923ء
۱۸۴	" تائید الاسلام، لاہور	پیر بخش	1923ء
۱۸۵	" مجلہ السلفیہ، دربھنگہ	عبدالحفیظ گیاوی	1923ء
۱۸۶	سہ روزہ الجمعیت، دہلی	مولانا محمد عرفان	1924ء
۱۸۷	ماہنامہ القاسم امرتسر	محمد بہاؤ الحق قاسمی	1924ء
۱۸۸	" حنیف لدھیانہ	غازی محمود (دھرم پال)	1924ء
۱۸۹	ہفتہ وار تنظیم، امرتسر	ڈاکٹر سیف الدین کچلو	1924ء
۱۹۰	ماہنامہ جماعت امرتسر	پیر عبدالعزیز مخدومی	1924ء
۱۹۱	" اسرار تصوف لاہور	ملک حسن الدین نقشبندی	1924ء
۱۹۲	" الفیض، امرتسر	ابوالبیان محمد داؤد صادق	1924ء
۱۹۳	ہفت روزہ سچ دریاباد	مولانا عبدالماجد دریابادی	1924ء
۱۹۴	ماہنامہ کشاف امرتسر	محمد غریب الدین غریب	1924ء
۱۹۵	" بلاغ امرتسر	ڈاکٹر چوہدری علم الدین	1924ء
۱۹۶	ہفتہ وار رسالت کلکتہ	مولانا ابوالقاسم	1925ء
۱۹۷	سہ روزہ اصلاح لاہور	خلیفہ سراج الدین اصغر	1925ء
۱۹۸	ماہنامہ امامیہ گزٹ، انبالہ	سید مہدی اکبر واسطی	1925ء
۱۹۹	" الحافظ، لاہور	شمس الدین جاتری	1925ء
۲۰۰	" اشرفی کچھوچھہ	سید محمد اشرف	1925ء
۲۰۱	" بلاغ القرآن، لاہور	مولوی محمد فاضل	1926ء
۲۰۲	ہفتہ وار بشریٰ امین آباد	مولوی نور احمد قادری	1926ء
۲۰۳	سہ ماہی تجلی، حیدرآباد دکن	مولوی غلام محمد	1926ء
۲۰۴	ماہنامہ منادی، دہلی	خواجہ حسن ثانی نظامی	1926ء

۲۰۵	ہفتہ وار حمایت اسلام لاہور	مولوی احمد بابا محمد زمی	1926ء
۲۰۶	ماہنامہ اسوۂ حسنہ لاہور	مولانا دوست محمد	1926ء
۲۰۷	" صحیفۃ المومنین مراد آباد	مولوی ذاکر حسین نعیمی	1927ء
۲۰۸	" المعجز، بریلی	صوفی بشیر الدین	1927ء
۲۰۹	ہفتہ وار توحید، امرتسر	مولانا داؤد غزنوی	1927ء
۲۱۰	پندرہ روزہ تبلیغ انبالہ	سید منظم علی نجیب آبادی	1927ء
۲۱۱	ماہنامہ مجاہد، راولپنڈی	محمد عبدالسلام	1927ء
۲۱۲	" صبحِ سعادت، لاہور	حافظ سید احمد	1927ء
۲۱۳	ماہنامہ الاشرف لاہور	پیر محمد اشرف	1927ء
۲۱۴	" سوادِ اعظم، سرہند	حاجی ولایت علی شاہ	1928ء
۲۱۵	" اخوت، لاہور	پادری احمد مسیح	1928ء
۲۱۶	ہفتہ وار پیام سرحد، ہری پور	قاضی عزیز الرحمٰن	1928ء
۲۱۷	دو روزہ القصاص، گجرات	حکیم محمد عارف	1928ء
۲۱۸	ماہنامہ ارشاد، حیدرآباد دکن	مولوی سیف الدین	1929ء
۲۱۹	" مباہلہ، قادیان	مجلس داعیانِ مباہلہ	1929ء
۲۲۰	" اسلام، امرتسر	محمد میر الدین	1929ء
۲۲۱	سہ ماہی تاریخ، حیدرآباد دکن	شمس اللہ قادری	1929ء
۲۲۲	ماہنامہ پیام اسلام، جالندھر	عبدالحق عباس	1929ء
۲۲۳	پندرہ روزہ ایمان تقی، لاہور	عبدالحمید	1929ء
۲۲۴	ماہنامہ رسالۃ المفتی، دیوبند	مولوی بشیر احمد صدیقی	1930ء
۲۲۵	سہ ماہی جامعہ، قادیان	مرزا محمد صادق	1930ء
۲۲۶	اخبار النجم، لکھنو	مولوی عبدالمومن فاروقی	1930ء
۲۲۷	ہفتہ وار اسمٰعیلی، بمبئی	علی محمد جان	1930ء

۲۲۸	ماہنامہ بصیرت، لاہور	مولوی عبدالحق	1930ء
۲۲۹	" حقیقتِ اسلام، لاہور	سید محمد شاہ	1931ء
۲۳۰	ہفتہ وار ہند، کلکتہ	مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی	1931ء
۲۳۱	ماہنامہ امداد الغربا، پنجاب	صوفی عبدالعزیز	1932ء
۲۳۲	سہ روزہ تنظیم اہلحدیث، روپڑ	حافظ عبداللہ روپڑی	1932ء
۲۳۴	ماہنامہ حقیقتِ اسلام، لاہور	محمد عنایت اللہ وارثی	1932ء
۲۳۵	" مسلمہ، لاہور	عنایت عارف	1932ء
۲۳۶	" المائدہ، لاہور	ایم کے خان	1932ء
۲۳۷	ہفتہ وار سود مند، بدایوں	خلیل احمد منگلوری	1932ء
۲۳۸	ماہنامہ ترجمان القرآن، حیدرآباد دکن	مولوی ابو محمد مصلح	1932ء
۲۳۹	" العصر، امرتسر	سید ذکریا زیدی واسطی	1932ء
۲۴۰	" مبلغ، امرتسر	مولوی محمد اسحاق حنیف	1932ء
۲۴۱	ہفتہ وار شوریٰ، پشاور	مولانا عبدالودود	1932ء
۲۴۲	ماہنامہ الفرقان، بریلی	مولانا منظور احمد نعمانی	1932ء
۲۴۳	ہفتہ وار صبحِ وطن، بھوپال	شاکر علی خاں	1933ء
۲۴۴	مسلم گزٹ، کلکتہ	محمد اسحاق امرتسری	1933ء
۲۴۵	ہفتہ وار امہات، بھوپال	قمر النساء بیگم	1933ء
۲۴۶	ماہنامہ مخدوم، کلکتہ	حامد مقصود صابری	1933ء
۲۴۷	" ترجمان القرآن، حیدرآباد دکن	سید ابوالاعلیٰ مودودی	1933ء
۲۴۸	" بانو، بھوپال	خاتون ارشد	1933ء
۲۴۹	اخبار خادم کعبہ، ہوڑہ	-	1933ء
۲۵۰	ماہنامہ ادراک، امروہہ	سید تہور حسن امروہوی	1934ء
۲۵۱	ہفتہ وار خدام وطن، بھوپال	حکیم عبدالرفیق	1934ء

۲۵۲	" انیس نسواں	ابن نیاز جمیل تیموری	1934ء
۲۵۳	ماہنامہ حقائق، لکھنؤ	ابن حسن نقوی	1934ء
۲۵۴	" رہبر نسواں دہلی	فاروقی بیگم	1934ء
۲۵۵	" تعمیر، بھوپال	شریف فکری	1934ء
۲۵۶	" انوار السادات، لاہور	سید غلام عباس جعفری	1934ء
۲۵۷	ہفتہ وار رہبر وطن بھوپال	عبدالحفیظ خاں	1934ء
۲۵۸	ماہنامہ روحانی دنیا، لاہور	محمود شفیق رامپوری	1934ء
۲۵۹	ہفتہ وار خدائے وطن، بھوپال	خان عبدالغفار خان	1934ء
۲۶۰	ماہنامہ تبلیغ اسلام، لاہور	مولوی عبدالرحمٰن	1934ء
۲۶۱	" عارف، کانپور	مولوی محمد اسماعیل ذبیح	1934ء
۲۶۲	" مساوات، پھلواری پٹنہ	سردار محمد اسلام خاں	1934ء
۲۶۳	ہفتہ وار الاسلام، لاہور	حافظ محمد عالم	1934ء
۲۶۴	" اصلاح المسلمین، لاہور	پیرزادہ ولی اللہ مخدومی	1934ء
۲۶۵	ماہنامہ آستانہ، لاہور	مولوی عبدالرحمٰن	1934ء
۲۶۶	ہفتہ وار اثنا عشری لاہور	-	1934ء
۲۶۷	ماہنامہ تکمیل اسلام، لاہور	منشی محمد الدین فوق	1934ء
۲۶۸	ماہنامہ مجدد، لاہور	منشی تاج الدین تاج	1934ء
۲۶۹	ہفتہ وار کلمۃ الحق، کوئٹہ	مولانا عبداللہ خان	1934ء
۲۷۰	ہفتہ وار تاج، لاہور	شیخ عنایت اللہ	1935ء
۲۷۱	" استقلال، دیوبند	مولوی سلطان الحق	1935ء
۲۷۲	ماہنامہ مصحف، مدراس	صبغۃ اللہ بختیاری	1935ء
۲۷۳	سہ ماہی الشمس، پٹنہ	سید احمد عروج قادری	1935ء
۲۷۴	ماہنامہ ناران، بجنور	مولانا سعید انصاری	1935ء

۲۷۵	〃 واعظ، لاہور	حفیظ اللہ قریشی	1935ء
۲۷۶	اخبار پیام، حیدرآباد دکن	قاضی عبدالغفار مرادآبادی	1935ء
۲۷۷	ہفتہ وار شریعت، لائلپور	محمد حبیب اللہ	1935ء
۲۷۸	ماہنامہ طلوع اسلام، دہلی	سید نذیر نیازی	1935ء
۲۷۹	ہفتہ وار نجات، کراچی	غلام محمد دریاخان	1935ء
۲۸۰	〃 صدق، لکھنو	مولانا عبدالماجد دریابادی	1935ء
۲۸۱	〃 کاروان، بھوپال	سید ظہور ہاشمی	1935ء
۲۸۲	ماہنامہ اشرف العلوم سہارنپور	مولوی ظہور الحسن کولوی	1935ء
۲۸۳	〃 دُرِّ یتیم، جالندھر	محمد رشید خاں	1935ء
۲۸۴	〃 صدائے نسواں، دہلی	بزمی الہ آبادی	1935ء
۲۸۵	〃 معلومات، آگرہ	مہاشے عبدالکریم	1935ء
۲۸۶	〃 اتحادِ اسلامی، رامپور	دائم جلالی	1935ء
۲۸۷	〃 اتحادِ اسلام، لاہور	محمد اقبال قریشی	1935ء
۲۸۸	ہفتہ وار جوہر، بمبئی	مہر خان شہاب	1935ء
۲۸۹	اخبار الشمس ملتان	—	1935ء
۲۹۰	مجلہ سلفیہ، دربھنگہ	مولوی عبدالحفیظ نیّر	1935ء
۲۹۱	ماہنامہ رہبر، دہلی	خواجہ عشرت حسین پانی پتی	1935ء
۲۹۲	〃 الرضوان لکھنو	—	1936ء
۲۹۳	〃 حیات، مدراس	محمد عبدالحمید حمید	1936ء
۲۹۴	〃 شاہراہ، بمبئی	مولوی فصیح الزمان	1936ء
۲۹۵	ماہنامہ العصر، دہلی	عبدالحلیم جنیدی	1936ء
۲۹۶	ہفتہ وار سیرت، لاہور	ابوالبیان نوراللہ	1936ء
۲۹۷	〃 مسجد، لاہور	سید سرور شاہ گیلانی	1936ء

۲۹۸	،، صراطِ مستقیم، لاہور	میاں عبدالغنی	1936ء
۲۹۹	،، رہنما، بھوپال	ابو سعید بزمی	1936ء
۳۰۰	ماہنامہ تحقیقِ حق، لکھنؤ	سید علی صفدر	1936ء
۳۰۱	،، الاصلاح، سرائے میر	مولوی امین احسن اصلاحی	1936ء
۳۰۲	،، ریاض التوحید، کلکتہ	مولوی عبدالحنان بہاری	1936ء
۳۰۳	،، سلطان المشائخ، لاہور	سید عبداللطیف بخاری	1936ء
۳۰۴	،، پیامِ حق، لاہور	سید مُہر شاہ	1937ء
۳۰۵	،، نورؔ، جالندھر	اسد اللہ خاں	1937ء
۳۰۶	ہفتہ وار خادمِ کعبہ، لاہور	مولوی عبدالعزیز	1937ء
۳۰۷	ماہنامہ العرفان، ہوشیارپور	رحیم الدین عشرت	1937ء
۳۰۸	،، اشاعت السنۃ، امرتسر	مولانا اسحاق عبداللہ	1937ء
۳۰۹	،، نظامیہ، حیدرآباد دکن	شاہ ابوالخیر	1937ء
۳۱۰	،، المنظور، بدایوں	مولوی عبدالواحد	1937ء
۳۱۱	ہفتہ وار آفتاب، لکھنؤ	مولوی عبدالمومن فاروقی	1937ء
۳۱۲	ماہنامہ ترجمان، دہلی	سید معین الدین	1937ء
۳۱۳	،، پیامِ ادب، لاہور	نشتر جالندھری	1937ء
۳۱۴	سہ روزہ دعوت، الہ آباد	مولوی مطلوب الرحمٰن ندوی	1937ء
۳۱۵	ماہنامہ انوار، فیروزپور	محمد وزیر خاں	1937ء
۳۱۶	،، الارشاد، امرتسر	حاجی بشیر احمد	1937ء
۳۱۷	،، برہان، دہلی	مولانا سعید احمد اکبرآبادی	1938ء
۳۱۸	،، چنگاری، سہارنپور	سجاد ظہیر	1938
۳۱۹	،، مسافر، مرادآباد	رئیس امروہوی	1938ء
۳۲۰	ہفتہ وار رحیم، لکھنؤ	سبطِ حسن	1938ء
۳۲۱	ماہنامہ حرم، دہلی	سید سلیمان ندوی	1938ء

۳۲۲	—	ماہنامہ رہبرِ وطن، بھوپال	—	ڈاکٹر دوست محمد	—	1938ء —
۳۲۳	—	" خالد، دیوبند	—	مولانا سعید احمد	—	1938ء —
۳۲۴	—	ششماہی صوت المدرسہ کلکتہ	—	مہتمم مدرسہ عالیہ	—	1938ء —
۳۲۵	—	ہفتہ وار اتحاد، بھوپال	—	محمود الحسن صدیقی	—	1938ء —
۳۲۶	—	ماہنامہ شمس المشائخ امرتسر	—	مقبول احمد داوری	—	1938ء —
۳۲۷	—	سہ روزہ زمزم، لاہور	—	نصراللہ خاں عزیز	—	1938ء —
۳۲۸	—	ہفتہ وار رضاکار، لاہور	—	شیخ محمد صدیق	—	1938ء —
۳۲۹	—	ماہنامہ الفلاح، پشاور	—	سید عبداللہ شاہ	—	1938ء —
۳۳۰	—	" الفلاح، پرتاب گڑھ	—	مولوی منیر احمد نعمانی	—	1938ء —
۳۳۱	—	" الادب، کانپور	—	مولوی ضیاء النبی	—	1938ء —
۳۳۲	—	" بصیرت، مظفر نگر	—	حکیم عزیز الدین نصرتی	—	1938ء —
۳۳۳	—	" طلوع اسلام، دہلی (دورِ ثانی)	—	حکیم ذکی احمد	—	1938ء —
۳۳۴	—	" قائد، مراد آباد	—	مولانا افتر الاسلام قاسمی	—	1938ء —
۳۳۵	—	ہفتہ وار آگ، لکھنؤ	—	خلیق ابراہیم	—	1938ء —
۳۳۶	—	ماہنامہ الہلال، کلکتہ	—	وحید الدین نور	—	1938ء —
۳۳۷	—	" شکر گنج، سیلاں	—	پیر فضل علی شاہ	—	1939ء —
۳۳۸	—	" آفتابِ نسواں، بھوپال	—	سرور جہاں/انور جہاں	—	1939ء —
۳۳۹	—	" زمزم، دہلی	—	زاہد القادری	—	1939ء —
۳۴۰	—	" نیا ادب، لکھنؤ	—	سبطِ حسن	—	1939ء —
۳۴۱	—	" البیان، امرتسر	—	محمد حسن عرشی	—	1939ء —
۳۴۲	—	ہفتہ وار الاسلام، کوئٹہ	—	مولوی عبدالکریم	—	1939ء —
۳۴۳	—	ماہنامہ انیس النسواں دہلی	—	شیخ محمد اکرام	—	1939ء —
۳۴۴	—	ہفتہ وار المجیب، سرحد	—	سلطان محمد خادم کعبہ	—	1940ء —

۳۴۵	ماہنامہ العزیز، بہاولپور	حافظ سراج الدین	1940ء
۳۴۶	ماہنامہ پیام حق، لاہور	غلام سرور فگار	1940ء
۳۴۷	" ذکریٰ، الہ آباد	مولانا عبداللہ مصری	1940ء
۳۴۸	" نور، کراچی	سید شبیہ الحسن امروہوی	1940ء
۳۴۹	سہ روزہ مسلمان، لاہور	نصر اللہ خان عزیز	1940ء
۳۵۰	ماہنامہ دارالعلوم دیوبند	مہتمم دارالعلوم	1941ء
۳۵۱	" اقبال، علیگڑھ	ظفر احمد صدیقی	1941ء
۳۵۲	" ندائے حرم، کراچی	ضیاء الدین عثمانی	1941ء
۳۵۳	" فرقان، قادیان	عبدالمنان عمر	1941ء
۳۵۴	ہفتہ وار آسان حدیث، ہمبال	قاضی شعیب صدیقی	1943ء
۳۵۵	" الجہاد، مانسہرہ	مولانا شمس الہدیٰ	1944ء
۳۵۶	" ترجمان، ہمبال	ایس ایم کامل	1946ء
۳۵۷	ماہنامہ آفتاب نبوت کراچی	قاری شمس الدین	1946ء
۳۵۸	" آستانہ، دہلی	محمد محسن فاروقی	1947ء
۳۵۹	" احیا چرواہا راولپنڈی	—	1948ء
۳۶۰	" پیام حق، کراچی	مولانا قاری احمد پیلی بھیتی	1949ء
۳۶۱	" اسلام، کراچی	قاری محمد انعام اللہ خان	1949ء
۳۶۲	" سلطان المشائخ، لاہور	پیر شاہ محمد قادری	1949ء
۳۶۴	" مسیحی خادم، سرگودھا	کے۔ایل ناصر	1950ء
۳۶۵	سہ ماہی المنار، ربوہ	مبارک احمد عابد	1950ء
۳۶۶	ماہنامہ ماہ طیبہ، سیالکوٹ	ابوالنور محمد بشیر	1951ء
۳۶۷	" رضوان، لاہور	محمود احمد رضوی	1951ء
۳۶۸	" الارشاد، کراچی	مولانا عبدالوکیل	1952ء

۳۶۹	" سالک، راولپنڈی	شاہ محمد عارف قادری	1952ء
۳۷۰	" انوار العلوم لاہور	مولانا نجم الحسن تھانوی	1952ء
۳۷۱	" رابطۂ قرآن، راولپنڈی	منتظم رابطہ قرآن	1952ء
۳۷۲	" دعوت الحق، کراچی	مولانا احتشام الحق تھانوی	1952ء
۳۷۳	" درویش" لاہور	خلیل الرحمٰن آذری	1952ء
۳۷۴	" القرآن، کراچی	فیروز الدین روحی	1952ء
۳۷۵	" شارعِ حرم" لائلپور	—	1952ء
۳۷۶	سہ روزہ ایشیا، لاہور	چوہدری غلام جیلانی	1952ء
۳۷۷	ماہنامہ سیر الشائخ، میرپور خاص	سید اکرام حسین	1953ء
۳۷۸	" فاران، کراچی	مولانا ماہر القادری	1953ء
۳۷۹	" خالد، ربوہ	مبارک احمد خالد	1953ء
۳۸۰	ہفتہ وار شہید، لاہور	سید محبوب علی شمسی	1954ء
۳۸۱	ہفتہ وار خدام الدین لاہور	مولانا احمد علی لاہوری	1954ء
۳۸۲	ماہنامہ المدثر، کراچی	عبد الحنان علوی	1955ء
۳۸۳	" نورِ اسلام، شرقپور	میاں جمیل احمد شرقپوری	1955ء
۳۸۴	" مقامِ رسالت، کراچی	محمد سلیم الدین چشتی	1956ء
۳۸۵	" آستانۂ زکریا، ملتان	سجاد حسین قریشی	1956ء
۳۸۶	" رحیق، لاہور	مولانا عطاء اللہ حنیف	1956ء
۳۸۷	" مسیحی خادم، گوجرانوالہ	مشنری ادارہ	1956ء
۳۸۸	" کلیسیا، سیالکوٹ	مسیحی اشاعتی ادارہ	1956ء
۳۸۹	" معارفِ اسلام، لاہور	شیخ عنایت الدین	1956ء
۳۹۰	" پیامِ عمل، لاہور	سید انصار حسین رضوی	1956ء
۳۹۱	ماہنامہ بینات کراچی	مولانا یوسف بنوری	1956ء

۳۹۲	" تدریس القرآن ایبٹ آباد	صوفی غلام حسین	1956ء
۳۹۳	" المبلغ، سرگودھا	علامہ حسین بخش	1956ء
۳۹۴	" عروج اسلام، لاہور	عزیز حیدری	1957ء
۳۹۵	" عرفات، لاہور	مفتی محمد حسین نعیمی	1957ء
۳۹۶	" امام، کراچی	علامہ سید سیفی ندوی	1957ء
۳۹۷	" سلطان العارفین، گگھڑ	محمد حنیف کھوکھر	1957ء
۳۹۸	" تعلیم القرآن، راولپنڈی	مولانا غلام اللہ خان	1957ء
۳۹۹	ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور	قاری عبدالمجید	1957ء
۴۰۰	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ	مولانا ابو داؤد صادق	1957ء
۴۰۱	ہفت روزہ المنتظر، لاہور	ع۔ غ کراروی	1958ء
۴۰۲	ماہنامہ ندائے حق، لاہور	یوسف سلیم چشتی	1958ء
۴۰۳	ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور	مولانا عبید اللہ انور	1958ء
۴۰۴	ماہنامہ میثاق، لاہور	مولانا امین احسن اصلاحی	1959ء
۴۰۵	" المحبت، پشاور	آغا سید محمود شاہ	1960ء
۴۰۶	" المجلس، کراچی	محمد جیلانی	1960ء
۴۰۷	" انصار اللہ، ربوہ	چوہدری ابراہیم	1960ء
۴۰۸	" حنفیہ، لاہور	عبدالحلیم قاسمی	1960ء
۴۰۹	" عرفان، کراچی	محمد سعید ہاشمی	1960ء
۴۱۰	ہفت روزہ خطیب، کراچی	سید محمد حسن رضوی	1960ء
۴۱۱	ماہنامہ سلسبیل، لاہور	حاجی فضل احمد	1961ء
۴۱۲	" سیارہ، لاہور	فضل الرحمٰن نعیم صدیقی	1961ء
۴۱۳	" چراغ راہ، کراچی	خورشید احمد	1961ء
۴۱۴	" حق اللہ، لاہور	حاجی فضل انصاری	1962ء

۴۱۵	سہ ماہی انوار الاولیاء، مظفر آباد	سردار رشید حسن	1962ء
۴۱۶	ماہنامہ المعرفت، حیدرآباد	سید حشمت علی	1962ء
۴۱۷	" اسلامی دنیا، کراچی	سلطان حسین	1962ء
۴۱۸	ہفت روزہ سیرت، لاہور	فضل الٰہی فاروقی	1963ء
۴۱۹	" آئین، لاہور	مظفر بیگ	1963ء
۴۲۰	" لولاک، لائلپور	مولانا تاج محمود	1964ء
۴۲۱	ماہنامہ تجلیات، کراچی	محمد نسیم عثمانی	1964ء
۴۲۲	" الحق، اکوڑہ خٹک	مولانا عبدالحق	1965ء
۴۲۳	" کلامِ حق گوجرانوالہ	کے۔ایل۔ناصر	1966ء
۴۲۴	" البلاغ، کراچی	مفتی محمد شفیع	1967ء
۴۲۵	" المشیر راولپنڈی	یوسف جبل	1969ء
۴۲۶	" ترجمان الحدیث، لاہور	علامہ احسان الٰہی ظہیر	1969ء
۴۲۷	" ضیائے حرم، لاہور	پیر محمد کرم شاہ	1970ء
۴۲۸	ہفت روزہ اہلِ حدیث لاہور	علامہ احسان الٰہی ظہیر	1970ء
۴۲۹	" صوت الاسلام لاہور	جمعیت علمائے اسلام کا ترجمان	1970ء
۴۳۰	" صدائے اسلام، پشاور	مولانا اشرف علی قریشی	1970ء
۴۳۱	ماہنامہ الحسنات، لاہور	عبدالرحمٰن صابر قریشی	1970ء
۴۳۲	" محدث، لاہور	حافظ عبدالرحمٰن مدنی	1970ء
۴۳۳	" نوا جگان، لاہور	علی اکبر جاوا	1970ء
۴۳۴	" البصیر، کراچی	ظفر حمید	1970ء
۴۳۵	" المہدی، لاہور	گلزار احمد	1970ء
۴۳۶	" درویش، کراچی	سید شان اللہ	1970ء
۴۳۷	" مجلہ الطاہر، حیدرآباد	محمد طاہر نقشبندی	1970ء

۴۳۸	سہ ماہی سیرتِ طیبہ، کراچی	علامہ عبدالعزیز عرفی	1970ء
۴۳۹	ماہنامہ دین و دانش، لاہور	علماء اکیڈمی لاہور	1970ء
۴۴۰	سہ روزہ ذوالفقار، پشاور	محمد حمید شاہ	1970ء
۴۴۱	ماہنامہ فیضِ رضا، لائلپور	—	1970ء
۴۴۲	" دعوت الحق، ملتان	احمد الدین جالندھری	1970ء
۴۴۳	" گلستانِ اہلسنت سرگودھا	سید حسن واسطی	1970ء
۴۴۴	ہفت روزہ البلاغ راولپنڈی	غلام حسین	1971ء
۴۴۵	ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی	مولانا جمیل احمد نعیمی	1971ء
۴۴۶	" حنفی، لاہور	اعجاز بٹالوی	1971ء
۴۴۷	" تنظیم الاسلام، لاہور	محمد صادق قریشی	1971ء
۴۴۸	ہفت روزہ الیوم، لاہور	بشیر احمد انصاری	1971ء
۴۴۹	ماہنامہ منبرِ اسلام، کراچی	—	1971ء
۴۵۰	سہ ماہی تصوف کراچی	فرید ہاشمی	1972ء
۴۵۱	ہفت روزہ فیضِ عالم، ڈسکہ	—	1972ء
۴۵۲	ماہنامہ الرشید ساہیوال	عبدالرشید ارشد	1972ء
۴۵۳	" محبوبِ اہلسنت، لاہور	احمد علی شرقپوری	1972ء
۴۵۴	" آستانۂ پاک، لاہور	شیخ نصیر احمد	1972ء
۴۵۵	" اسلامی دنیا، کراچی	ظہیر قاسمی	1972ء
۴۵۶	" البشریٰ، کراچی	میر نجف علی	1972ء
۴۵۷	ہفت روزہ الحیدر، کراچی	سجاد حسین جعفری	1972ء
۴۵۸	سہ روزہ المصطفیٰ، گوجرانوالہ	احمد حسن نوری	1972ء
۴۵۹	ماہنامہ الولی، حیدرآباد	غلام مصطفیٰ قاسمی	1972ء
۴۶۰	" تبلیغ، کراچی	محشر لکھنوی	1972ء
۴۶۱	ہفت روزہ المصلح، کراچی	مرزا عبدالرحیم بیگ	1973ء

۴۶۲	" ترجمانِ حق" بنوں	قاری حضرت گل شاکر	1973ء
۴۶۳	ماہنامہ حکمتِ قرآن لاہور	مظفر حسین	1973ء
۴۶۴	ہفت روزہ الاسلام لاہور	بشیر انصاری	1974ء
۴۶۵	ماہنامہ حبل المتین، بلتستان	سید علی موسوی	1974ء
۴۶۶	ہفت روزہ الجمعیت راولپنڈی	عزیز الرحمٰن	1974ء
۴۶۷	" فیضان، کراچی	ارشاد الحق تھانوی	1975ء
۴۶۸	" نقیبِ ملت، لاہور	ہدایت اللہ	1976ء
۴۶۹	ماہنامہ انجمن وظیفہ، لاہور	سید جمیل احمد رضوی	1976ء
۴۷۰	" اسلامی ڈائجسٹ، لاہور	عبد المومن	1976ء
۴۷۱	" الانسان، کراچی	کوثر القادری	1977ء
۴۷۲	" تسہیل القرآن، فیصل آباد	ادارہ علوم اسلامی	1978ء
۴۷۳	" روحانی ڈائجسٹ، کراچی	شمس الدین عظیمی	1978ء
۴۷۴	ہفت روزہ صدائے وطن لاہور	شفقت حسن	1978ء
۴۷۵	ماہنامہ کائنات، کراچی	منیر بیگ چغتائی	1978ء
۴۷۶	" المرشد، لاہور	حافظ عبد الرزاق	1978ء
۴۷۷	" خیر العمل، لاہور	ڈاکٹر عسکری احمد	1978ء
۴۷۸	" مجلہ آستانہ، کراچی	سید رفیق عزیزی	1978ء
۴۷۹	" اقراء، کراچی	محمد اسحاق مدنی	1979ء
۴۸۰	" انوار العزیزیہ، ساہیوال	پیر منظور احمد شاہ	1979ء
۴۸۱	" الاشرف، کراچی	عارف دہلوی	1979ء
۴۸۲	" شمس العارفین، لالہ موسیٰ	دار الشفقت خالقیہ	1979ء
۴۸۳	ہفت روزہ اذان، کراچی	سید محمد علی شیرازی	1981ء
۴۸۴	ماہنامہ حکمتِ قرآن، لاہور	ڈاکٹر اسرار احمد	1981ء

۴۸۵	ماہنامہ تعمیر انسانیت، لاہور	شیخ مہر انور	1981ء
۴۸۶	" العارف، لاہور	سید ارشاد احمد عارف	1981ء
۴۸۷	" الخیر، ملتان	مولانا حنیف جالندھری	1982ء
۴۸۸	" اثنا عشری ڈائجسٹ، لاہور	–	1982ء
۴۸۹	سہ روزہ مسلم، خضدار	مولوی محمد شریف	1982ء
۴۹۰	مجلہ سوئے منزل، راولپنڈی	علامہ ریاض حسین شاہ	1983ء
۴۹۱	ماہنامہ جام عرفان، ہری پور	قاضی عبدالدائم	1983ء
۴۹۲	" شناور، کراچی	ثمر نظامی	1983ء
۴۹۳	" مکافات، کراچی	اشرفی کاشمیری	1984ء
۴۹۴	" تدبر، لاہور	خالد مسعود	1984ء
۴۹۵	" ارمغان، حضرو	حاجی روح اللہ	1984ء
۴۹۶	" اقرا ڈائجسٹ، کراچی	مفتی ولی حسن	1984ء
۴۹۷	" الفاروق، کراچی	مولانا سلیم اللہ خان	1984ء
۴۹۸	" صوت الاسلام، فیصل آباد	مولانا مجاہد الحسینی	1984ء
۴۹۹	" تدریس القرآن، کراچی	اقبال احمد شمسی	1984ء
۵۰۰	" النصیحۃ، چارسدہ	مولانا گوہر شاہ	1985ء
۵۰۱	" الحسن، لاہور	مولانا اکرم کاشمیری	1985ء
۵۰۲	" جریدۃ الاشرف، کراچی	مولانا اسعد تھانوی	1986ء
۵۰۳	" منہاج القرآن، لاہور	ڈاکٹر طاہر القادری	1986ء
۵۰۴	" المصباح، لاہور	قاری عبدالجبار عابد	1987ء
۵۰۵	" تعلیم الاسلام، ماموں کانجن	مولانا اسلم سیف فیروزپوری	1987ء
۵۰۶	" حق چار یار، لاہور	قاضی مظہر حسین	1988ء
۵۰۷	" المذاہب، لاہور	رانا محمد اسلم	1988ء

۵۰۸	" اتفاق الحق، سرگودھا	سید بشیر حسین بخاری	1988ء	—
۵۰۹	سہ روزہ نوائے اہلسنت، لاہور	قاری زوار بہادر	1988ء	—
۵۱۰	ماہنامہ زمزم، بہاولپور	منظور احمد رحمت	1988ء	—
۵۱۱	ہفت روزہ کلیم، ملتان	ابن کلیم احسن نظامی	1988ء	—
۵۱۲	ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور	محب اللہ نوری	1988ء	—
۵۱۳	" اسلامی انقلاب، لاہور	سیف اللہ اکرم	1988ء	—
۵۱۴	" نعت، لاہور	راجہ رشید محمود	1988ء	—
۵۱۵	" مصباح القرآن، لاہور	مشکور حسین یاد	1988ء	—
۵۱۶	" اشاعت السنۃ، فاروق آباد	محمد یحییٰ گوندلوی	1988ء	—
۵۱۷	" ندائے مسلم، لاہور	نادر علی مرزا نجفی	1988ء	—
۵۱۸	" الحوزہ، لاہور	شاہد حسین نقوی	1988ء	—
۵۱۹	ہفت روزہ صادق، لاہور	ساجد حسین کاظمی	1988ء	—
۵۲۰	ماہنامہ درس عمل، لاہور	طاہر حسین بٹ	1988ء	—
۵۲۱	ہفت روزہ سفینہ، پشاور	سید مختار علی نیر	1988ء	—
۵۲۲	ماہنامہ اشراق، لاہور	جاوید احمد غامدی	1988ء	—
۵۲۳	" القائم۔ اتوکے اعوان	منظور حسین ڈوگر	1988ء	—
۵۲۴	ہفت روزہ تعمیر ملت، منڈی بہاؤالدین	منیر حسین	1988ء	—
۵۲۵	ماہنامہ محور حیات، آلوہار، سیالکوٹ	خلیفہ محمد سعید		
۵۲۶	" الاصلاح، کراچی	غلام محمد غوری		
۵۲۷	ہفت روزہ دار الوارث، کراچی	سید امیر علی امام		
۵۲۸	ماہنامہ مجلہ الدعوۃ، لاہور	حافظ محمد سعید		
۵۲۹	" خلافت راشدہ، فیصل آباد	ضیاء الرحمٰن فاروقی		

۵۳۰	—	” الفجر ، کراچی	—	محمد سلیمان طاہر —
۵۳۱	—	” روشنی کا سفر ، لاہور	—	ایم بشیر احمد —
۵۳۲	—	” الشریعۃ ، گوجرانوالہ	—	مولانا زاہد الراشدی —
۵۳۳	—	” اپنی باتیں ، کراچی	—	خادم اسلام رئیس احمد —
۵۳۴	—	” عارفین ، سرگودھا	—	مولانا محمد حسن نیلوی —
۵۳۵	—	” تذکیر ، لاہور	—	طالب محسن —
۵۳۶	—	نقیب ختم نبوت ، ملتان	—	عطاء المحسن بخاری —
۵۳۷	—	ماہنامہ الجہاد ، لاہور	—	محمد خالد سیف —
۵۳۸	—	ماہنامہ ترجمان شریعت ، پشاور	—	سید محمد عالم —
۵۳۹	—	” سیف رحمٰن صدی ، گوجرانوالہ	—	مظفر اقبال چغتائی —
۵۴۰	—	” ترجمان السنۃ ، لاہور	—	ابتسام الٰہی ظہیر —
۵۴۱	—	سہ ماہی دار نئی قیادت ، کراچی	—	محمد سلیمان طاہر —
۵۴۲	—	ماہنامہ نداء الجہاد ، لاہور	—	محمد خالد سیف —
۵۴۳	—	” ماہِ طیبہ ، سیالکوٹ	—	ضیاء اللہ قادری —
۵۴۴	—	” المجلس ، لاہور	—	سید اسد رضا بخاری —
۵۴۵	—	” الثقلین ، ملتان	—	حجۃ الاسلام حسین نجفی —
۵۴۶	—	” تذکرۃ الرشید ، ساہیوال	—	مطیع اللہ رشیدی —
۵۴۷	—	” جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک	—	مولانا بادشاہ گل —
۵۴۸	—	” والضحیٰ ، گوجرانوالہ	—	فرزانہ جلیل —
۵۴۹	—	” اشرف ، پشاور	—	مولانا اشرف قریشی —
۵۵۰	—	” سبق معرکۂ ، لاہور	—	چوہدری رحمت علی —
۵۵۱	—	” الاتحاد ، اسلام آباد	—	ملک عبدالرؤف —
۵۵۲	—	سہ روزہ نداء الاقصیٰ ، لاہور	—	ملک احمد سرور —

۵۵۳	ماہنامہ تمدن، لاہور	عبدالمجید راغب	—
۵۵۴	" نصرت الجہاد، پشاور	جلال الدین حقانی	—
۵۵۵	" البدر، لاہور	مفتی غلام سرور قادری	—
۵۵۶	" کنز الایمان، لاہور	مرزا الطاف بیگ	—
۵۵۷	" القول السدید، لاہور	جاوید اکبر قادری	—
۵۵۸	" شاہ شمس، لاہور	سید اصغر علی شمسی	—
۵۵۹	ہفت روزہ اخوت اسلامیہ لاہور	محمد اسحاق ظفر	—
۵۶۰	" الاصلاح، لاہور	ڈاکٹر امتیاز بلتی	—
۵۶۱	" بانگِ حق، سرگودھا	رانا علیم اختر	—
۵۶۲	" خلافت، فیصل آباد	ساجد علیم	—
۵۶۳	" الجامعہ، جھنگ	مولانا رحمت اللہ	—
۵۶۴	" ندائے شیعہ، لاہور	جعفر علی میر	—
۵۶۵	ہفت روزہ پیام حق، لاہور	محمد حسن	—
۵۶۶	" نوائے شیعہ، لاہور	حیدر علی مرزا	—
۵۶۷	" پیمبر، رحیم یار خان	چوہدری امانت علی	—
۵۶۸	" وقارِ ملت، لاہور	محمد یونس	—
۵۶۹	" ضربِ مجاہد، سرگودھا	چوہدری میاں خان	—
۵۷۰	پندرہ روزہ آلِ عمران، لاہور	نوبہار بخاری	—
۵۷۱	" آوازِ ملت، فیصل آباد	زاہد رضوانی	—
۵۷۲	" بصیرت، لاہور	ایم۔ ظہیر الدین	—
۵۷۳	ماہنامہ انیس اہلِ سنت، فیصل آباد	قاری غلام رسول	—
۵۷۴	پندرہ روزہ وارث، لاہور	افتخار حسین	—
۵۷۵	ماہنامہ آستانہ عالیہ، لاہور	جمیل اطہر	—

۵۷۶	پندرہ روزہ پاسبانِ ملت، قصور	شیخ افضل رحیم	—
۵۷۷	ماہنامہ فکر آخرت، لاہور	حکیم محمد لطیف	—
۵۷۸	پندرہ روزہ مسلم، لاہور	سید محمد علی شاہ	—
۵۷۹	ماہنامہ بلاغ القرآن، لاہور	پروفیسر عبدالرزاق	—
۵۸۰	" گنج بخش، لاہور	میاں محمد عمر	—
۵۸۱	" البلاغ، راولپنڈی	سید باقر سلیم	—
۵۸۲	" حکمت الانقلاب، لاہور	محمد اعظم	—
۵۸۳	" روحانی پیغام، فیصل آباد	افتخار احمد	—
۵۸۴	" روحِ اسلام، لاہور	سید مبارک گیلانی	—
۵۸۵	" صدائے حق، لاہور	مرزا رحمت اللہ	—
۵۸۶	" شمس المشائخ، نارووال	ظہور الحسن بخاری	—
۵۸۷	سہ ماہی اسلامی تعلیم، اسلام آباد	محمد سمیع اللہ	—
۵۸۸	ہفت روزہ اخبار ملت، کراچی	صفدر علی شاہ	—
۵۸۹	سہ ماہی مجلۃ العلماء، لاہور	فرید احمد پراچہ	—
۵۹۰	ہفت روزہ فروغ، حیدرآباد	مولانا قاضی مظہر ندوی	—
۵۹۱	ماہنامہ عالمِ اسلام ڈائجسٹ، کراچی	جلیس سلاسل	—
۵۹۲	ماہنامہ معلم الاسلام، کراچی	مفتی محمد عطاء اللہ	—
۵۹۳	" نوائے نعت، کراچی	ادیب رائے پوری	—
۵۹۴	" ندائے دین، کراچی	حکیم غلام رسول مجددی	—
۵۹۶	" نوری ڈائجسٹ، کراچی	عزیز الرحمٰن	—
۵۹۷	" سیرت، حیدرآباد	محمد یونس	—
۵۹۸	" رضا، کراچی	مقبول احمد	—
۵۹۹	" روحانی دنیا، کراچی	منظر برنی	—

۶۰۰	" سلوک و احسان، کراچی	پروفیسر جمیل احمد	—
۶۰۱	" تبیان، کراچی	مولانا شاہ حسن گردیزی	—
۶۰۲	سہ ماہی محراب و منبر، کراچی	صاحبزادہ فریدالدین قادری	—
۶۰۳	مجلہ العباس، کراچی	سید آغا حسن نقوی	—
۶۰۴	سہ ماہی تصوف، کراچی	فرید قریشی	—
۶۰۵	ہفت روزہ البرہان، پشاور	سید عثمان شاہ	—
۶۰۶	" اشاعت السنۃ، کوئٹہ	عبدالصمد	—
۶۰۷	" مبلغ، کوئٹہ	عبدالغفور	—
۶۰۸	پندرہ روزہ الایمان، لاہور	ریاست حسین	—
۶۰۹	" اُمّہ، کوئٹہ	سلیم جہانگیر	—
۶۱۰	ماہنامہ الصادق، کراچی	حافظ اسمٰعیل میمن	—
۶۱۱	" ترجمان المالک، لاہور	عبدالقادر	—
۶۱۲	" دارالاحسان، فیصل آباد	صوفی برکت علی	—
۶۱۳	" سیرت النبیؐ، کراچی	فضل الٰہی	—
۶۱۴	" قرآن الہدیٰ، کراچی	ادارہ قمرِ بتول	—
۶۱۵	" قرآن مشن، لاہور	انیس احسن قریشی	—
۶۱۶	ہفت روزہ مدینہ، پشاور	محمد علی طارق	—
۶۱۷	ماہنامہ العباس، کوئٹہ	سید اصغر شاہ	—
۶۱۸	ہفت روزہ مسلمان، بہاولپور	ملک محمد دین	—
۶۱۹	ماہنامہ سبیل الرشد، کوئٹہ	عطاء الرحمٰن	—
۶۲۰	ہفت روزہ صدائے مسلم، جہلم	محمود مرزا جہلمی	—
۶۲۱	سہ ماہی فکر و نظر، اسلام آباد	صاحبزادہ ساجدالرحمٰن	—
۶۲۲	ہفت روزہ دُرِ نجف، سیالکوٹ	سید حسن رضا	—

۶۲۳ — ماہنامہ صحبتِ المشائخ، اسلام آباد — پیر انیس زبیری —

۶۲۴ — ہفت روزہ صدائے ملت، سیالکوٹ — چوہدری صفدر علی —

۶۲۵ — پندرہ روزہ المنبر، فیصل آباد — زاہد اشرف —

۶۲۶ — ماہنامہ دعوت و ارشاد، اسلام آباد — رحمت اللہ خان —

۶۲۷ — ہفت روزہ فیضان، کراچی — محمد اسماعیل عاقل —

۶۲۸ — 〃 ختم نبوت، کراچی — عبدالرحمٰن یعقوب باوا —

۶۲۹ — پندرہ روزہ پیرو مرشد، خیرپور — شاہین گوراہیہ —

۶۳۰ — ماہنامہ الفاروق کراچی — عبیداللہ خالد —

۶۳۱ — ہفت روزہ نوائے ملت، مردان — مولانا مراد اللہ —

۶۳۲ — پندرہ روزہ ارشاد، کراچی — افتخار حسین کاظمی —

۶۳۳ — ماہنامہ المرشد، منارہ — مولانا اکرم اعوان —

۶۳۴ — 〃 الرحیم، لاہور — فضلِ حمید —

۶۳۵ — پندرہ روزہ العمران، لاہور — سید غضنفر علی شاہ —

۶۳۶ — ماہنامہ الارشاد، اٹک — قاضی زاہد الحسینی —

= ۱۸۳۰ء سے ۱۹۰۰ء کے دوران شائع ہونے والے رسائل : ۹۳

= ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۶ء کے دوران شائع ہونے والے رسائل : ۲۶۵

= ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران شائع ہونے والے رسائل : ۲۷۸

- معلوم شدہ رسائل کی کل تعداد : ۶۳۶

ضمیمہ ۔ ۲

محترم جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے

پنجاب یونیورسٹی لاہور نے راقم الحروف کو "پاکستان میں دینی صحافت کا کردار" (۱۹۶۹ء تا ۱۹۸۸ء) کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھنے کی اجازت دی ہے ۔ اس تحقیقی مقالہ میں آپ کے موقر پرچے کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ دینی صحافت کے کردار کو اب تک کسی بھی حوالے سے نمایاں نہیں کیا گیا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس موضوع پر تحقیقی کام کا آغاز کیا جا رہا ہے ۔ آپ سے درخواست ہے کہ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود درج ذیل سوالات کے جوابات سے نوازیں تاکہ اس موضوع پر تحقیقی کام کا حق ادا کیا جا سکے ۔

والسلام

محمد افتخار کھوکھر

پوسٹ بکس نمبر 1485، اسلام آباد

سوالات

۱۔ پرچے کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا ہے ______

۲۔ پرچے کا ماٹو / نصب العین کیا ہے ؟ ______

۳۔ پرچے کے بانی کا نام ______

۴۔ مدیر / مدیران کے نام (۶۹ء تا ۸۸ء) ______

۵۔ موجودہ مدیر کا مختصر تعارف ______

۶۔ پرچے کے اغراض و مقاصد ______

۷- پرچے کا حلقۂ اثر ________________________________

____

۸- پرچے کی تعداد اشاعت (اگر آپ بتانا پسند کریں) ________________________

۹- پرچے کے قارئین کی تعداد میں سالانہ خریدار کتنے فی صد ہیں؟ ________________________

۱۰- پرچے کے عام خریدار کتنے فیصد ہیں؟ ________________________

۱۱- خریدار خاص مسلک کے ہیں یا عام لوگ بھی شامل ہیں؟ ________________________

۱۲- پرچے کی پالیسی (۷۹ تا ۸۸ء) کے دوران ایک ہی رہی ہے؟ ________________________

۱۳- اگر پالیسی میں تبدیلی ہوئی تو اس کی وضاحت ________________________

____

۱۴- ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران میں جو خاص نمبر شائع ہوئے ان کی مختصر تفصیل ________________________

____

____

____

۱۵- پرچے کو کن مشہور و معروف اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے؟ ________________________

____

____

____

۱۶- آپ طباعت و اشاعت کے جدید دور میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد کے فنی معیار (کتابت و طباعت) سے مطمئن ہیں؟
آپ کا جواب ہاں یا نہیں ہو، دونوں صورتوں میں آپ کی رائے ________________________

____

____

۱۷- آپ اپنے پرچے کے فنی معیار سے مطمئن ہیں؟ ہاں ________ نہیں ________
اگر جواب نفی میں ہے تو فنی معیار کو بہتر بنانے کیلئے کیا اقدامات کر رہے ہیں؟ ________________________

____

____

____

____

۱۸- ۶۹ء سے ۸۸ء کے دوران پرچے کا سائز ایک ہی رہا؟ یا اس میں تبدیلی آتی رہی ہے؟ ______

۱۹- پرچے کا موجودہ سائز ______

۲۰- پرچے کی عمومی ضخامت ______

۲۰- پرچہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت ہے؟ ______

پرچہ کسی ٹرسٹ کی ملکیت ہے؟ ______

دینی ادارہ کی ملکیت ہے؟ ______

دینی جماعت کی ملکیت ہے؟ ______

۲۱- پرچے کا مقصدِ اجراء کسی خاص شخصیت کے نظریات وتعلیمات کے فروغ کا ذریعہ ہے؟ ______

______

۲۲- آپ کے پرچے نے ۶۹ء سے ۸۸ء کے دوران میں دینی اقدار، معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں کیا کردار ادا کیا ہے؟

______

______

______

______

______

______

۲۳- کوئی اور بات جو آپ بتانا پسند کریں ______

______

______

______

دستخط ______

نام ______

تاریخ ______